حکایاتِ شیریں

○

اولیائے کرام کے رموز و نکات کا نادر مرقّع

○

مرتّبہ

مدیر مجلّہ آئینہ لاہور

○

ناشر

آئینہ بک ڈپو ——— شاہ عالم گیٹ لاہور

قیمت ——— [illegible]

بار اوّل ——— ہزار

اپریل ۱۹۶۲

اشرف پریس - ایبک روڈ - لاہور

فہرست

حرفِ اوّل

اولیائے کرام کے حالات مبارکہ اور ملفوظاتِ عالیہ کی نشر و اشاعت کا پاکیزہ سلسلہ جب سے ہم نے مجلّہ آئینہ لاہور میں شروع کیا ہے، عام و خاص نے اسے نہ صرف پسند کیا ہے بلکہ خطوط لکھ کر ہماری حوصلہ افزائی بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ چھ سال میں "آئینہ" لاہور میں اب تک حقائق و معارف، حرف و حکایت یا رموز و نکات کے تحت ان برگزیدہ حضرات والاتبار کے جو واقعات مختصراً شائع ہو چکے ہیں۔ قارئین کرام کے اصرار پر ان میں سے بعض چیدہ چیدہ واقعات اب نئے عنوانات دے کر کتابی صورت میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ ان کا مطالعہ جہاں ہمارے لئے حقائق آفرین و بصیرت افروز ہے، وہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ ان حضرات والاتبار نے ان واقعات سے پتھّر سے پتھّر دلوں کو موم کیا ہے اور ان سے اصلاح حال و تالیف القلوب کا کام لیا ہے۔ اس لحاظ سے ان جواہر پاروں کی اشاعت ہم سب کے لئے اور بھی مفید ہے۔ خدا کرے کہ ہم دل کی آنکھوں سے اس کتاب کا مطالعہ کر سکیں اور وہ اثر قبول کریں جو اس کی اشاعت کا مقصدِ وحید ہے۔

ہم نے اِس نادر مجموعہ کو حکایاتِ شیریں کا نام دیا ہے۔ اگرچہ یہ لذیذ تر سے زیادہ

تلخ ترین ہیں مگر یہ کڑواہٹ بھی فی الواقع شیرینی سے زیادہ حلاوت آفریں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے ——— والسلام

ناچیز ——— مرتّب

۴- اپریل ۱۹۶۲ء ——— مدیر مجلّہ آئینہ

لاہور ——— شاہ عالم گیٹ

عشقِ حقیقی
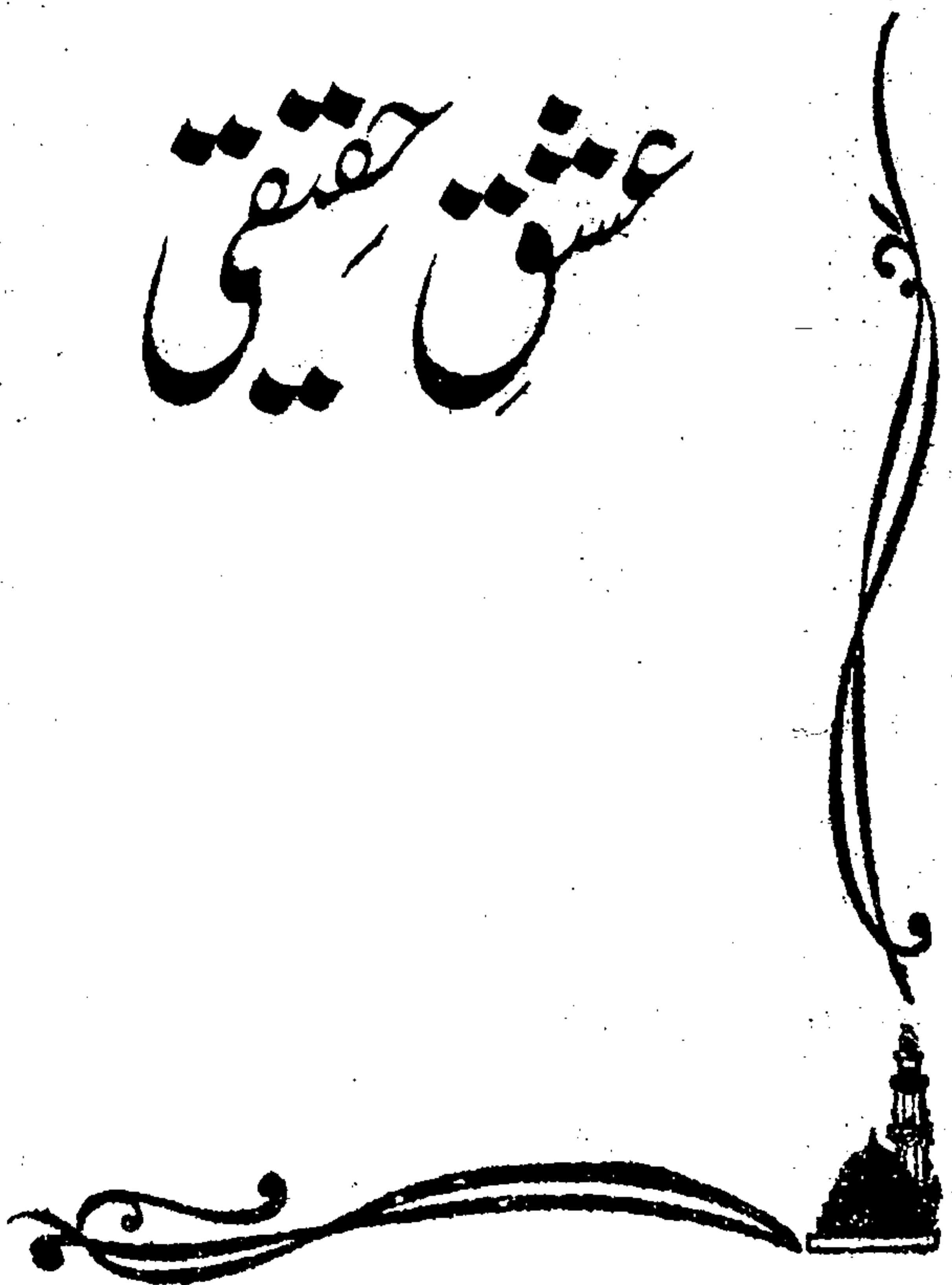
حضرت ابراہیم ادھمؒ دین و دُنیا کے بادشاہ تھے۔ حضرتؒ نے دنیا کی بادشاہت ترک کر کے درویشی لی تھی، ایک مرتبہ زمانہ شاہی میں ایک شخص حضرتؒ کے محل میں آیا اور کہا میں اس "سرائے" میں رات بسر کرنا چاہتا ہوں۔ حضرتؒ نے اُسے فرمایا "بے وقوف یہ سرائے نہیں میرا محل ہے۔" وہ بولا "لیکن آپؒ سے پہلے اس میں کون رہتے تھے اور پھر اُن سے پہلے؟"

انھوں نے کہا "مجھ سے پہلے اِس محل میں میرا باپ، اور اُنؒ سے پہلے میرے دادا رہتے تھے۔"

وہ شخص مُسکرا کر بولا "بادشاہ آپؒ ہی کہیئے یہ مکان ہُوا یا سرائے، یہاں ایک آتا ہے اور دوسرا جاتا ہے۔ حضرتؒ یہ سُن کر بہت متاثر ہوئے اور دُنیا سے دل اُچاٹ ہو گیا۔

ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے کہ ایک درویش کو روتے ہوئے دیکھا فرمایا "کیا تجھے درویشی مفت مل گئی ہے جو تو روتا ہے۔" درویش نے کہا "تو کیا درویشی کی بھی قیمت ہوتی ہے۔" فرمایا "ہاں میں نے بلخ کا مُلک دے کر اسے خریدا ہے اور جب غور کرتا ہوں تو مجھے یہ سودا سستا معلوم ہوتا ہے۔"

ایک مرتبہ حمام کا ارادہ کیا، لیکن خالی ہاتھ ہونے کی وجہ سے کسی نے اندر نہ جانے دیا۔ فرمایا "جب شیطانی گھر میں خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے تو رحمانی گھر میں ہمیں کون خالی ہاتھ گھُسنے دے گا۔"

ایک دن حضرتؒ کو کسی سے کچھ تکلیف پہنچی، حضرتؒ نے اُس کے حق میں نیک دُعا کی، اُس نے کہا یہ کیا معاملہ ہے میں نے تو آپؒ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا، فرمایا "میں تمھارے سبب بہشت کا حق دار بنا، اب یہ مناسب نہیں کہ تم میری وجہ سے دوزخ میں جاؤ۔

حضرت حسین منصور حلاجؒ جو میدانِ طریقت و معرفت کے مرد ہیں۔ حلاج اس لئے کہلائے کہ ایک دفعہ رُوئی کے انبار کی طرف انگلی سے اشارہ کیا، فوراً بنولے الگ ہوگئے اور روئی الگ۔

ایک روز لوگوں نے حضرتؒ سے پوچھا "خیر کیا ہے؟" فرمایا "یہ کہ کسی کے ہاتھ اور پیر کاٹ کر اُسے سولی پر چڑھادیں تو وہ خاطر جمع رکھے۔ چنانچہ جب حضرتؒ "انا الحق" کا نعرہ لگانے لگے تو حضرتؒ پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور کہا گیا کہ تم انا الحق نہیں ہو الحق کہو۔ بولے "میں تو وہی کہتا ہوں، لیکن تم کہتے ہو کہ وہ "گم" ہوگیا ہے۔ کہتے ہیں پہلی رات قید خانے میں حضرتؒ گم ہوگئے۔ دوسری رات بھی موجود نہ تھے، تیسری رات موجود تھے، محافظ کے استفسار پر فرمایا "پہلی رات میں دوست کے پاس تھا، دوسری رات دوست میرے پاس تھا اور آج تیسری رات اس لئے موجود ہوں کہ جو شریعت مطہرہ کا حکم ہے اُسے بجالاؤں"۔ اسی دوران میں ایک عارف نے حضرتؒ سے دریافت کیا "عشق کیا ہے؟" فرمایا "آپ کو پرسوں تک معلوم ہوجائے گا"۔ تیسرے روز حضرتؒ کو پھانسی دی گئی۔ پہلے حضرتؒ کے ہاتھ اور پیر کاٹے گئے پھر سُولی پر چڑھایا گیا۔

○

حضرت خواجہ جمال موصلیؒ جو طریقت کے چہرے کا جمال تھے، کئی سال ریاضت و عبادت کے بعد انہیں قبر کے لائق جگہ حضور سرورِ کائنات دو جہاںؐ کے قرب میں ملی، وصیت کی کہ جب میری قبر بنائیں تو اُس پر یہ کتبہ لکھ دیں "وہ کتا جو کسی صاحبِ سعادت کے پیچھے ہولیتا ہے، وہ بہتر ہے"۔

ایک دفعہ حضرت مالک دینارؒ کا ایک دہریہ سے آمنا سامنا ہُوا۔ دونوں اپنے آپ کو حق پر کہتے تھے، آخر کار دونوں نے فیصلہ کیا کہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر آگ میں سے گزریں، جو نہ جلے وہ حق پر ہے۔ دونوں نے ایسا ہی کیا، اور دونوں آگ کے ضرر سے محفوظ رہے، حضرت مالکؒ سوچ میں پڑ گئے اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ جب دہریہ جھوٹا تھا تو کیوں نہ جل گیا۔ غیب سے انہیں الہام ہُوا کہ وہ تمہاری صحبت کی برکت سے بچ گیا۔ کیونکہ آگ اللہ کے دوستوں پر حرام ہے۔

○

حضرت ابراہیم ادھمؒ فرماتے ہیں کہ جس قدر انسان مال سے تعلق رکھتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ سے رکھے تو وہ کبھی بھوکا نہ رہے، حضرت ابراہیم ادھمؒ نے جب اپنے فقر کے دبدبے کی آواز ہر طرف سُنی تو بارہا فرماتے کہ ہم جب سے فقر کی تلاش میں باہر نکلے ہیں دولت مندی خود ہمارے ہاں آتی ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے مسجدِ حرام میں ایک جوان کو دیکھا جو پھٹے پُرانے کپڑے پہنے یادِ الٰہی میں مستغرق ہے۔ میرے پاس سو درموں کی ایک تھیلی تھی، میں اُس کے پاس لے گیا، لیکن اُس نے ذرہ برابر

توخبر نہ کی' جب میں نے بہت اصرار کیا' تو وہ بولا "اے شیخ! میں ان کو دُنیا دے کر نہیں خریدنا چاہتا کہ انھیں آخرت کے بدلے خریدوں۔ جس شخص کی نظر ہمیشہ رہنے والے خزانے پر ہے وہ کیونکر دُنیا کی فنا ہونے والی دولت پر نظر ڈالے گا۔ اور جس کو حقیقی بادشاہ کا قرب حاصل ہے وہ ان عارضی حاکموں کی طرف کیونکر رغبت کرے گا۔ وہ امیر جو فقیروں کے دروازے پر آئیں' نیک بخت ہیں' اور جو فقیر' امیروں کے دروازے پر جائیں یہ اُن کی بدبختی ہے۔

ایک مرتبہ ایک بادشاہ کسی فقیر کی زیارت کے لئے گیا۔ اُس کے لئے چند دینار بھی لیتا گیا۔ اور فقیر کے آگے بطور نذرانہ رکھے' اُس نے قبول نہ کئے۔ بادشاہ نے کہا' اگر آپ دینار نہیں لیتے تو مجھ سے کچھ اور ہی مانگ لیجئے۔"

(۷)

حضرت ذوالنون مصریؒ بلند پایہ اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ حضرتؒ کا طریقِ عبادت اور مجاہدۂ نفس عقلِ بشری سے بالاتر تھا۔ اس لئے اہلِ مصر آپؒ کی ولایت کے قائل نہ تھے۔ دربارِ خلافت میں حضرتؒ کی شکایت کی گئی اور خلیفہ متوکل عباسی کے حکم سے حضرتؒ کو مصر سے بغداد لایا گیا۔ اثنائے راہ میں ایک خدا رسیدہ عورت نے حضرتؒ کو ہدایت کی کہ ذوالنونؒ خبردار حکومت کے ظلم سے نہ ڈرنا' خلیفہ بھی تیری ہی طرح خدا کا ایک عاجز بندہ ہے اور بندہ سے بندہ کا ڈرنا کیا معنی' بندہ ہر وقت مجبور ہے وہ کچھ نہیں کر سکتا۔

جب حضرتؒ دربارِ خلافت میں پیش کئے گئے تو خلیفہ نے حضرتؒ کو جیل خانے بھیجنے کا حکم دیا۔ چالیس دن حضرتؒ قید میں رہے' اس دوران میں حضرت بشر حافیؒ کی ہمشیرہ ہر روز ایک روٹی لے جا کر حضرتؒ کی خدمت میں پیش کرتیں۔ جس دن حضرتؒ کو قید سے رہا کیا گیا تو حضرتؒ کے حکم سے وہ چالیس روٹیاں محافظ زنداں نے فقراء میں تقسیم کر دیں۔ جس وقت یہ خبر حضرت بشر حافیؒ کی بہن کو پہنچی کہ حضرت ذوالنون مصریؒ نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا تو انھیں بے حد صدمہ ہوا۔ دل شکستہ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں' اور عرض کیا "حضرتؒ آپؒ کو علم ہے کہ یہ روٹیاں کسبِ حلال کی تھیں۔ خدا گواہ ہے کہ اس کے ذریعے آپؒ پر کوئی احسان کرنا مقصود نہ تھا۔ پھر آپؒ نے انھیں کیوں قبول نہیں کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا' وہ روٹیاں بے شک حلال تھیں میں جانتا ہوں' مگر وہ داروغہ جیل کے ناپاک ہاتھوں کے ذریعے آئی تھیں اس لئے میرے لئے حلال نہ تھیں۔

قید سے رہائی کے بعد دوبارہ حضرتؒ کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا تو دربارِ عام میں خلیفہ نے چند سوالات حضرتؒ سے کئے۔ حضرتؒ نے نہایت فصاحت جرأت و دلیری سے خلیفۂ بغداد کے سوالات کا اس طرح جواب دیا کہ خلیفہ اور درباریوں پر رقت طاری ہو گئی۔ خلیفہ نے اسی وقت حضرتؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ حضرتؒ کو واپس بھیج دیا۔ سچ ہے جسے اللہ تعالیٰ سے عشق ہو اس کی نظر میں دُنیا اور دُنیا کے تمام خزانے ہیچ ہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ کو تصوف میں بلند مقام حاصل تھا۔ خلیفہ وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے درباری ہمیشہ حضرتؒ کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ اور خلیفہ کے رُوبرو حضرتؒ کی کرامات کو کرشمہ سازی اور عوام کی گرویدگی کو حکومت کے خلاف بتلاتے تھے۔ خلیفہ کو بھی تشویش ہوئی اور اس نے حضرتؒ کی آزمائش کے لئے ایک ترکیب سوچی، اپنی ایک منتخب حسین و جمیل کنیز سے کہا جو حُسن و جمال اور علم و فضل میں یگانۂ روزگار تھی، کہ وہ بہترین لباس اور زیورات سے آراستہ ہوکر حضرتؒ کے پاس جائے اور بے نقاب ہوکر اُن کے قدموں پر سر رکھ دے اور پھر اُن سے کہے کہ میرے پاس مال و دولت کی کمی نہیں ہے مگر میرا دل دُنیا سے بیزار ہوگیا ہے اب میں آپؒ کی کنیز بن کر رہنا چاہتی ہوں، مجھے اپنے قدموں میں جگہ دیجئے۔ اس طرح وہ حضرت جنیدؒ کو اپنی جانب مائل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ کنیز نے خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی۔ اور ایک خدمت گار کے ہمراہ حضرتؒ کے حجرے پر پہنچی تو حضرتؒ کو یادِ الٰہی میں مُستغرق پایا۔ خادمت گار نگاہوں سے اوجھل کھڑا رہا۔ حضرتؒ نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کون شخص حجرے میں داخل ہُوا ہے، نگاہ اوپر اٹھائی۔ لیکن فوراً ہی ایک نوخیز مہ جبین کو دیکھ کر سر جُھکا لیا۔ اور آنکھیں بند کرلیں۔ کنیز نے انتہائی شائستگی اور تہذیب کے ساتھ گفتگو کا آغاز کیا۔ اور جب حضرتؒ سے اپنے عشق کا حال کہنا شروع کیا تو حضرتؒ نے سر اُٹھایا، دو مرتبہ آہ آہ زبان سے فرمایا اور اس کنیز پر ایک نظر ڈالی وہ زمین پر گر پڑی اور فوراً اس کا دم نکل گیا۔

سُلطان شمس الدین التمش حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے خلیفہ تھے، اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے منظورِ نظر تھے۔ اس بادشاہ کو خاندانِ چشتیہ سے کمال اعتقاد تھا، ظاہر میں گو بادشاہ تھا مگر دل فقیر تھا۔ ان کا قاعدہ تھا کم کھاتے، کم سوتے، تمام شب بیدار رہتے، اپنے کسی کام کے واسطے غلام اور نوکروں کو تکلیف نہ دیتے، رات کو ڈول رسّی زیرِ پلنگ رہتی تھی، تاکہ ادائے نماز تہجد کے لئے جب وضو کرنے کی ضرورت پڑے تو خود پانی بھر سکیں۔ نوکروں کی نیند خراب اور وہ بے آرام نہ ہوں۔ آخر شب گدڑی اوڑھ کر شہر میں گشت کرتے۔ جس کو تکلیف ہوتی اس کی تکلیف رفع کرتے۔ علماء کو بہت کچھ دیتے تھے۔ اشرفیوں سے تھیلیاں بھر کر اُن کے گھر میں پھینک آتے۔

سیر العارفین سے نقل ہے کہ ایک دن سلطان شمس الدین کے دل میں یہ خیال آیا کہ درگاہِ معلّیٰ حضرت قطب الاقطابؒ کے سامنے ایک حوض تیار کرایا جائے بشرطیکہ شیریں پانی نکل آئے۔ چونکہ سلطان شمس الدین بہ برکت انفاس حضرت قطب الاقطابؒ صاحبِ ولایت اور اہلِ کرامت تھے، جب کسی بات کی ان کو فکر لاحق ہوتی تو حضور رسولِ مقبولؐ کو خواب میں دیکھتے اور اس کی ترکیب حضورؐ فرماتے تو اُن کے تمام کام خود بخود پورے ہوجاتے۔ جس دن سلطان نے حوض کی تعمیر کا خیال کیا اُسی شب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضورؐ گھوڑے پر سوار

چند صحابہؓ کو ہمراہ لئے میدانِ حوض میں پہنچے اور سلطان کو طلب فرمایا، سلطان نے حاضر ہو کر پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم حوض بنانا چاہتے ہو؛ بنیاد چشمۂ شیریں کی ڈالو گے؟ سلطان نے عرض کیا یا رسول اللہؐ جس جگہ حکم ہو وہاں حوض بنادوں، اُسی وقت گھوڑے نے سم زمین پر مارا اور اُس جگہ سم کے برابر گڑھا ہو گیا اور اس میں سے آبِ شیریں جاری ہُوا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس جگہ حوض بنایا جائے۔ جب التمش نیند سے جاگے اور نماز سے فراغت پائی، تو اس جگہ حاضر ہوئے جہاں اب حوض ہے۔ گھوڑے کے سم کا نشان پایا جس میں سے آبِ شیریں جاری تھا۔ اُسی وقت حوض کی تعمیر شروع کی، بجائے سم کے ایک چبوترہ بنا کر اس کے اُوپر ایک گنبد بنایا جو اب تک موجود ہے۔ یہ حوض عجیب نورانی جگہ ہے، اکثر بزرگوں سے ثابت ہُوا ہے کہ اس حوض پر عالمِ ارواح شہدا سیر کناں آتے ہیں۔

○

حضرت شیخ خواجہ عبدالخالقؒ نے اپنے وصیت نامے میں اپنے خلیفہ و فرزندِ معنوی خواجہ اولیائے کبیرؒ کو نصیحت کی ہے کہ اے فرزند! شیخ اپنے مرید کے لئے بمنزلہ باپ کے ہے۔ بلکہ باپ سے بھی زیادہ مشفق۔ کیونکہ وہ مرید کو مقامِ قرب میں پہنچا دیتا ہے، اگر ہو سکے تو نکاح مت کرو، ورنہ طالبِ دُنیا بن جاؤ گے اور دنیا کی طلب میں دین کو برباد کر دو گے، اگر تمھارا نفس نکاح کا مشتاق ہو تو روزے رکھو اور آخرت کے غم میں رہو اور موت کو یاد کرو، طالبِ ریاست مت بنو، کیونکہ جو طالبِ ریاست ہو اُسے سالکِ طریقت نہیں کہنا چاہیئے۔ تم پر فرض ہے کہ فقر میں پرہیز و دیانت اور حلم کے ساتھ پاکیزہ رہو اور خدا تعالیٰ کے راستے میں ثابت قدم رہو۔ جاہلوں سے بچو، جان و تن و مال سے مشائخ کی خدمت کرو، اُن کے دلوں کا خیال رکھو، ان کی پیروی کرو، ان کی سیر و سلوک کو نگاہ میں رکھو، ان میں سے کسی سے غافل نہ رہو سوائے ان چیزوں کے جو شرع میں ممنوع ہیں۔ اگر تم مشائخ کا انکار کرو گے تو کبھی کامیاب نہ ہو گے۔ لوگوں سے کوئی چیز نہ مانگو، اور کل کے لئے ذخیرہ نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے ذخیروں پر بھروسہ کرو کیونکہ وہ ارشاد فرماتا ہے اے فرزندِ آدم! میں ہر روز تیری روزی تجھے پہنچا دیتا ہوں، تو اپنے تئیں تکلیف نہ دے۔ اللہ تعالیٰ پر متوکل رہ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اُس کے لئے کافی ہے۔ اے فرزند جان لو کہ رزق قسمت میں لکھا ہوا ہے۔ جواں مرد اور سخی بنو، جو کچھ خدا تعالیٰ نے تم کو دیا ہے تم اُس کے محتاج بندوں پر خرچ کرو، بخل و حسد سے دُور رہو، کیونکہ بخیل و حاسد قیامت کے دن دوزخ میں ہوں گے۔

○

حضرت ابراہیم ادھمؒ جب سلطنت چھوڑ کر اطاعتِ الٰہی میں مشغول ہو گئے تو حضرتؒ کے ایک صاحبزادے نے آپؒ کو بے حد تلاش کیا، آخر ایک دفعہ دیکھا کہ حضرتؒ دریا کے کنارے درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے اپنا خرقہ سی رہے تھے۔ صاحبزادے نے سلام عرض کیا اور عرض کیا "یہ کیسی زندگی آپؒ نے اختیار کر رکھی ہے، اِس

تنہائی اور وحشت سے کیا حاصل؟" حضرت ابراہیم ادھمؒ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ جب شہزادے نے دیکھا کہ آپؒ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا تو شہزادے نے غصے سے سوئی حضرتؒ کے ہاتھ سے لے کر دریا میں پھینک دی اور کہا۔ یا تو آپؒ مجھے سوئی نکال کر دکھائیں، یا پھر گھر چل کر سلطنت سنبھالیں۔ حضرتؒ نے فرمایا۔ بیٹا! سوئی اب کس طرح نکل سکتی ہے، لیکن جب شہزادہ کسی طرح راضی نہ ہوا تو حضرتؒ نے مچھلیوں کو سوئی لانے کا حکم دیا۔ شہزادے نے دیکھا کہ مچھلیاں ہزاروں سوئیاں منہ میں لئے حاضر ہوگئیں۔ شہزادے نے کہا "میں تو وہی سوئی چاہتا ہوں، جو میں نے پھینکی ہے۔ اتنے میں ایک بہت بڑی مچھلی نے نمودار ہو کر کہا "میں اس سوئی کو حضرت خضرؑ کے لئے بطور تبرک لئے جارہی تھی، حضرتؒ کے احترام میں واپس لائی ہوں۔ شہزادہ اس واقعہ سے بہت متاثر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت میں حائل ہونے کی کوشش کی تھی۔ مجھے معاف کیجئے اور اپنے قدموں میں رہنے کی اجازت دیجئے۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا۔ بیٹا! تم واپس جاؤ جو اپنے پروردگارِ عالم کی یاد میں محو ہوا اُسے کسی چیز سے سروکار نہیں ہوتا۔

○

حضرت خواجہ خضرویہؒ جلیل القدر بزرگ تھے، ایک مرتبہ آدھی رات تک عبادت کرنے کے بعد آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ نیم خوابی کی حالت تھی کہ ایک کھٹکے سے حضرتؒ ہوشیار ہوگئے۔ دیکھا کہ ایک چور دیوار پھاند کر اُتر رہا ہے۔ حضرتؒ خاموشی سے لیٹے ہوئے اس چور کی تمام حرکات دیکھتے رہے۔ چور نے یہ سمجھ کر کہ آپؒ سو رہے ہیں، دبے پاؤں ادھر ادھر مال و دولت کی تلاش شروع کی، کمرے کے اندر گیا، بہت ڈھونڈا، کچھ نہ ملا، گھر کا کونہ کونہ چھان مارا مگر کوئی چیز حضرتؒ کے گھر سے اس کے ہاتھ نہ لگی، ناچار مایوس ہو کر واپس جانے کے لئے بڑھا تو حضرتؒ نے اسے آواز دی، وہ گھبرا کر لوٹا تو حضرتؒ نے فرمایا۔ "خدا کے بندے تمھیں بہت افسوس ہوا ہوگا جو ایسے گھر میں آئے جہاں سے نامراد واپس جارہے ہو، مگر میں نہیں چاہتا کہ تم خالی ہاتھ جاؤ۔ لوٹ کر آؤ، کنوئیں سے پانی نکالو اور وضو کر کے نماز پڑھنی شروع کر دو تاکہ اس عرصہ میں کوئی خدا کا بندہ اگر میرے لئے کچھ لے آئے تو وہ سب کا سب میں تمھیں دے دوں۔"

چور بہت حیران ہوا، اور سوچنے لگا کیا کروں، کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ لوٹا اور ڈول میں پانی لینے کنوئیں پر چلا گیا۔ وضو کیا اور نماز میں مصروف ہوگیا۔ حضرتؒ بھی اُٹھ کر عبادت میں مصروف ہوگئے۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ علی الصبح کسی شخص نے دروازہ پر آکر دستک دی۔ حضرتؒ نے چور سے کہا "جاؤ دیکھو دروازے پر کون آیا ہے"۔ چور دروازے پر گیا اور ایک شخص کو ہمراہ لے کر واپس آیا، یہ شخص حضرتؒ کا عقیدت مند تھا، اُس نے آتے ہی سو دینار کی تھیلی حضرتؒ کے سامنے رکھ دی۔

حضرتؒ نے چور سے فرمایا، لو یہ رقم لے لو تمہارا خالی ہاتھ واپس جانا ہمیں ناگوار گزر رہا تھا، چور جو خاموشی سے آپؒ کی یہ کرامت دیکھ رہا تھا، حضرتؒ کے قدموں پر گر پڑا، اور رقم لینے سے انکار کر دیا اور بولا، آپؒ کے فرمانے سے میں نے ایک رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تو اس کا صلہ ایک سو دینار کی صورت میں مل رہا ہے، جو عمر ضائع ہو چکی اس کا افسوس ہے آیندہ کے لیے توبہ کرتا ہوں کہ چوری نہیں کروں گا۔ چنانچہ حضرتؒ کے ہاتھ پر چور نے بیعت کر لی اور مریدانِ خاص میں اس کا شمار ہُوا۔

○

حضرت شیخ قطب الدین منورؒ نظام الدین اولیاؒ کے خلیفہ تھے۔ اتفاق سے ایک بار سلطان علاقہ ہانسی کا دورہ کر رہا تھا، جب ہانسی کے قریب قیام کیا تو اپنے ایک مصاحب مخلص الملک نظام الدین کو ہانسی کے معائنے کے لئے بھیجا۔ نظام الدین جب شہر میں داخل ہوا تو لوگوں کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہُوا آگے بڑھتا گیا۔ جب شیخ قطب الدین منورؒ کے مکان کے قریب پہنچا تو اہلِ شہر سے پوچھا کہ یہ مکان کس کا ہے۔ اہلِ شہر نے بتایا کہ یہ مکان شیخ قطب الدین منورؒ خلیفہ حضرت نظام الدین اولیاء کا ہے یہ سُن کر وہ کہنے لگا، تعجب ہے کہ سلطانِ وقت نے اس جگہ نزول فرمایا ہے اور خلیفہ نظام الدین اولیاءؒ ان سے ملنے کے لئے نہیں آئے۔ نظام الدین شہر کا دورہ ختم کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور ان سے عرض کیا کہ خلیفہ نظام الدین اولیاؒ اس جگہ رہتا ہے بڑا مغرور ہے پہلے اُس نے عطیہ سلطانی کو لوٹا دیا، اب سلطان سے ملنے بھی نہیں آیا۔ سلطان نے اسی وقت حسن کو حکم دیا کہ تم جا کر قطب الدین منورؒ کو اپنے ساتھ لاؤ، جب وہ حضرت شیخؒ کے درِ دولت پر پہنچا تو حضرتؒ کے صاحبزادہ باہر آئے۔ حسن نے کہا شیخؒ صاحب سے کہہ دو کہ سلطان آپؒ کو طلب کرتے ہیں۔ شیخؒ نے حسن سے فرمایا تم کو کچھ اختیار ہے۔ حسن نے کہا مجھ کو کچھ اختیار نہیں بلکہ یہ حکم ملا ہے اسی وقت شیخؒ کو سلطان کے روبرو پیش کرو۔ حضرت شیخؒ نے اہلِ خانہ کو خدا کے سپرد کیا، مصلیٰ بر دوش پیدل روانہ ہوئے، ہر چند حسن نے عرض کیا، گھوڑا حاضر ہے مگر شیخؒ نے قبول نہیں کیا۔

جب حضرت شیخؒ اپنے دادا اور والد کے مقبرے کے قریب پہنچے تو حضرتؒ پر وجد طاری ہُوا۔ شیخؒ نے حسن سے دریافت کیا کہ اگر حکم ہو تو بزرگوں کی زیارت کر لوں۔ حسن نے کہا شوق سے کیجئے حضرت شیخؒ نے مزارات کے قریب جا کر باآوازِ بلند کہا، مَیں سلطان کی خدمت میں جا رہا ہوں، اہلِ خانہ تنگ دست ہیں ان کے لئے پیچھے کچھ بھی نہیں۔ اُسی وقت غیب سے ایک شخص ظاہر ہُوا اور ایک تھیلی روپیوں سے بھری ہوئی پیش کی۔ شیخؒ نے فرمایا کہ اس کو میرے گھر پہنچا دو تاکہ گھر کے اخراجات چلتے رہیں اس کے بعد شیخؒ لشکرِ سلطان میں پہنچے۔ حسن نے سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، شیخؒ آ گئے ہیں۔

سلطان نے از راہِ غرور شیخؒ کو اپنے رُوبرُو طلب نہیں کیا بدستور دورہ کرتا ہوا بہت دنوں بعد دہلی میں آیا۔ حضرتؒ بھی لشکر کے ہمراہ تھے۔ دہلی میں شیخؒ کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ شیخؒ کے دیکھتے ہی اُس پر ایسی ہیبتِ الٰہی چھائی کہ اُٹھ کر شیخؒ کی تعظیم کی اور مصافحہ کیا۔ شیخؒ نے دستِ سلطان کو اتنا مضبوط پکڑے رکھا کہ چند لمحوں میں جبّار، ظالم سلطان شیخؒ کے قدموں میں آرہا۔ پھر شیخؒ نے سلطان کو ایسی باتیں سُنائیں کہ سلطان بہت خوش ہُوا اور کہا جو آپؒ کا مقصد ہو پورا کروں، جو خدمت بھی آپؒ فرمائیں گے دل سے بجالاؤں گا۔

شیخؒ نے فرمایا میرا مقصد یہی ہے کہ یہاں سے رخصت ہو کر اپنے گوشے میں جاؤں۔ سلطان نے بخوشی شیخؒ کو رخصت کیا اور ایک لاکھ روپے نذرانہ پیش کیا۔ حضرتؒ نے لینے سے انکار کر دیا۔ جب بہت مجبور کیا گیا تو حضرتؒ نے ایک ہزار روپیہ لے کر آستانہ بختیار کاکیؒ اور حضرت سلطان المشائخؒ پر بھیج دیئے تاکہ راہِ خدا میں تقسیم کر دیئے جائیں اور خود ہانسی تشریف لے گئے۔

حضرت اشرف جہانگیریؒ کی مجلس میں ایک دفعہ علی قلندر مع پانچ سو قلندران کفن پوش آئے اور کہا کہ جہانگیریؒ آپؒ نے کہاں سے حاصل کی ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا "اپنے پیر و مرشد سے" علی قلندر نے کہا اس کی تصدیق کیونکر ہو، یہ سُن کر حضرتؒ کو جلال آیا اور فرمایا کہ میں جہانگیرؒ ہوں۔ یہ فرماتے ہی علی گرا اور مر گیا۔ اس کے ہمراہی اپنا قصور معاف کرا کے حضرتؒ کے مُرید ہوئے

ایک دن چند ہندو جوگیوں کی آپؒ سے بحث ہوئی، حضرتؒ نے انھیں نصیحت کی کہ وہ بُت پرستی چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں جو سب کا خالق ہے، جوگیوں نے کہا، ہم کیونکر آپؒ کی بات مان لیں۔ حضرتؒ نے کہا ہم تم کو ابھی بتاتے ہیں، یہ کہہ کر حضرتؒ نے ایک بُت کو طلب کیا وہ فوراً حاضر ہوا اور اپنی زبان سے حضرتؒ کی تعریف کی، یہ کرامات دیکھ کر وہ سب مسلمان ہو گئے۔

حضرت شیخ علیم الدینؒ حضرت شیخ سعداللہؒ کے فرزند و خلیفہ تھے۔ حضرت شیخ سعداللہؒ رات دن شراب پیتے تھے۔ علماء نے آپؒ کی شکایت آپؒ کے والد سے کی، حضرتؒ کے والد نے پہلے تو منع کیا کہ اس بُری عادت کو ترک کر دو، مگر ان کی یہ کیفیت ہو گئی کہ کھانے پینے میں جو بھی پانی استعمال ہوتا وہ شراب ہو جاتا۔ ایک روز حضرتؒ نے اپنے مصاحبوں سے کہا کنوئیں سے پانی لاؤ، پانی کنوئیں میں سے نکلتے ہی شراب ہو گئی۔ دریا سے پانی منگایا گیا، دیکھا تو وہ بھی شراب ہو گئی۔ جب شیخ سعداللہؒ کا وقتِ رحلت قریب آیا تو اپنے چھوٹے صاحبزادہ حضرت شیخ معین الدینؒ کو طلب کیا، معلوم ہوا کہ وہ موجود نہیں ہیں۔ آخر فرمایا کہ اس خراباتی

کو لاؤ۔ آپؒ اُس وقت سماع خانے میں تھے۔ جو شخص بُلانے گیا تھا اس کی شکل دیکھ کر آسمان کی طرف دیکھا اور ساقی سے کہا کہ ایک جام تقدیر میں اور رہے وہ بھی دے دے۔

ساقی نے جام دیا، حضرتؒ نے اس کو پی کر زمین پہ دے مارا اور والد ماجدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت سعد اللہؒ نے خرقۂ خلافت اور امامتِ خواجگانِ چشت ان کو عطا کی اور پھر رحلت فرمائی۔ والدِ محترم کے انتقال کے بعد صاحب سجادہ ہوئے، اتنے متقی اور پارسا ہوئے کہ مقتدائے شریعت و طریقت کہلائے۔

○

حضرت شیخ جلال الدینؒ نے کئی حج ظاہری طور پر ادا کیے، حضرتؒ ہمیشہ نمازِ جمعہ مکہ معظمہ میں ادا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرتؒ کے دل میں خیال آیا کہ اگر حضور نبی اکرمؐ کی اجازت ہو تو کبھی پانی پت میں اور کبھی مکہ معظمہ میں نماز ادا کروں۔ اسی شب سرکارِ دو جہاںؐ خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اے جلالؒ! تیرا کعبہ تیرے پاس ہے، یعنی میرے فرزند سید محمودؒ کے پاس تیرے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ اس روز سے حضرت سید محمودؒ کے مزار پہ جا کر نمازِ جمعہ پڑھا کرتے۔ ایک روز فرزندوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنی عمر میں سے کچھ مخدوم جہانیاںؒ کو دے دوں کیونکہ ان کی عمر ختم ہو چکی ہے۔ تمھاری اس سلسلے میں کیا رائے ہے؟ فرزندوں نے عرض کیا کہ ہم کیونکر یہ برداشت کر سکتے ہیں کہ حضرتؒ کی عمر کسی دوسرے کو مل جائے۔ مگر خواجہ شبلیؒ نے عرض کیا اگر فرمانِ حق اسی طرح ہو تو تامل نہ ہونا چاہیئے۔ دوست کا حکم رد نہ ہونے پائے۔ یہ سُن کر حضرتؒ اُٹھے اور صاحبزادہ عبد القادرؒ کو ساتھ لیا اور فرمایا کہ میرے پیر پہ اپنے پیر رکھ دو، اور آنکھیں بند کر لو، صاحبزادے نے والدِ محترم کے حکم کی تعمیل کی۔ جب آنکھیں کھولنے کا حکم دیا تو آنکھیں کھول دیں۔ صاحبزادے نے خود کو دہلی میں مخدوم جہانیاںؒ کے پاس پایا۔ اس وقت مخدوم جہانیاںؒ حالتِ نزع میں تھے۔ حضرتؒ ان کے سرہانے کھڑے ہو گئے اور سلام علیک کہی۔ انھوں نے آنکھیں کھول کر سلام کا جواب دیا۔ حضرتؒ نے مخدوم جہانیاںؒ کو گلے سے لگایا اور فرمایا کہ اُٹھو، وہ فوراً اُٹھ بیٹھے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ وضو کرو۔ جب وہ وضو سے فارغ ہوئے، فرمایا کہ دوگانہ ادا کرو۔ دوگانہ ادا کرنے کے بعد حضرتؒ نے فرمایا کہ بحکم خدا میں نے اپنی عمر کے چند سال تم کو دیئے۔ یہ فرما کر وہاں سے باہر آئے اور جس طرح تشریف لائے تھے اسی طرح واپس پانی پت آ گئے۔

مخدوم جہانیاںؒ کو صحت کُلی ہو گئی۔ سلطان اس واقعہ کو سُن کر اپنے پیر و مرشد مخدوم جہانیاںؒ کی خدمت میں حقیقتِ حال دریافت کرنے آیا۔ مخدوم جہانیاںؒ نے فرمایا کہ شیخ جلال الدینؒ پانی پت سے

آئے تھے، انھوں نے میرے حق میں دُعا فرمائی اور اپنی عمر سے دس سال مجھے بخش کر چلے گئے ہیں۔

○

حضرت میاں گھوڑا شاہ سالک مجذوب تھے۔ حالتِ جذب میں مثل گھوڑے کودتے پھاندتے، اگر راستے میں کنواں یا نالہ آجاتا تو پھاند کر پار ہو جاتے تھے۔

نقل ہے کہ ایک بار ٹونک کی طرف جا نکلے اور راغد گڑھ پہنچ کر راجہ کے محل میں مقیم ہوئے۔ اُن دنوں بارش نہ ہونے کی وجہ سے تمام مالوہ پریشان تھا۔

ایک دن حضرت اپنے گھوڑے کو پانی پلانے چلے، لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تکلیف نہ کریں، نوکر پانی پلا لائیں گے تالاب خشک پڑا ہے۔ حضرت نے کسی کی نہ سُنی، گھوڑا لیئے ہوئے تالاب کے بیچ میں جا پہنچے اور باگ تھام کر بیٹھ گئے۔ تمام شہر میں شہرت ہوگئی کہ ایک فقیر اپنے گھوڑے کو پانی پلانے کے لیئے تالاب میں بیٹھا ہے، لوگوں نے حضرت کو واپس لانے کی کوشش کی، حضرت نے تالاب سے باہر آنے سے انکار کر دیا۔ دوسرے دن ایک بادل آیا اور ایسا پانی برسا کہ تالاب بھر گیا۔ گھوڑا تیر کر کنارہ پر آیا۔ اور حضرت تالاب کے بیچ غوطہ کھانے لگے۔ راجہ اپنے مصاحبین کی مدد سے حضرت کو تالاب سے نکال کر محل میں لے آیا اور عزت سے محل میں ٹھہرایا۔ اور کچھ دنوں بعد ٹونک کی طرف روانہ ہوئے، چونکہ حضرت سے بہت لوگ واقف تھے، دوڑ کر نواب کو خبر دی کہ حضرت میاں گھوڑا شاہ تشریف لائے ہیں۔ چونکہ نواب وزیرالدولہ والئی ٹونک نہایت پابندِ شریعت تھے۔ امتحان کے لیئے ایک گٹھا گھاس، چار سیر چنے، ایک مشک پانی کی بھیج دی۔ جب وہ سامان حضرت کے سامنے پیش کیا گیا تو حضرت نے خادم سے فرمایا کہ گھوڑے کو باندھ دے۔ حضرت گھوڑے کے تھان پر جا کھڑے ہوئے۔ کئی پولے گھاس، دانہ اور ایک مشک پانی گھوڑے کی طرح پیا، اور گھوڑے کی سی لید کی، اور خادم سے فرمایا کہ گھوڑا شاہ کا یہ تبرک نواب کے پاس لے جا۔ خادم نے نواب سے حضرت کی کرامات بیان کیں۔ نواب خود حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کیا کہ یہ لوازمہ تو میں نے حضرت کے گھوڑے کے لیئے بھیجا تھا، نہ کہ حضرت کے لیئے۔ حضرت نے فرمایا۔ تم نے جیسا چاہا تھا، ویسے ہی ہُوا۔

○

مرزا روشن بخت نے اپنے مریدوں کو نصیحت فرمائی کہ اس دُنیا میں عیش کے سامان جمع کرنا بیکار ہے کیونکہ یہ دُنیا فانی ہے۔ اس میں مسافروں کی سی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ مسلمان تو وہی ہے جو اسبابِ دنیا کی بجائے اسبابِ آخرت جمع کرتا ہے، اور ہر وقت اسی کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ مسلمان کی آخری منزل

وہی ہے جہاں اُسے خاک نشین ہونا پڑتا ہے اور وہ خاک میں مل جاتا ہے۔ پس موت کی فکر سے بہتر کوئی فکر نہیں۔ ایک شخص نے حضرتؒ سے دریافت کیا، اسبابِ موت کیا ہیں؟ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وقت اس کو یاد رکھنا اور نیک عمل کرنا۔

حضرت شیخ نظام الدین بلخاریؒ بارہ سال مادرِ شکم میں رہے۔ بارھویں سال جب آپؒ کی ولادت ہوئی تو آپؒ کی والدہ ماجدہ نے آپؒ کو مخاطب کرکے فرمایا "پیارے بیٹے! میں نے تمھارے لئے کڑوی دوائیں کھائی ہیں۔" یہ سُن کر حضرتؒ نے آنکھیں کھولیں اور مسکرا کر فرمایا کہ تمام دوائیں میں نے بھی کھائی ہیں۔ میں بارہ سال آپؒ کے شکم میں معتکف رہا ہوں۔ چالیس دن کے بچے سے یہ باتیں سُن کر حضرتؒ کی والدہ ماجدہ گھبرا گئیں اور اسی صدمے سے جان بحق ہو گئیں۔ حضرتؒ کی پھوپھی نے آپؒ کی پرورش کی۔ جب حضرتؒ سن بلوغ کو پہنچے تو آپؒ نے اجودھن کے ایک مدرسے میں درس کی تکمیل کی۔ ایک رات حضرت باباصاحبؒ کو خواب میں دیکھا کہ باباصاحبؒ نے آپؒ کے سر پر کلاہ رکھی اور فرمایا کہ اے فرزند اللہ تعالٰی نے تجھے فقیری عطا کی۔ تم پہلے حرمین شریف کی زیارت کا شرف حاصل کرو۔ صبح حضرتؒ نے خواب کی تمام کیفیت اپنے والد بزرگوار سے عرض کی اور اجازت چاہی۔ حضرتؒ جب مکہ معظمہ سے واپس آئے تو عادل شاہ نے آپؒ کا استقبال کیا اور نذرانہ پیش کیا۔ حضرتؒ نے قبول نہ فرمایا۔

روایت ہے کہ حضرتؒ نے پانچ حج کئے۔ مگر چلنے میں کبھی پُشت کعبہ کی طرف نہیں کی اور نہ جوتی پہنی۔ حضرتؒ ہمیشہ ایک کُوزے میں بچھو اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ جب نیند کا غلبہ ہوتا آپؒ اس کُوزے میں اپنا دست مبارک ڈالتے اور بچھو آپؒ کے دست مبارک پر ڈنک مارتا اور آپؒ درد کی تکلیف سے جاگتے رہتے۔ حضرتؒ چھ ماہ بعد اپنے ہاتھ سے کچھ پکا کر افطار کرتے اور یاروں کو تقسیم فرماتے۔ حضرتؒ جن دنوں بُرہان پور میں ٹھہرے ہوئے تھے تو شیخ محمودؒ آپؒ کی خدمت میں وضو کے لئے پانی لایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرتؒ نے شیخ کو پکارا۔ معلوم ہُوا کہ شیخ حضرتؒ کے لئے ندی سے پانی لینے گئے ہیں۔ حضرتؒ نے افسوس فرمایا اور عصا زمین پر مارا۔ زمین سے پانی چشمہ کی طرح اُبل پڑا۔ جب حضرتؒ اس جگہ سے چلے تو پانی بھی آپؒ کے پیچھے چل پڑا۔ حضرتؒ نے فرمایا اے پانی جلدی نہ کر اور میرے ساتھ نہ چل۔ اُسی وقت پانی زمین میں غائب ہو گیا۔

حضرت بایزید بتباک ترکیؒ مشائخ وقت تھے۔ ایک دن دورانِ سماع حضرتؒ نے فرمایا کہ کوئی ہے

جو خدا سے ملنا چاہتا ہے تو میرے روبرو آئے تین مرید اُٹھے اور حضرتؒ سے مصافحہ کرتے ہی واصل حق ہوئے۔
ایک مرتبہ حضرتؒ نے پھر دورانِ سماع میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص خدا سے ملنا چاہتا ہے تو میرے روبرو آئے۔
ایک شخص اپنی جگہ سے اُٹھا حضرتؒ کے اور اپنے درمیان آگ کی دیوار کھڑی دیکھ کر مصافحہ نہ کر سکا۔

حضرتؒ کی زوجہ محترمہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرتؒ کو نمازِ فجر کے وقت دیکھا حضرتؒ کبھی ضعیف کی شکل میں نظر آتے کبھی بالکل نوجوان دکھائی دیتے۔ کبھی شیر کے روپ میں غرّاتے نظر آتے۔ مَیں حضرتؒ کو شیر کے روپ میں دیکھ کر ڈری۔ مجھے ڈرتا دیکھ کر حضرتؒ اصلی حالت میں جلوہ گر ہوئے اور فرمایا مت ڈرو۔ شیرانِ حق کے گھر جنگلی شیر نہیں آتے۔

ایک مرتبہ آپؒ سفر میں تھے۔ راستے میں ایک آدمی کی کھوپڑی پڑی تھی۔ آپؒ اس سے باتیں کرنے لگے۔ اس کی حالت دریافت فرما کر اس کے واسطے دعا کی اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

○ حضرت شیخ حاجی گگنؒ

حضرت شیخ حاجی گگنؒ حضرت پیر کبارؒ کی اولادیں سے ہیں۔ آپؒ نے سات حج کئے۔ چہرہ پر ہمیشہ نقاب ڈالے رہتے تھے تاکہ آپؒ کی نظر کسی نامحرم پر نہ پڑ جائے۔ آپؒ جذبۂ حق سے سرشار ہونا چاہتے تھے لیکن آپؒ کامیاب نہ ہوتے۔ ساتویں مرتبہ جب آپؒ حج کے لئے تشریف لے گئے، وہاں جاکر خانہ کعبہ کے روبرو بہت گریہ وزاری کی۔ غیب سے ندا آئی تو شیخ علیسیؒ کے پاس جا، وہاں تیری مراد پوری ہوگی آپؒ ہندوستان تشریف لائے اور شیخ علیسیؒ کی خدمت میں پہنچے۔ شیخ علیسیؒ مشرب ملامتیہ رکھتے تھے۔ اکثر شراب پیا کرتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر آپؒ کا اعتقاد جاتا رہا۔ اور اُن سے ملنے سے انکار کر دیا۔ شیخ علیسیؒ نے نورِ باطن سے معلوم کرکے بلند آواز سے کہا۔ تو جس کے پاس گیا ناکام لوٹا، آخر کعبہ سے معمور ہو کر میرے پاس آیا۔ اور ملاقات ہونے سے پہلے ہی گھبرا گیا۔ یہ بات عقل کے خلاف ہے۔ یہ سُنتے ہی حضرتؒ نے بصدقِ اعتقاد سر اپنا شیخ عیسےؒ کے قدموں پر رکھا اور بیٹھے رہے۔ شیخؒ نے شراب کی بوتل کی طرف اشارہ کیا کہ اس کو اُٹھا کر میرے پاس لا، حضرتؒ نے کسی قدر تامل کیا۔ شیخؒ نے خود اُٹھ کر بوتل اٹھائی اور تمام شراب ان کے حلق میں ڈال دی۔ اس وقت یہ بےخود ہو گئے۔ جب ہوش آیا ظاہری لباس اُتار کر لباسِ محبت پہن لیا۔ دنیا اور اہلِ دنیا سے کم التفات کرتے تھے۔ ہر وقت آگ آپؒ کے روبرو روشن رہتی تھی، جو کچھ نذرانہ آتا اس کو آگ میں ڈال دیتے۔ ایک افغان بے اولاد آیا اور دُعا چاہی کہ میرے گھر اولاد ہو۔ فرمایا کہ پہلا لڑکا مجھ کو دے تو تیرے بہت سی اولاد ہوگی۔ میں دُعا کرتا ہوں، اللہ تعالےٰ قبول کرے گا۔ جب پہلا لڑکا پیدا ہوا افغان نے اس لڑکے کو لا کر شیخ کی

نذر کیا۔ شیخؒ نے بچے کو لے کر آگ میں ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر افغان بہت گھبرایا اور کہا میں نے اس کو آگ میں ڈالنے کے لئے آپؒ کی خدمت میں پیش نہیں کیا تھا۔ آگ میں سے نکال کر مجھے دیجئے۔ آپؒ نے فرمایا کہ میں نے تیرے لڑکے کو جلایا نہیں۔ اپنے گھر جا' اس کو گہوارے میں پائے گا۔ جب وہ شخص گھر پہنچا تو بچے کو گہوارے میں کھیلتا پایا۔

○

حضرت شیخ حاجی عبدالکریم چشتیؒ حضرت شیخ مخدوم الملک عبداللہ انصاریؒ کے فرزند اور شیخ نظام الدین بلخی صابریؒ کے مرید تھے۔ آپؒ نے دو مرتبہ حج کیا۔ ایک مرتبہ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ اور دوسری مرتبہ اپنے چند مریدوں کے ساتھ۔ تیسری مرتبہ جب آپؒ حج کے لئے تشریف لے گئے تو راستہ بھٹک گئے۔ ایسی جگہ جہاں پانی نہ تھا۔ آپؒ کے مریدوں کو پیاس کی شدت ستانے لگی' آپؒ نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی' ایک تیتر آپؒ کے سر پر سے گذرا' آپؒ نے قیاس کیا کہ قرب و جوار میں پانی ضرور ہے۔ چند قدم چلے تھے کہ پانی کا چشمہ ملا' سب نے غسل کیا۔ ایک دن آپؒ پیر زہدیؒ کی فاتحہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک شخص حضرتؒ کو ملا اور کہنے لگا کہ آج حج کا دن ہے۔ کتنا مبارک ہے۔ وہ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں جنھیں خانہ کعبہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوگا اور ایک ہم ہیں کہ اس دولت سے محروم ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے کہ حاجیوں کے ساتھ شریک ہو جائے تو آنکھیں بند کر لے۔ اُس شخص نے آپؒ کے حکم کی تعمیل کی' اور اپنے پاؤں حضرتؒ کے پیروں پر رکھے۔ جب آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو حضرتؒ کے ہمراہ میدانِ عرفات میں پایا۔ مناسک حج ادا کئے اور اسی طرح حضرتؒ کے ہمراہ واپس چلا آیا۔ وہ شخص حضرتؒ سے بہت خوش ہوا اور اُس نے حضرتؒ کی ان بے پناہ مہربانیوں کا شکریہ ادا کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا۔ تم تو یہ سمجھتے تھے کہ اور لوگ حج کا ثواب کما رہے ہیں اور ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ لیکن حقیقت میں خداوند تعالیٰ نے ہم پر اپنی مہربانیوں اور عنایات کی اتنی بارش کی ہے کہ جب ہم آنکھ بند کر لیتے ہیں در کعبہ ہمارے سامنے ہوتا ہے اور جب ہم آنکھیں کھولتے ہیں تو لوگوں میں ہوتے ہیں۔ لیکن ہم نہیں چاہتے تھے کہ خدا کی یہ عنایت سب پر آشکارا ہو' جب تمھیں بے قرار دیکھا تو دل بے قرار ہو گیا۔

○

حضرت شیخ ابوسعید چشتی صابری گنگوہیؒ حضرت بندگی جلال الدین تھانیسریؒ کے نواسے تھے۔ کچھ عرصہ تک خود کو دُنیا کی نظروں سے پوشیدہ رکھا' جب عشق کا غلبہ ہُوا تو اپنے نانا شیخ جلال الدینؒ کے مُرید ہوئے۔

روایت ہے کہ ایک شخص حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ طلبِ حق میں آیا ہوں ، مگر قوتِ ریاضت و مجاہدہ نہیں رکھتا۔ چاہتا ہوں کہ نظرِ کیمیا اثر سے مجھے خدا تک پہنچا دیجیے حضرتؒ نے عصا ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ میں طالبِ خدا کو تین ضرب میں خدا رسیدہ کرتا ہوں' یہ کہہ کر اس شخص کے سر پہ عصا مارا اور اُس پہ عالمِ ملکوت منکشف ہوا۔ دوسری مرتبہ عصا مارا اُس پہ عالمِ جبروت کھُل گیا۔ تیسری مرتبہ عصا مارا عالمِ شہود سے بہرہ مند ہُوا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ تین روز مست اور بے خود رہا۔ جب ہوش آیا' حضرتؒ کا مرید ہو کر صاحبِ کمال ہوا۔

روایت ہے کہ ایک بار حضرتؒ کی کسی کرامت کے متعلق شیخ محمد صادق نے حضرتؒ سے دریافت کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی بصیرت دی ہے اس کا شکر ادا کرو اور اسی کی عبادت میں مشغول رہو!

○

حضرت بندگی شیخ محمد صادقؒ حضرت شیخ ابوسعید چشتی صابری گنگوہیؒ کے خلیفہ تھے۔ ایک مرتبہ حضرتؒ سہارن پور کے ایک بازار سے گذر رہے تھے' حضرتؒ کی نظر ایک مہاجن پر پڑی۔ اس نے بھی حضرتؒ کی طرف دیکھا اور مسلمان ہو کر حضرتؒ کا مرید ہوا۔ ایک بار حضرتؒ جگن ناتھ کے بازار کی سیر کر رہے تھے کہ حضرتؒ کی نظر ایک بُت پہ پڑی۔ آپؒ نے دیکھا کہ ہندو اس کی پُوجا میں مصروف ہیں۔ حضرتؒ بھی محوِ تماشا ہو گئے۔ بُت نے آپؒ سے ہم کلام ہو کر آپؒ کی تعریف کی' یہ کشف دیکھ کر بہت سے ہندو مسلمان ہو گئے۔

شیخ عبدالحق حضرتؒ کا مرید تھا اور ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ ایک دن حضرتؒ اُس کے باغ میں سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ آپؒ کا مُرید ابھی غیر شادی شدہ تھا۔ آپؒ نے مُرید سے فرمایا چند دانے انار کے لے آؤ' وہ تلاش کے بعد چھ دانے پکے انار کے اور ایک دانہ کچّا لے آیا۔ حضرتؒ نے ان کو نوش فرما کر ارشاد کیا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری منکوحہ سے تم کو چھ لڑکے تندرست اور ایک لڑکا بیمار عطا فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ چھ لڑکے تندرست پیدا ہوئے اور ایک گونگا پیدا ہُوا۔ کئی سال بعد حضرتؒ پھر اس گاؤں میں تشریف لے گئے۔ اہلِ دیہات آپؒ کی خدمت میں مٹھائی لے کر آئے۔ حضرتؒ نے تمام مٹھائی گاؤں کے بچّوں میں تقسیم کر دی۔ عبدالحق کے لڑکوں نے اپنے گونگے بھائی کی مٹھائی بھی چھین لی۔ وہ رونے اور شور و غل مچانے لگا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اُس کو ہمارے سامنے لے آؤ۔ جب وہ لڑکا حضرتؒ کے سامنے لایا گیا' حضرتؒ نے اپنا لعابِ دہن اس کے مُنہ میں ڈال دیا۔ اُسی وقت وہ لڑکا باتیں کرنے لگا۔

○

شیخ داؤدؒ شیخ جلال الدینؒ کے عُرس میں شرکت فرما کر واپس لوٹ رہے تھے کہ راستے میں ڈاکو مل گئے، مگر بوجہ ہیبت حضرتؒ کو لُوٹنے سے باز رہے۔ حضرتؒ کا ایک خادم پیچھے رہ گیا تھا ڈاکوؤں نے اُسے لوٹ لیا۔ وہ روتا ہُوا حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرتؒ نے غصّے سے فرمایا کہ اس گاؤں میں آگ کیوں نہیں لگی۔ یہ فرماتے ہی گاؤں میں آگ لگ گئی۔ زمیندار دوڑے ہوئے آئے، جو کچھ لُوٹا ہُوا تھا حاضر کیا۔ حضرتؒ نے درود شریف پڑھ کر اس طرف دم کیا، آگ فوراً بُجھ گئی۔

ایک بار حضرتؒ سماع کے دُوران وجد فرما رہے ۔ لوگوں نے دیکھا کہ حضرتؒ کا وجود یکایک نظروں سے غائب ہوگیا اور پھر تھوڑی دیر بعد حضرتؒ سب کو نظر آنے لگے۔ محفلِ سماع برخاست ہونے کے بعد ایک شخص نے حضرتؒ سے غائب ہونے کا سبب دریافت کیا۔ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ نورِ معشوق عاشق پر غالب آگیا تھا۔

حضرت شیخ داؤدؒ کے خلیفہ سیّد غریبؒ اللہ اکثر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے عُرس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک بار مجلسِ سماع گرم تھی۔ ایک پیرزادہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ محتسب شاہی کے ہمراہ آئے اور قوالی سے لوگوں کو منع کیا، تمام صوفی اس دخل در معقولات سے گھبرائے، سیّد غریب اللہؒ نے حضرت خواجہؒ کی طرف توجہ کی، معاً قبر شق ہوگئی اور خواجہؒ سُرخ لباس زیب تن فرمائے مزار سے برآمد ہوئے اور فرمایا

گلگوں لباس کرد سوارِ سمند شد
یاراں خدا کنید کہ آتش بلند شد

یہ سنتے ہی سیّد غریبؒ اللہ اور پیرزادہ پر کیفیتِ وجد طاری ہوئی اور ان کا انتقال ہوگیا۔

اس واقعہ کے بعد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے تمام مشائخین کو دہلی میں طلب کیا۔ جب مشائخین چشت دہلی جانے کے لئے بیل گاڑیوں پر سوار ہوئے تو یہ دیکھ کر تعجب ہُوا کہ بیل آگے قدم نہیں بڑھاتے۔ اس وقت سب کو خیال آیا کہ یہ سیّد غریب اللہ کا تصرّف ہے۔ سب حضرتؒ کے مکان پر پہنچے اور آپؒ سے دہلی چلنے کی درخواست کی۔ حضرتؒ بھی اپنی ڈولی میں بیٹھ گئے۔ جب ڈولی بیل گاڑیوں کے آگے نکل گئی، تو بیل خود بخود چلنے لگے اور تین دن بعد دہلی پہنچے، محتسب شاہی نے ایک مکان میں فرش کرا کر اس کے نیچے چھُریاں، کٹاریاں، اور تیز تلواریں لگا رکھیں۔ کسی فقیر دوست نے درویشوں کو مطلع کیا، سب درویش گھبرا گئے محتسب نے دوسرے دن سب درویشوں کو اس مکان میں طلب کیا اور کہا یہاں محفلِ سماع ہو اور کیفیت طاری ہو تو ہم سمجھیں گے کہ واقعی تم لوگ عشقِ حقیقی کے ہمنوا ہو۔ سب درویش نیچی گردن کئے چپ تھے۔ سیّد غریب اللہؒ نے کہا اگر سماع کی اجازت ہو تو ضرور عاشقانِ خدا کو حالتِ وجد ہوگی۔ یہ کہہ کر ایک درویش

سے فرمایا کچھ سُناؤ۔ اُس نے حضرت خواجہؒ کی ایک غزل شروع کی ۔ سنتے ہی حضرتؒ پہ وجد طاری ہو گیا اور بے اختیار ہو کر لوٹنے لگے مگر نہ فرش کہیں سے پھٹا نہ جسم پر کوئی خراش آئی۔ یہ کرامت دیکھ کر اورنگ زیب عالمگیر نے درویشوں کو باعزت رخصت کیا، حضرتؒ کو جاگیر دینی چاہی، حضرتؒ نے قبول نہیں کیا اور فرمایا چند بیگہ زمین آپ کے بزرگوں نے میرے بزرگوں کو دی تھی میرے لئے اتنی ہی کافی ہے ۔

حضرت شاہ ابُو المعالی چشتی صابریؒ

شیخ گنگوہیؒ کے خلیفہ تھے ۔ حضرتؒ ذاتِ الٰہی میں محو ہو کر دنیا وما فیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے ۔ ایک دفعہ تین ماہ تک کچھ کھایا پیا نہیں ۔ جب نماز کا وقت آتا خادم بمشکل حضرتؒ کو ہوشیار کرتا، نماز ادا کر کے پھر محو ہو جاتے تھے ۔

ایک بار حضرتؒ اپنی زمین پر تشریف لے گئے، گنّے کی فصل تیار ہو گئی تھی کسان گُڑ بنانے میں مصروف تھے ۔ شام کے وقت حضرتؒ نے ایک جھونپڑی میں قیام فرمایا ۔ کسان بیلنا چلاتے ہوئے خدا کی حمد وثنا میں مصروف تھے ۔ آپؒ سنتے ہی بے خود ہو گئے اور ہُو کا نعرہ بلند کیا اور آگ سے دہکتی ہوئی بھٹی میں گر پڑے ۔ لوگوں نے دوڑ کر نکالا تو دیکھا کہ حضرتؒ کا ایک بال بھی نہیں جلا تھا ۔

ایک دفعہ تھانیسر میں مجلس ہوئی، آپؒ کے پیر بھائی اور دیگر مشائخین جمع تھے کہ کلمۂ طیبہ کا ذکر آ گیا حضرتؒ نے فرمایا جس نے اس کلمہ کو دل سے پڑھا وہ اگر لفظ لا کسی ذی جان کے کان میں کہہ دے تو وہ مرجائے گا، اور الا اللہ کہہ دے تو وہ پھر زندہ ہو جائے گا ۔ یہ کہہ کر حضرتؒ کھڑے ہوئے، قریب ہی ایک گائے بندھی ہوئی تھی، اس کے کان میں لا کہا وہ اُسی وقت مر گئی، پھر الا اللہ کہا تو وہ زندہ ہو گئی ۔

حضرت شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادیؒ

حضرت کلیم اللہ جہاں آبادیؒ کے خلیفہ تھے نقل ہے کہ حضرتؒ کا ایک مرید تھا جس کی بیوی کو جذام کا مرض تھا ۔ حضرتؒ وضو فرما رہے تھے کہ مرید آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دُعا چاہی ۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں طبیب نہیں ہوں ۔ جب وہ بہت رویا، حضرتؒ کو اس کی حالت پر رحم آیا اور آپؒ نے وضو کا باقی ماندہ پانی جو کہ لوٹے میں تھا اسے مرحمت فرمایا اور کہا اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی پلا دیا کر ۔ اور تھوڑی سی گیلی مٹی دے کر فرمایا، اس کو زخموں پر لگا دے ۔ مرید نے حضرتؒ کے حکم کی تعمیل کی اور چند ہی دنوں بعد اس کی بیوی صحت مند ہو گئی ۔

ایک بار ایک سنیاسی حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ فقیری میں آپؒ کو کیا کمال حاصل ہے ۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ: "سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ" جب وہ بہت مُصر

ہوا تو حضرتؒ کو جلال آ گیا اور فرمایا کہ کیا دیکھنا چاہتا ہے، اوّل تو تو اپنی شکل دیکھ، ایک خادم کو حکم دیا کہ اس کو آئینہ لا دو، اس نے جو اپنی صورت آئینے میں دیکھی تو حیران رہ گیا کہ میرا چہرہ بندر کی طرح کیسے ہو گیا ہے۔ اُس نے حضرتؒ سے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تجھ کو تیری آنکھوں سے دکھا دیا کہ جو بندروں کو پوجتے ہیں اُن کی شکلیں بھی حشر کے دن بندروں جیسی ہوں گی۔ یہ کرامت دیکھ کر سنیاسی مسلمان ہو گیا، اور عرض کیا کہ مجھ کو ایک ایسا کسب یاد ہے اگر آپؒ کو بتا دوں تو عمر بھر جس قدر چاہیں خرچ کریں، آپؒ کا خزانہ کم نہ ہو گا اور جہاں جو چاہیں موجود ہو جائے۔ اس نے اپنی جھولی میں سے ایک ناریل نکالا اور اس میں تھوڑا سا تانبا پگھلا کر ناریل میں ڈالا اور اُسے ہلایا، تانبا اسی وقت سونا بن گیا۔ یہ دیکھ کر حضرتؒ نے مسکرا کر فرمایا، یہ بہت مشکل کام ہے، ہم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی آسان طریقے عنایت فرمائے ہیں۔ تو تھوڑا سا تانبا اور پگھلا، جب اُس نے تانبا پگھلایا تو حضرتؒ نے اس میں تھوک دیا، وہ اُسی وقت سونا بن گیا۔ اس نے عرض کیا کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ عشقِ حقیقی کی برکت ہے۔

○

حضرت فخر الدین فخر جہاں دہلویؒ حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ کے صاحبزادے تھے۔ ایک بار مجلس سماع میں مریدانِ حضرتؒ کو وجد ہوا، اور حضرتؒ بھی بے ہوش اور جامِ وحدت سے مدہوش تھے، دو بد عقیدہ آدمی بھی اس وقت موجود تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا میاں دیکھنا یہ بچہ کس طرح ناچتا ہے، اتفاقاً یہ آواز حضرتؒ کے کان میں پڑی۔ حضرتؒ نے ان کی طرف تیز نظر سے دیکھا، اُن پر اُسی وقت کیفیت طاری ہوئی اور وہ بھی وجد کرنے لگے۔ جب ہوش آیا تو حضرتؒ کے قدموں میں گر کر اپنی گستاخی کی معافی مانگی اور بیعت کی التجا کی، حضرتؒ نے اُن کا قصور معاف کیا اور مریدانِ خاص میں داخل کر لیا۔

○

حضور نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہو گا، جس نے اس دنیا میں اللہ کا خوف کیا۔ ایک بزرگ نے دوسرے بزرگ سے پوچھا کہ خوف کیا ہے؟ اس نے کہا "خلقت سے بیزاری اور اللہ تعالیٰ سے رغبت"۔ دنیاوی مشغولیت سے اندوہ و غم حاصل ہوتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہونے میں راحت ہی راحت ہے۔

○

حضرت فضیلؒ حالتِ نزع میں تھے اور حضرت سریؒ انھیں پنکھا کرتے تھے، فرمایا بظاہر تو یہیں راحت

پہنچاتا ہے، لیکن ہمارے سینے میں شوقِ الٰہی کی آگ روشن ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ تیری راحت کی کوشش سے یہ آگ کہیں زیادہ راحت بخش ہے۔"

عالمِ فقر کے دولت مند کہتے ہیں کہ اصل دولت درویشی ہے۔ مال و زر کے دولت مند کو یہ چار چیزیں ملتی ہیں:۔ بدنی تکلیف، دنیا سے دل کی مشغولی، دین کا نقصان اور قیامت کا حساب۔ جب کہ درویشوں کو یہ چار چیزیں عطا ہوتی ہیں:۔ بدنی راحت، دُنیا سے دل کی بیزاری، دین کی سلامتی اور قیامت کی خلاصی —!

حضرت شبلیؒ کے وصال کے بعد ایک بزرگ نے خواب میں انھیں دیکھا اور پُوچھا کہ "کہیئے آپؒ مُنکر نکیر سے کیونکر نبٹے؟" فرمایا۔ "یوں کہیئے کہ انھوں نے مجھ سے کیونکر خلاصی پائی۔ جب انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ تیرا خدا کون ہے، مَیں نے کہا اے فرشتو! میرا خدا وہ ہے جس نے سب فرشتوں سے میرے باپ کو سجدہ کرایا۔ اور میں اُس وقت اپنے باپ کی پیٹھ میں تم کو دیکھ رہا تھا۔ فرشتے حیران ہو کر بولے، ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیئے، ہم اِن سے سوال کرتے ہیں اور وہ آدمؑ کی نسبت جواب دیتا ہے!

○

بنی اسرائیل کے زمانے میں چار سال تک بارش نہ ہوئی اور کسی کی بھی دُعا قبول نہ ہوئی، لوگوں نے کہا۔ "اے پروردگار یہ کیا بات ہے کہ کسی کی دُعا قبول نہیں ہوتی"۔ اُس زمانے کے نبی کو حکم ہُوا کہ انھیں کہہ دو کہ یہ لوگ نجاست سے پاک ہوئے بغیر مسجد میں آتے ہیں اور مسجد کو آلودہ کرتے ہیں، اِس سبب سے ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ پہلی اُمتوں میں بعض شخصوں کے مسجد میں آنے سے مسجد آلُودہ ہوتی تھی، لیکن اِس اُمت میں بفضلہٖ تعالٰے اور بسبب اتباعِ حضور نبی کریمؐ ایسے لوگ بھی ہیں جو کسی عبادت گاہ میں چلے جائیں تو وہ ان کے قدموں سے پاک ہو جاتی ہے۔

ایک روز حضرت خیر نساجؒ کے چند مرید ایک گرجا گھر دیکھنے کے لئے گئے، جب وہاں سے لوٹے تو حضرتؒ نے پوچھا کہ گرجا میں کیا دیکھا؟ وہ بولے "حضرتؒ! وہاں کیا دیکھا جا سکتا تھا"۔ فرمایا۔ "آؤ میرے ساتھ آؤ"۔ حضرتؒ انھیں لے کر گرجا پہنچے، دیکھا کہ حضرت عیسٰیؑ و حضرت مریمؑ کی تصویریں دیواروں سے لٹک رہی ہیں، اور ان کی پرستش کرتے ہیں، حضرتؒ نے ایک تصویر سے کہا "کیا تو ہی ہے جس نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو سوائے اللہ تعالٰے کے دو خدا سمجھو"۔ اِتنا کہنا تھا کہ دونوں تصویریں نیچے گر پڑیں اور گرجا میں یہ آواز گونج گئی۔ "بخدا نہیں! بخدا نہیں!!"

○

حضرت یحییٰ معاذؒ فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا، اُسے آگ سے عذاب نہیں دیا جائے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا، اُس کو آگ سے عذاب دیا جائے گا۔ حضرت یحییٰ معاذؒ فرماتے ہیں کہ میں اُس سے کیونکر غافل ہو جاؤں جو مجھ سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہوتا۔ مجھے معلوم ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا، پس وہ آگ کے لئے عذاب ہے اور جس نے اُسے نہیں پہچانا آگ اُس کے لئے عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والے ایک مرد نے چاہا کہ بازار سے کوئی چیز خریدے۔ ایک دینار جس کا وزن اُس نے کر رکھا تھا، جب بازار میں لا کر تولا گیا تو وہ اصل وزن سے کم نکلا۔ نیک مرد نے رونا شروع کیا۔ استفسار پر بولا "جبکہ آج گھر کی بات بازار میں درست نہیں نکلی تو کل دُنیا کی بات آخرت کے بازار میں کس طرح صحیح ثابت ہوگی۔" اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری آج کی باتیں کل کو نیکی بن جائیں، تو تمہیں اس کام کے نیک عوض کی آج ہی امید نہیں رکھنی چاہیئے۔

حضرت خضر علیہ السلام سے جب پوچھا گیا کہ کس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو علمِ غیب کی اطلاع دی۔ آپؑ نے فرمایا کہ "جو عمل میں کرتا ہوں، اُس کے اجر کی خواہش نہیں رکھتا۔" ایک صاحبِ عقل کا قول ہے "اگر تم نیکی کرو تو اُس کا اجر تم پر ہے اور اگر تم بُرائی کرو تو اس کا وبال تم پر ہے۔"

○

حضرت ثوریؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب اہلِ آخرت صاحبِ بلا کے درجوں کا معائنہ کریں گے، تو یہی چاہیں گے کہ اپنا گوشت اور چمڑا لوہے کی قینچی سے اُدھیڑ دیں، درویش کی ظاہری آلودہ حالت کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے بلکہ اس کی باطنی صفائی کا خیال کرنا چاہیئے، اس اُمت میں ایسے لکڑہارے بھی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ سے چاہیں کہ ان کی لکڑیوں کا گٹھا سونے کا ہو جائے تو فوراً ہو جائے۔

ایک دفعہ ایک بوڑھا لکڑہارا سر پہ لکڑیوں کا گٹھا رکھے جا رہا تھا۔ ایک بزرگ اُسے دیکھ کر بولے: "اے بوڑھے کیا تجھے رزاقِ مطلق پر بھروسہ نہیں جو ایسی سخت مشقت کرتا ہے۔" بوڑھے نے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر لکڑیوں کی طرف، وہ فوراً سونا بن گئیں۔ اس بزرگ نے جب یہ حال دیکھا تو کہا "جسے یہ مرتبہ حاصل ہو اُسے لکڑیاں اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔" بوڑھے نے کہا "یہ کام میں نفس کو تعلیم دینے کی خاطر کرتا ہوں۔ کیونکہ میں غلام ہوں اور غلام کو عبودیت کی حد سے گزرنا نہیں چاہیئے۔"

درویشی دُنیا سے قطع تعلقی کا نام نہیں بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر مُلک دیا تھا کہ زمین اور ہوا پر اُن کی حکومت تھی، لیکن اپنے آپ کو گودڑی میں چھپاتے تھے، اور بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے کہ اے پروردگار! مجھے بحالتِ مسکینی زندہ رکھ اور مار، حضور نبی کریم سرکارِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ

سے مسکینی کے ملتجی رہے۔ حالانکہ اﷲ کے اشارے پر پہاڑ سونا اُگلنے پر تیار تھے، لیکن حضور سرورِ کائنات نے تمام دینی و دنیوی جاہ وحشمت پر اختیار و تصرّف کے باوجود کالی کملی اور نانِ جویں پر اکتفا فرمایا، اور اسی سادگی و درویشی میں اپنی اور اپنی امت کے لئے بہتری سمجھی۔

سُلطان العارفین حضرتِ بایزید بسطامیؒ ایک دفعہ حج کے لئے روانہ ہوئے اور بارہ سال میں کعبہ پہنچے۔ راستے میں چند قدم چلتے اور جانماز بچھا کر دو رکعت نماز پڑھتے۔ جب حضرتؒ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دنیا کے بادشاہوں کا دربار نہیں کہ یکبارگی وہاں پہنچ سکیں۔ آپؒ حج سے فارغ ہو کر واپس آ گئے اور مدینۂ منوّرہ میں حاضر نہ ہوئے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ زیارت روضۂ منوّرہ کو حج کا تابع بنانا خلافِ ادب ہے، اس لئے آیندہ سال آپؒ نے روضۂ منوّرہ کی زیارت کے لئے علیحدہ احرام باندھا۔

جب حضرتؒ نماز پڑھتے تو ہیبتِ حق اور تعظیمِ شریعت کے سبب آپؒ کے سینے کی ہڈیوں سے اس قدر چرچراہٹ کی آواز نکلتی کہ لوگ اس آواز کو بخوبی سُن لیتے۔ ایک دن حضرتؒ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو امام نے حضرتؒ سے پوچھا:۔

"اے شیخ! آپؒ کوئی کسب نہیں کرتے اور نہ کسی سے سوال کرتے ہیں، پھر آپؒ کھاتے کہاں سے ہیں؟" حضرتؒ نے فرمایا "ٹھہرو میں نماز کا اعادہ کر لوں، کیونکہ جو شخص روزی دینے والے کو نہیں جانتا اُس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔"

چنانچہ حضرتؒ کے اس ارشاد سے امام شرمندہ ہُوا اور اُس نے آپؒ کی عبادت و ریاضت سے متاثر ہو کر عرض کیا کہ میں اب تک غافل تھا اور اب آپؒ نے ہوش مند بنا دیا ہے۔

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ سے ایک مرید نے درخواست کی کہ مجھے اجازت دیجئے کہ کوہ لبنان میں جا کر قطبِ عالمؒ کی زیارت کروں۔ حضرتؒ نے اجازت دے دی۔ جب وہ لبنان میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ بہت سے لوگ ایک جنازہ سامنے رکھے بیٹھے ہیں اور نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے۔ مرید نے لوگوں سے پوچھا کہ نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ انھوں نے کہا قطبِ عالمؒ کا انتظار ہے کیونکہ وہ ہر روز یہاں پانچوں وقت امامت کرتے ہیں۔ یہ سُن کر مرید بہت خوش ہُوا۔ کچھ دیر کے بعد سب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مرید کا بیان ہے کہ میں نے شیخ کو دیکھا کہ امام بن کر نماز ادا کی۔ مجھ پر وحشت طاری ہوئی۔ جب ہوش آیا تو لوگ مردے کو دفن کر چکے تھے۔ اور شیخؒ تشریف لے جا چکے تھے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ شیخ کون تھے؟

انھوں نے کہا "ابوالحسن خرقانیؒ" میں نے پوچھا "پھر کب تشریف لائیں گے؟" وہ بولے کہ نمازِ عصر کے وقت تشریف لائیں گے"۔ میں رو پڑا کہ میں اُن کا مرید ہوں اور پھر بھی مجھے معلوم نہ تھا کہ قطبِ عالمؒ وہی ہیں۔ ورنہ یہ دُور دراز کا سفر اختیار نہ کرتا۔ تم میری سفارش کرنا تاکہ وہ مجھے خرقان لے جائیں۔ جب دوبارہ حضرتؒ کو دیکھا اور آپؒ نماز کے بعد سلام پھیر چکے تو میں نے آپؒ کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا کہ میں پشیمان ہوں، مجھے بھی خرقان لے چلیں۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ تجھے اس شرط پر خرقان لے چلتا ہوں کہ جو کچھ تُو نے دیکھا ہے کسی پر ظاہر نہ کرنا، کیونکہ میں نے اللہ تعالٰی سے درخواست کی ہے کہ اس جہان میں مجھے خلقت کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھے۔

○

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ سے منقول ہے کہ جب میری عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو میرے جدِّ امجد کو میرے نکاح کی فکر ہوئی۔ اُنھوں نے مجھے حضرت خواجہ محمدؒ باباؒ کو بلانے کے لئے قصرِ عارفاں میں بھیجا، تاکہ حضرتؒ کے قدموں کی برکت سے یہ کام انجام پا جائے۔ جب میں آپؒ کی زیارت سے مشرّف ہوا تو پہلی کرامت جو دیکھنے میں آئی یہ تھی کہ اُس رات آپؒ کی صحبت کی برکت سے مجھ میں بڑا تضرّع اور نیاز پیدا ہُوا۔ رات کے آخری حصّے میں اُٹھ کر میں نے وضو کیا اور آپؒ کی مسجدِ مُبارک میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور سر سجدے میں رکھ کر دعا و تضرّع بہت کی۔ اِس اثناء میں میری زبان سے نکلا "خدایا مجھے بلا کا بوجھ اُٹھانے اور اپنی محبت کی محنت برداشت کرنے کی قوّت عطا فرما"۔ صبح کو جب میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو حضرتؒ نے از روئے فراست و بصیرت میری رات کی سرگزشت سے آگاہ ہو کر فرمایا "اے فرزند! دعا میں یُوں کہنا چاہیئے: "خدایا! اس بندۂ ضعیف کو اپنے فضل و کرم سے اُسی پر قائم رکھ جس میں تیری رضا ہے"۔ پھر فرمایا کہ "بے شک خدائے عزّوجل کی رضا تو اس میں ہے کہ بندہ بلا میں مبتلا نہ ہو۔ اگر وہ بنا بر حکمت اپنے کسی دوست پر بلا بھیجتا ہے تو اپنی عنایت سے اُس دوست کو اس بلا کے برداشت کرنے کی قوّت عطا فرماتا ہے، اور اس کی حکمت اُس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ اپنے اختیار سے زیادہ طلب کرنا دشوار ہے۔ گستاخی نہ کرنی چاہیئے۔ بعد ازاں کھانا لایا گیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپؒ نے دسترخوان پر سے ایک روٹی مجھے دی۔ میں لینا نہ چاہتا تھا۔ آپؒ نے فرمایا لے لو کام آئے گی، میں نے وہ روٹی لے لی اور آپؒ کے ہمراہ قصرِ عارفاں کی طرف روانہ ہُوا۔ راستے میں ایک جگہ پہنچے جہاں حضرتؒ کا ایک محب و مخلص تھا، وہ بڑی بشاشت اور عاجزی سے پیش آیا۔ جب آپؒ اُس کے مکان میں اُترے تو آپؒ نے اُس کے اضطراب و بے قراری کو دیکھ کر فرمایا کہ سچ بتاؤ اس اضطراب کا سبب کیا ہے، اُس نے عرض کیا کہ گھر میں دُودھ کا پنیر موجود ہے مگر روٹی نہیں۔ حضرتؒ نے میری

طرف متوجہ ہو کر فرمایا "وہ رسّی اٹھا لاؤ، تم نے دیکھا کہ آخر کام آ گئی۔"

○

حضرت شیخ امان پانی پتی شیخ محمد حسنؒ کے خلیفہ تھے۔ حضرتؒ نے کئی خاندانوں سے فیض حاصل کیا تھا۔ مسائلِ توحید میں دسترس رکھتے تھے۔ علمِ تصوف اور مسائلِ توحید میں صاحبِ تصنیف تھے۔

نقل کرتے ہیں کہ لڑکپن میں جب شیخؒ نے قرآن پڑھنا شروع کیا اور "اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ" پر پہنچے تو بار بار پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتے تھے چہرے کی رنگت تبدیل ہو جاتی تھی اور جب ہوشیار ہوتے تو نماز قضا ادا کرتے۔ حضرتؒ کو اہلِ بیت پاک سے ایسی محبت تھی کہ اگر دورانِ درس کوئی سیّد زادہ آ جاتا تو آپؒ کتاب بند کر کے تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے اور فرماتے کہ میرے نزدیک فقیری کی دو چیزیں ہیں۔ اہلِ بیت رسول اللہؐ سے محبت اور تہذیب و اخلاق۔ محبت کی علامت یہ کہ حضورؐ کے متعلقین کو محبوب سے زیادہ دوست رکھا جائے۔ جو شخص خدائے تعالےٰ کا عاشق ہے وہ اُس کے حبیبؐ کو ضرور دوست رکھے گا۔

نقل ہے کہ ایک دن حضرتؒ نے فرمایا کہ مجھے سفر درپیش ہے۔ شیخ اجودھنیؒ نے عرض کیا کہ ہم بھی آپؒ کے ساتھ ہوں گے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ سفرِ دنیا ہوتا تو میں آپؒ لوگوں کو ساتھ لیتا۔ یہ سفرِ آخرت ہے اس لئے میں آپؒ لوگوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں!

○

حضرت شمس الدینؒ حضرت شیخ علاء الدین علی احمد صابرؒ کے خلیفہ تھے اور حضرت گنج شکرؒ سے بھی خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ ایک عرصہ تک حضرتؒ نے خود کو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا تھا۔

حضرتؒ سلطان غیاث الدین بلبن کے مصاحبوں میں ملازم تھے۔ سلطان نے ایک قلعہ پر چڑھائی کی اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کئے ہوئے ایک مدت گذر گئی تھی لیکن فتح نہ ہوتی تھی۔ ایک رات تند و تیز آندھی اور طوفان آیا۔ تمام لشکرِ اسلام کے خیمے گر گئے اور تمام خیموں کی آگ بجھ گئی۔ یہاں تک کہ سلطان کے خیمے کی شمع بھی گُل ہو گئی۔ سلطان کے خدمت گار آگ کی تلاش میں نکلے کہ کہیں آگ مل جائے تو سلطان کے وضو کے لئے پانی گرم کیا جا سکے۔ دُور خیمے میں ایک چراغ روشن نظر آیا۔ جب خدمت گار حضرتؒ کے خیمے پر پہنچا تو آپؒ اس وقت تلاوتِ قرآنِ پاک میں مصروف تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ آگ یا چراغ طلب کرے مگر بوجہ ہیبتِ الٰہی کچھ نہ کہہ سکا۔ خاموش کھڑا رہا۔ حضرتؒ نے سر اُوپر اُٹھا کر فرمایا "آگ چاہتا ہے؟" خدمت گار نے کہا۔ "ہاں!" آپؒ نے فرمایا "چراغ سے کوئلے جلا لے۔" خدمت گار نے چراغ سے کوئلے روشن کئے اور سلطان کے وضو کے لئے پانی گرم کیا۔ رات بھر اس واقعے کی وجہ سے نیند نہ آئی۔ صبح مشک لے کر

تالاب پر پہنچا۔ وہاں اُس نے دیکھا کہ ایک بزرگ وضو کر رہے ہیں۔ یہ کھڑا دیکھتا رہا۔ حضرتؒ نے وضو کیا، نماز ادا کی اور اپنے خیمے کی طرف تشریف لے گئے۔ اُس نے مشک بھری تو پانی اس تالاب کا گرم پایا۔ حیران ہُوا کہ ہر روز یہاں سے پانی بھرتا ہوں، آج یہاں کا پانی گرم کیوں ہے، حالانکہ یہ جاڑے کا موسم ہے اور پانی برف کی طرح جم رہا ہے۔ اِسی غور و فکر میں وہ واپس آ گیا اور اُسے یقین ہو گیا کہ یہ حضرتؒ کی کرامت ہے۔ اُس روز تو اُس نے کسی سے اظہار نہ کیا۔ دوسرے دن حضرتؒ کے پہنچنے سے کچھ دیر پہلے وہ تالاب پر پہنچا۔ پانی کو برف کی مانند ٹھنڈا پایا۔ ایک درخت کے پیچھے چھُپ کر بیٹھ گیا۔ حضرتؒ مقررہ وقت پر تشریف لائے۔ وضو کر کے نماز ادا کی اور پھر اپنے خیمے کی طرف تشریف لے گئے۔ سقّہ تالاب پر آیا، پانی کو دیکھا تو گرم پایا۔ مشک بھر کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہُوا، اور سب ماجرا تفصیل سے بیان کیا۔ دوسرے دن سلطان حضرتؒ کی آمد سے پہلے سقّے کے ہمراہ تالاب پر پہنچا اور ایک درخت کی آڑ میں چھُپ گیا۔ حضرتؒ بدستور تالاب پر تشریف لائے، وضو کیا، نماز ادا کی اور اپنے خیمے کی طرف چلے گئے۔ حضرتؒ کے جانے کے بعد سلطان درخت کی اوٹ سے نکلا، تالاب کے پانی کو دیکھا تو گرم پایا۔ متعجب ہو کر حضرتؒ کے خیمے کی طرف روانہ ہوا۔ حضرتؒ خیمے میں بیٹھے تلاوتِ کلام پاک میں مصروف تھے، سلطان ہاتھ باندھ کر حضرتؒ کے روبرو کھڑا رہا۔ جب آپؒ فارغ ہوئے اور سر اُٹھایا تو سلطان کو دست بستہ کھڑا دیکھ کر تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سلطان نے کہا کہ زہے سعادت کہ آپؒ جیسے خدادوست میرے لشکر میں موجود ہوں اور قلعہ فتح نہ ہو سکے۔ حضرتؒ نے ہر چند ٹالنے کی کوشش کی لیکن سلطان نہ مانا، مجبوراً آپؒ نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ اسی وقت دھاوا کر دو، انشاء اللہ فتح ہو گی۔ سلطان خوش خوش واپس آیا اور اُسی وقت قلعہ پر حملہ کر دیا۔ قلعہ فتح ہو گیا۔ دوسرے دن سلطان نے ارادہ کیا کہ حضرتؒ کی خدمت کا شرف حاصل کیا جائے، آپؒ نے نورِ باطن سے معلوم کیا، اور کل سامان زر و جواہر وہیں چھوڑ کر اپنے پیر و مُرشد کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

○

حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاءؒ کی زیارت کے خیال سے ایک عقیدت مند چل پڑا۔ جب بوندی میں آیا، وہاں ایک شیخ مومنؒ بزرگ تھے، ان کی زیارت کو گیا۔ شیخ مومنؒ نے پوچھا "کہاں جائے گا؟" اُس شخص نے عرض کیا کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی زیارت کو دہلی جا رہا ہوں۔ انھوں نے کہا "شیخ نظام الدینؒ کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ وہ شب جمعہ میں آپؒ سے کعبہ میں ملتا ہے۔ وہ مجھ کو پہچان لیں گے۔" یہ شخص آپؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور اُن درویش کا پیام دیا۔ آپؒ نے آزردہ ہو کر فرمایا کہ وہ درویش

عزیز ہے مگر زبان نہیں رکھتا، اپنے آپ کو چھپائے رکھتا ہے۔

نقل ہے کہ سلطان علاء الدین بڑا مُدبّر اور فاضل، پابندِ شریعت تھا۔ اُس نے بائیس سال عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ ایک بار امتحان کے ارادے سے چند باتیں امورِ سلطنت کے متعلق تحریر کر کے حضرت محبوبِ الٰہیؒ کو لکھا کہ آپؒ تمام عالم کے مخدوم ہیں۔ دین و دُنیا کی حاجتیں آپؒ کی ذاتِ برکات سے بر آتی ہیں اور اللہ تعالےٰ نے مملکتِ دنیا میرے ہاتھ میں دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ امورِ سلطنت کے متعلق آپؒ سے چند مشورے لوں۔ آپؒ مجھے مشورے سے نوازیں اور ہر حکم کے نیچے حدیثِ نبویؐ تحریر فرما کر میرے پاس روانہ کریں۔

یہ تحریر سلطان نے اپنے چھوٹے بیٹے خضر خاں کو دی کہ حضرتؒ کی خدمت میں لے جا کر اس کا جواب لاؤ۔ خضر خاں اپنے باپ کا حکم بجا لاتے ہوئے سلطان کا خط لے کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؒ نے مطالعہ فرما کر حاضرینِ مجلس سے فرمایا کہ فاتحہ پڑھو۔ اس کے بعد فرمایا کہ فقیروں کو بادشاہوں کے کاروبار سے کیا دلچسپی، میں درویش ہوں، شہر کے ایک کونے میں پڑا ہوں، بادشاہ اور مسلمانوں کے لیے دعائے خیر میں مشغول ہوں، اگر بادشاہ نے کاروبارِ سلطنت کے سلسلے میں ہم سے دوبارہ رجوع کیا تو ہم یہاں نہیں رہیں گے۔

جب یہ جواب لے کر خضر خاں سلطان کے پاس پہنچا تو سلطان بہت خوش ہُوا اور معتقد ہو کر دوبارہ اطلاع بھجوائی کہ میں حضرتؒ کی زیارت کو حاضر ہونا چاہتا ہوں۔

حضرتؒ نے فرمایا کہ سلطان کے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم دعائے غیب میں مشغول ہیں غیب کی دُعا میں زیادہ اثر ہوتا ہے۔ میرے مکان کے دو دروازے ہیں، اگر سُلطان ایک دروازے سے داخل ہُوا تو میں دوسرے دروازے سے چلا جاؤں گا!

حضرت بُوعلی شاہ قلندرؒ ایک روز مسجد قوت الاسلام میں وعظ فرما رہے تھے کہ وعظ کے دوران میں ایک فقیر مسجد کے دروازے پر آیا اور باوازِ بلند کہا "شرف الدینؒ تو جس کام کے لئے پیدا ہُوا ہے وہ بھول گیا" یہ کہہ کر فقیر چل دیا اور آپؒ کے دل میں جذبۂ محبتِ الٰہی پیدا ہُوا، اور رہبر کی تلاش کی فکر ہوئی۔ آخر آپؒ شیخ شہاب الدینؒ کے مرید ہوئے اور ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ تمام کتابیں دریا میں ڈال کر بارہ برس دریا میں کھڑے رہے، یہاں تک کہ مچھلیوں نے آپؒ کی پنڈلیوں کا گوشت کھا لیا، اسی حالت میں حضرت خضر علیہ السّلام سے ملاقات ہوئی۔ جب بارہ برس ہو گئے تو غیب سے آواز آئی کہ "شرف الدینؒ! تیری عبادت ہم نے قبول کی،

مانگ کیا مانگتا ہے؟" عرض کیا "اے پروردگار تُو عالم الغیب ہے، مجھ کو تیرے سوا اور کچھ درکار نہیں، اسی جگہ تیری محبت میں جان دے دوں گا۔" پھر غیب سے ندا آئی کہ "پانی سے نکل، تجھ سے بہت کام لینا ہیں۔" پھر آپؒ نے عرض کیا کہ "تُو اپنے ہاتھ سے نکال لے، میں تو از خود دریائے محبت سے قدم باہر نہ رکھوں گا۔" یہ کہہ کر آپؒ کو استغراق ہو گیا۔ اُس وقت دیکھا کہ ایک بزرگ نے گود میں اُٹھا کر آپؒ کو کنارے پر ڈال دیا ہے۔ آپؒ نے آنکھ کھول کر کہا "اے شخص! یہ تو نے کیا کیا، میری اتنے دنوں کی محنت بیکار گئی۔ اگر تھوڑی دیر میں اور دریائے محبت میں رہتا تو اپنی مراد کو پہنچ جاتا۔" بزرگ نے ارشاد فرمایا "میں (حضرت) علیؓ ہوں، تو نہیں جانتا کہ مجھ کو "یداللہ" کہتے ہیں۔" یہ سُنتے ہی حضرتؒ شکرِ پروردگارِ عالم بجالائے اور حضرت سیدناؓ کی قدم بوسی کی۔ حضرت علیؓ چند نکاتِ وحدت تعلیم فرما کر روپوش ہو گئے۔ آپؒ اُسی وقت سے مستِ الست ہو گئے۔ تمام علومِ دین و دُنیا آپؒ پر روشن ہو گئے۔ اُس دن سے آپؒ شرف الدین بوعلی شاہ قلندرؒ سے مخاطب ہوئے!

○

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ اسّی برس تک بلاناغہ ایک قرآن روز ختم فرماتے تھے۔

ایک روز ایک شخص ایک غزل خوش الحانی سے گا رہا تھا۔ حضرتؒ اس غزل کو سُنتے ہی بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑے اور مثل مرغِ نیم بسمل کے تڑپنے لگے، استغراق کی کیفیت کا عالم یہ تھا کہ نماز کے وقت خادم آکر جب اللہ اکبر کہتا تو ہوشیار ہو کر نماز ادا کرتے۔

حضرتؒ کا ایک مرید تھا اس کو تجلّی ذاتِ باری کا بے حد اشتیاق تھا۔ اس شوق میں برسوں مجاہدہ اور ریاضت کی۔ مگر وہ حال منکشف نہ ہُوا۔ اسی وقت حضرتؒ نے اپنے مرید کی دلی کیفیت جان کر اس پر ایک نظرِ خاص ڈالی۔ تجلّیِ ذاتِ باری اس پر ظاہر ہوئی مگر وہ اس تجلّی کی تاب نہ لا سکا۔ اور اُسی وقت مر گیا۔

اقبال نامہ جہانگیری سے روایت ہے کہ جلال الدین اکبرِ اعظم جب پنجاب پر لشکر کشی کے ارادے سے نکلا تو اس نے حضرتؒ کی نیاز کی ٹھانی۔ چنانچہ تھانیسر پہنچ کر حضرتؒ کی خانقاہ میں پہنچا۔ بادشاہ اکبر نے مسئلۂ توحید پیش کیا تو حضرتؒ نے اسے بہت عمدگی سے سمجھایا اور پھر اسے نصیحت فرمائی۔ یہ سُن کر اکبر بادشاہ رونے لگا اور عرض کیا بندہ کو بھی فقیر کیجئے۔ میں اس سلطنت سے باز آیا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ پہلے اپنا جانشین مقرر کرو۔ اس کے بعد ترکِ دنیا کا خیال کرنا۔ پھر حضرتؒ نے بادشاہ اکبر کو سمجھایا کہ عبادت اور فقیری سے بہتر ہے کہ تم عدل اور انصاف کے ساتھ خلقِ خدا کی خدمت کرو تاکہ یادِ خدا بھی ہو اور سلطنت کے امور بھی انجام پا سکیں۔

○

حکمتِ الٰہی
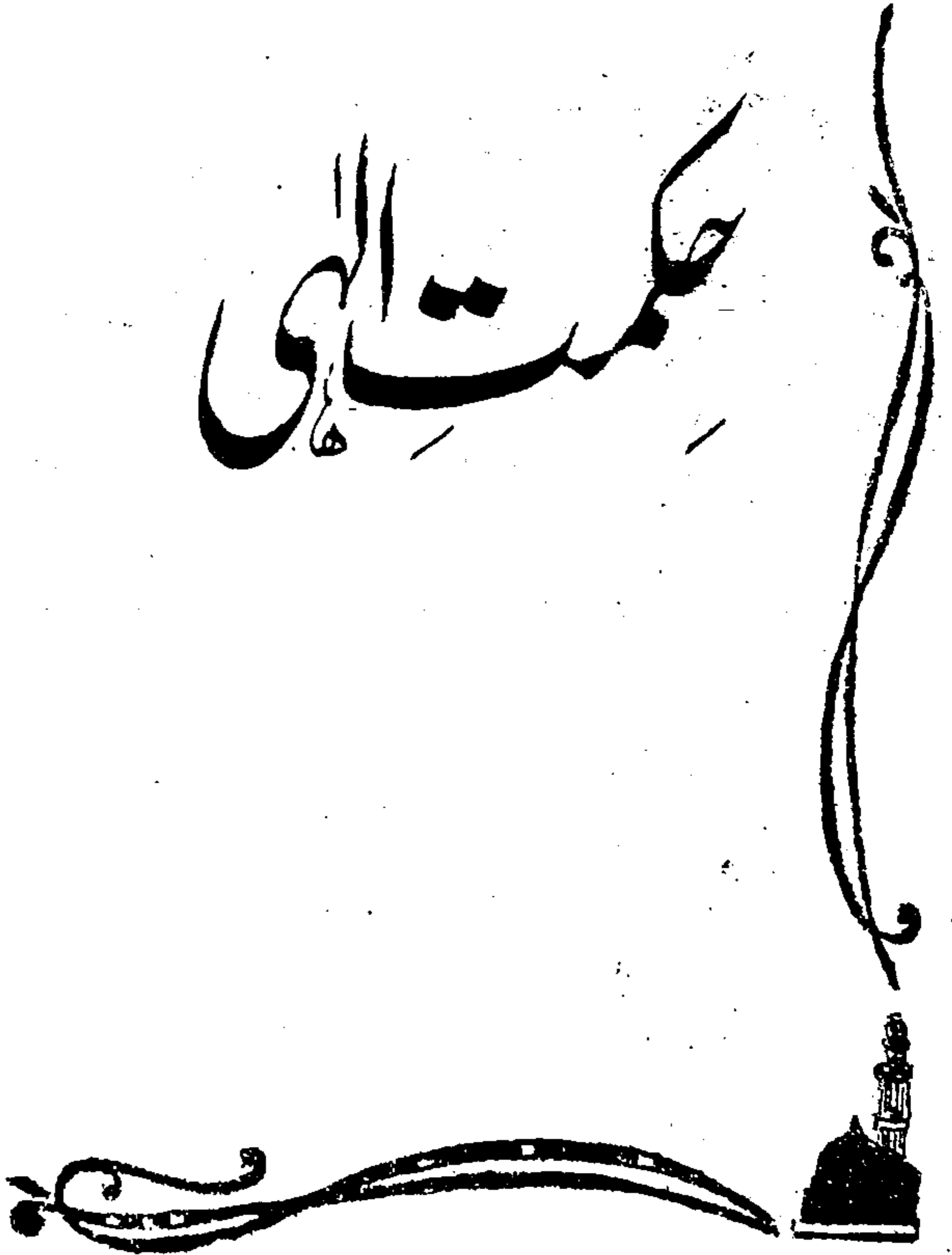
حضرت خواجہ حسن بصریؒ علم و عمل کا کعبہ اور حلم و بندگی کا قبلہ تھے۔ آپؒ حضرت ام سلمہؓ کی ایک لونڈی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرتؒ بہت حسین تھے۔ اس لئے آپؒ کا نام حسن رکھا گیا۔ شمعون نامی ایک آتش پرست حضرتؒ کی ہمسائیگی میں رہتا تھا۔ جب اُس کی رحلت کا وقت آیا تو حضرتؒ اُس کے پاس گئے اور فرمایا "اے شمعون تو مسلمان ہو جا" وہ بولا "اگر آپؒ میرے لئے بہشت کا وعدہ فرمائیں تو مسلمان ہو جاتا ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا "بہت اچھا" یہ الفاظ ایک کاغذ پر لکھ دیئے۔ شمعون نے وصیت کی کہ یہ کاغذ اُس کے ساتھ قبر میں دفن کیا جائے۔ حضرتؒ نے ایسی تحریر لکھ تو دی لیکن بعد میں بہت پچھتائے کہ میں نے ایسا کام کس برتے پر کیا۔ رات کو حضرتؒ نے خواب میں دیکھا کہ شمعون حضرتؒ کا خط لئے بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ ان کے دریافت کرنے پر اُس نے بتایا کہ اللہ پاک نے کلمہ طیبہ کی برکت سے میرے سارے گناہ معاف کر دیئے۔

حضرت سیّد غوث علی شاہ قلندرؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم حج بیت اللہ کا قصد کر کے بمبئی سے جہاز پر سوار ہوئے تو ہم نے کپتان سے پوچھا۔ میاں تمہیں کوئی مردِ خدا بھی ملا ہے یا نہیں۔ کپتان نے کہا۔ جی ہاں ملے تھے۔ ایک مرتبہ ہمارا جہاز حاجیوں کو لے کر روانہ ہوا تو ایک فقیر اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے والد کے پاس آبیٹھا، اور کہنے لگا۔ اس سفر میں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے، ہم بھلا اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں گے؟ والد نے جواب دیا، سوا مہینے میں پہنچ جائیں گے۔ فقیر نے کہا۔ اتنا طویل سفر تو ہمارے لئے دشوار ہے۔ ہمارا جی متلاتا ہے، پہلے سے یہ معلوم ہوتا تو ہم کبھی جہاز پر سوار نہ ہوتے۔ والد نے بطور مزاح کہا۔ "اگر کچھ ہمت ہو تو زور لگاؤ تاکہ جہاز جدہ کے ساحل پر جا لگے۔ فقیر نے پوچھا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ پہلے کوئی

بندرگاہ آتی ہے۔ والد نے کہا! "عدن" پھر "مجہ" پھر "جدّہ"۔ فقیر نے کہا۔ بس اب لنگر ڈال دو جدّہ آگیا ہے، یہ کہہ کر خود اُٹھ کر اپنی جگہ پہ چلے گئے۔

والد حیران تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ فوراً ہی ایک خلاصی کو تحقیق حال کے لئے بھیجا۔ اُس نے واپس آکر بتلایا کہ جدّہ کی بندرگاہ آگئی۔ والد نے اس فقیر کو بہت تلاش کیا لیکن پتہ نہ چلا۔

○

صاحب سیر السالکین سے روایت ہے کہ ۲۹ شعبان کو آسمان ابر آلود تھا۔ مسلمانانِ شہر حضرت باباصاحبؒ کے والد ماجد قاضی سلمانؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کہا کہ آج ۲۹ شعبان ہے اگر حکم ہو تو کل روزہ رکھیں۔ آپؒ نے فرمایا، چاند میں شک ہے اور ایسی صورت میں روزہ رکھنا ٹھیک نہیں۔ لوگ ایک اور بزرگ کی خدمت میں گئے، اور یہ مسئلہ اُن سے بھی پوچھا۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ آج رات قاضی صاحب کے گھر ایک بچّہ پیدا ہوا ہے وہ قطب ہوگا۔ اگر کل اُس نے دُودھ نہ پیا تو کل تم بھی روزہ رکھو۔ اگر اُس نے دودھ پی لیا تو پھر کل روزہ نہ ہوگا۔ الغرض اسی شب کو حضرتؒ تولّد ہوئے اور صبح دُودھ نہیں پیا، روزہ رکھا۔ تمام شہر نے حضرتؒ کی متابعت میں روزہ رکھا۔ جب افطار کا وقت آیا، حضرتؒ نے دُودھ سے افطار کیا۔ اسی طرح رمضان بھر حضرتؒ نے تمام روزے رکھے۔ سیر العارفین میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بسبب ضعف و نقاہت حضرتؒ زمین پر گر پڑے، قدرے مٹی منہ کے پاس پہنچی، شکّر ہوگئی، اُس روز سے حضرت گنج شکّر ہوئے۔

○

صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ چند سوداگر اونٹوں پر شکر لادے جا رہے تھے۔ حضرت باباصاحبؒ نے اُن سے دریافت کیا کہ ان اونٹوں پر کیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا، نمک ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ نمک ہی ہوگا۔ جب سوداگر اپنی منزل پہ پہنچے اور شکر کی بوریاں کھولیں تو اُن میں سے شکر کی بجائے نمک نکلا، بہت شرمندہ ہوئے اور حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہماری خطا معاف کر دیجئے۔ جب حضرتؒ نے کرم کی نگاہ کی تو نمک پھر شکر بن گئی۔

○

حضرت باباصاحبؒ نے ایک قطعہ زمین خریدا تھا۔ ایک اور شخص نے اس پر ملکیت کا دعویٰ کیا اور وہ مقدّمہ حاکم دیپال پور کے پاس پیش ہُوا، حاکم دیپال پور نے جواب دہی کے لئے حضرتؒ کو طلب کیا۔ حضرتؒ نے جواب میں لکھا کہ اس مقدّمے کا حال اہلِ قصبہ سے دریافت کر لو سب جانتے ہیں۔ حاکم نے جواب دیا۔ آپؒ یا آپؒ کا وکیل حاضرِ عدالت ہو کر جب تک اس قطعۂ زمین کی اسناد پیش نہ کرے اس مقدّمے کا فیصلہ

مشکل ہے۔ حضرت بابا صاحبؒ نے رنجیدہ ہو کر فرمایا اس گردن شکستہ سے جا کر کہہ دو کہ ہمارے پاس نہ تو کوئی سند ہے اور نہ کوئی گواہ، اگر ہمارے کہنے کا اعتبار ہے تو ہمارا کہنا کافی ہے ورنہ زمین متنازعہ سے دریافت کر لو۔ حضرت بابا صاحبؒ کا یہ جواب سن کر حاکم بڑا متحیر ہوا اور برائے امتحان موقع پر آیا۔ حضرتؒ کے خادم نے باآوازِ بلند کہا۔ "اے زمین! خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کا حکم ہے۔ سچ بیان کر کہ تو کس کی ملک ہے؟" زمین سے آواز بلند ہوئی:۔ "میں خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کی ملک ہوں" مدعی شرمندہ ہوا اور حاکم متحیر واپس لوٹا۔ راستے میں اس کی گھوڑی کا قدم الجھا اور وہ گردن کے بل گر پڑا اور گردن کا منکہ ٹوٹ جانے سے وہ مر گیا۔

○

حضرت خواجہ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانیؒ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا یا حضرتؒ فرنگی میرے لڑکے کو قید کر کے لے گئے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا صبر کر۔ اس عورت نے کہا کہ حضرتؒ مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ حضرتؒ نے دعا فرمائی۔ "خدایا اس کی بیڑی توڑ دے اور اس کا غم جلدی دور کر دے۔" پھر عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "اب تو اپنے گھر جا، لڑکے کو گھر میں پائے گی۔" وہ چلی گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ لڑکا گھر میں ہے۔ وہ حیران ہوئی اور لڑکے سے دریافت کیا کہ تو کس طرح یہاں پہنچا؟ لڑکے نے بیان کیا میں ابھی قسطنطنیہ میں تھا۔ میرے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور نگہبان مجھ پر مقرر تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا جس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، اس نے مجھے اٹھا لیا اور آنکھ جھپکنے میں یہاں لے آیا۔ یہ سن کر وہ عورت پھر حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور لڑکے کا قصہ بیان کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا۔ کیا تو امرِ الٰہی سے تعجب کرتی ہے کہ وہ ایسا کرنے پر قادر نہیں ہے؟

○

حضرت علاء الدین علی احمد صابرؒ کی وفات کے بعد مجاورانِ درگاہ تابِ جلال نہ لا کر اور شیروں سے خوف کھا کر دور جا رہے تھے۔ ایک مدت کے بعد اہلِ ہنود نے روضۂ عالیہ کے قریب مندر تیار کرنا چاہا، اسی وقت ایک شیر آ پہنچا اور بہت سے ہندوؤں کو ہلاک کیا باقی جو بچے وہ بھاگ گئے اور پھر اس طرف آنے کا کبھی خیال نہ کیا۔

ایک روز ایک ہندو جوگی اس جگہ آ گیا۔ نورانی اور پُرسکون جگہ دیکھ کر سمجھا کہ یہ کسی واصلِ حق کا مزار ہے مگر مذہبی عداوت کی بنا پر وہ روضے کے اندر پہنچا اور تربتِ عالیہ کو مسمار کرنا چاہا۔ اپنی کلہاڑی سے مزارِ مبارک کو ڈھانے لگا۔ چند اینٹیں نکالی تھیں اور چاہتا تھا کہ قبر کے اندر جھانک کر دیکھے۔ اسی وقت عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوا اور ہلاک ہوا۔ جب رات ہوئی، خدامِ آستانہ نے خواب میں حضرتؒ کو دیکھا حضرتؒ نے

فرمایا، ایک شخص مزار کی بے ادبی کے لئے آیا تھا ہم نے اُسے سزا دی ہے اس کو وہاں سے نکالو۔ چنانچہ صبح مجاور آستانۂ عالیہ پر پہنچے اور جوگی کی لاش کو وہاں سے گھسیٹ کر دُور لے گئے۔

○

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ابو محمدؒ، لقب محی الدینؒ ہے۔ غوث الثقلینؒ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ حضرتؒ کا تصرف جن و انس دونوں پر تھا۔ حضرتؒ کا اسم مبارک سیّد عبدالقادر جیلانیؒ ہے۔ نقل ہے کہ جن دنوں حضرتؒ شکم مادر میں تھے، ایک دن حضرتؒ کی والدہ ماجدہ باغ میں تفریح فرما رہی تھیں، کنیزیں بھی آپؒ کے ساتھ تھیں۔ باغ میں سیب کا ایک درخت تھا، جس میں متعدد سیب لگے ہوئے تھے۔ ایک سیب بہت خوش نما معلوم ہوا۔ حضرتؒ کی والدہ ماجدہ نے اُس کو توڑنا چاہا۔ چونکہ وہ بلند تھا، آپؒ کا ہاتھ نہ پہنچا۔ خدمت گار سے فرمایا کہ چوکی لائے، جب خادم چوکی لے آیا، حضرتؒ کی والدہ ماجدہ نے اس پر چڑھ کر سیب توڑنے کو ہاتھ بڑھایا، لیکن اسی وقت دردِ جگر اُٹھا اور وہ بے تاب ہو کر چوکی پر سے گر پڑیں، کنیزوں نے شور مچایا۔ اتنے میں ایک کالا سانپ درخت پر سے گرا، اس کو دیکھ کر حضرتؒ کی والدہ کو سکون ہوا کہ یہ حکمتِ الٰہی تھی، اگر وہاں ہاتھ جا پہنچتا تو ضرور سانپ ڈس لیتا۔

ایک روز آغوشِ مادر میں کھیل رہے تھے کہ حضرتؒ کی والدہ نے حضرتؒ کے منہ پر ایک طمانچہ مارا، حضرتؒ نے والدہ ماجدہ سے فرمایا کہ آج اُس گستاخی کی سزا مل گئی ہے جو میں نے آپؒ کے شکم میں ہوتے ہوئے کی تھی۔ حضرتؒ کی والدہ ماجدہ نے دریافت فرمایا کہ جانِ مادر! تم سے کیا غلطی ہوئی تھی؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ جب آپؒ سیب توڑنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھا رہی تھیں، تو میں نے آپؒ کے جگر میں زور سے ناخن مار دیا تھا، جس کی وجہ سے آپؒ درد سے بے قرار ہو کر گر پڑی تھیں۔

○

حضرت قطب الاقطابؒ ملتان میں شیخ بہاء الدینؒ کے مہمان تھے۔ ایک شب کفار کی فوجیں قلعہ ملتان کے نیچے پہنچیں، تاکہ شہر کو لوٹیں۔ حاکم ملتان حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور حضرت قطب الاقطابؒ شیخ بہاء الدینؒ اور شیخ جلال الدینؒ سے دُعا چاہی۔ اس وقت حضرت قطب الاقطابؒ کے دستِ مبارک میں ایک تیر تھا، وہ حاکم کو دیا اور فرمایا اس کو اپنے گھر لے جاؤ اور دشمن کی فوج کی طرف پھینک دینا۔ چنانچہ جب کفار فوج نے قلعے پر حملہ کر کے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کی تو حاکم ملتان نے وہ تیر اُن کی طرف پھینک دیا۔ اُسی وقت فوج پر بجلی سی گری جس کی ہیبت سے اُن کے دل کانپ اُٹھے اور

راہِ فرار اختیار کی۔

○

حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ ایک بار بندہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قطب الاقطابؒ نے مجھے چھ روٹیاں عنایت کی ہیں۔ اس روز سے آج تک ہر روز خرچ مل جاتا ہے۔ ساٹھ سال کا عرصہ گذر گیا کبھی تنگی نہیں ہوئی۔ تمام اہلِ خانہ آسودگی سے دن بسر کر رہے ہیں حضرت بابا صاحبؒ نے ارشاد فرمایا وہ خواب نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا کرم تھا جس سے اولیاء اللہ نے تجھ پر مہربان ہو کر تجھے نوازا۔

ایک مرتبہ شاہی نانبائی شاہی نان لگا رہا تھا۔ اس کی ذراسی غفلت سے نان جل گئے۔ نانبائی بہت پریشان ہوا۔ حضرت قطب الاقطابؒ بھی وہاں پہنچے اور اس کو پریشان دیکھ کر از راہِ کرم دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے۔ نانبائی نے حقیقتِ حال سے حضرتؒ کو آگاہ کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا بسم اللہ کہہ کر تنور میں ہاتھ ڈال دو۔ نانبائی نے حسب الحکم بسم اللہ کہہ کر تنور میں ہاتھ ڈالا۔ اور عمدہ عمدہ نان نکالنے شروع کئے۔

○

حضرت شیخ پیارا چشتیؒ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے خلیفہ تھے اور حضرت سلیم چشتیؒ آپؒ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ چنانچہ جس وقت اکبر بادشاہ شہزادہ سلیم کو لے کر حضرت خواجہ اجمیریؒ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے اجمیر کی طرف روانہ ہوا تو حضرت سلیم چشتیؒ نے آپؒ کو شہزادے کی حفاظت کے لئے اکبر کے ساتھ روانہ کیا۔ جب اکبر اجمیر شریف پہنچا تو اتفاقاً شہزادہ علیل ہو گیا۔ اکبر نے آپؒ کو بلا کر کہا شیخؒ نے آپؒ کو شہزادے کی حفاظت کے لئے بھیجا ہے۔ براہِ کرم اس کی بیماری کے لئے کچھ دعا فرمائیے۔ آپؒ نے کہا کہ شیخؒ کی اجازت کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اسی وقت ایک تیز رفتار اونٹنی طلب کی گئی۔ آپؒ نے ایک خط حضرت شیخؒ کی خدمت میں لکھا اور سوار کے حوالے کیا۔ حضرت شیخؒ نے اس کے جواب میں لکھا۔ بادشاہ کی تسلی کر دو اور تم خود شہزادے کی بیماری جذب کر و۔ چنانچہ حضرتؒ کی اجازت ملتے ہی آپؒ نے شہزادے کی بیماری جذب کر لی اور شہزادہ اسی وقت تندرست ہو گیا۔

ایک دفعہ آپؒ قلعے سے تشریف لا رہے تھے۔ اکبر کے خاص ہاتھی پانی پینے جا رہے تھے۔ ایک مست ہاتھی حضرتؒ کی طرف لپکا۔ جب وہ قریب آیا تو آپؒ نماز کی نیت باندھ کر قبلہ رُو کھڑے ہو گئے۔ ہاتھی فوراً ہٹ گیا۔

○

حضرت شیخ محمد داؤدؒ حضرت شیخ محمد صادق گنگوہیؒ کے خلیفہ اور سجادہ نشین بھی تھے۔ نقل ہے کہ حضرت شیخ داؤدؒ ہمیشہ گیارھویں ربیع الاوّل کو حضرت غوث الثقلینؒ کا عرس کیا کرتے تھے۔ ایک بار حضرتؒ کے پاس کچھ نہ تھا۔ حضرتؒ نے اپنے خلیفہ سوندھاؒ سے فرمایا کہ کسی مہاجن سے کچھ قرض لے لو تاکہ حضرت غوث الثقلینؒ کا عرس کیا جائے۔ یہ فرما کر حضرتؒ آرام فرمانے اپنے گھر تشریف لے گئے۔ جب بیدار ہوئے تو شیخ سوندھاؒ کے حجرے میں تشریف لائے اور فرمایا اب کسی مہاجن سے قرض نہ لینا۔ حضرت غوث پاکؒ نے خود مجھ کو عرس کے لئے خرچ عنایت فرمایا ہے۔ شیخ سوندھا نے مفصل حال دریافت کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا جب میں سو گیا تھا تو معلوم ہُوا کہ حضرت غوث پاکؒ تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ پُڑیا لے کر عرس کر اس میں گیارہ روپے اور ایک اشرفی ہے۔ جب مَیں بیدار ہُوا تو وہ پُڑیا اپنے پاس رکھی ہوئی پائی۔ پُڑیا کھول کر دیکھی تو اس میں گیارہ روپے اور ایک اشرفی تھی۔ روایت ہے کہ اس سے پہلے حضرتؒ کے ہاں بہت تنگی تھی۔ جس روز سے حضرت غوث پاکؒ نے یہ عطیہ مرحمت فرمایا، آسودہ حالی کا دَور دَورہ ہو گیا۔

حضرتؒ نے ایک مرید کو چلّہ میں بٹھایا۔ جب چلّہ پُورا ہُوا تو مُرید نے عرض کیا میں نے چالیس روز کچھ نہیں کھایا۔ حضرتؒ نے فرمایا کیوں جھوٹ بولتا ہے جو تو نے کھایا ہے میں جانتا ہوں۔ جس درخت کے پتّے تو نے کھائے ہیں مَیں اسی سے گواہی دلا سکتا ہوں۔ حضرتؒ نے اُس درخت کی طرف مُنہ کر کے فرمایا کہ گواہی دے۔ درخت نے فصیح زبان سے گواہی دی، وہ مُرید نہایت شرمندہ ہُوا۔

حضرتؒ کے پاس ایک پالتو مور تھا، جسے آپؒ بہت عزیز رکھتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اُسے دانہ پانی کھلاتے تھے۔ جب آپؒ کا وصال ہُوا اور جنازہ دروازے سے باہر نکلا، وہ مور دروازے کے قریب ایک درخت پر بیٹھا، فریاد کرنے لگا، اور حضرتؒ کے غم میں مر گیا۔

○

حضرت سُلطان المشائخؒ کے آستانہ پہ ایک شخص یار محمدؒ رہتا تھا۔ وہ ایسا بیمار ہوا کہ زندگی کی امید نہ رہی۔ ایک روز اُس نے کسی سے ذکر کیا کہ اگر مجھ میں چلنے پھرنے کی سکت ہوتی تو میں فخر جہاںؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر شفا کا طالب ہوتا۔ اُسی شب اُس نے حضرتؒ کو دیکھا، حضرتؒ نے فرمایا مرزا یار محمدؒ! تم میں چلنے پھرنے کی طاقت نہ تھی، مَیں خود تمہارے پاس چلا آیا ہوں۔ تسلّی رکھو، اچھے ہو جاؤ گے۔ صبح جب وہ شخص اُٹھا تو خود کو تندرست پایا۔ اور حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکریہ ادا کیا۔

○

کہتے ہیں نمرود کے پاس سات باغات تھے۔ ہر باغ میں طلسم کی مختلف تصویریں نصب تھیں۔ پہلے باغ کے دروازے پر ایک بطخ بنائی تھی، جونہی کوئی مسافر آتا وہ ایسی آواز نکالتی کہ سب اہلِ شہر کو اطلاع ہو جاتی۔ دوسرے باغ میں ڈھول رکھا تھا، جس شخص کی کوئی چیز گم ہو جاتی وہ ڈھول بجاتا، آواز نکلتی کہ تیری چیز فلاں شخص کے پاس ہے۔ تیسرے باغ میں ایک آئینہ آویزاں تھا، جس شخص کا عزیز گم یا لاپتہ ہو جاتا وہ آئینے میں اس کا حال دیکھ لیتا۔ چوتھے میں ایک حوض بنا تھا، کہ سال میں ایک دفعہ مقررہ دن کو وہاں جشن ہوتا۔ لوگ اُس کے اندر اپنی پسند کی پینے کی چیز ڈال دیتے۔ ساقی جب اس میں سے پیالہ بھر کر دیتا تو ہر شخص کو وہی چیز ملتی جو وہ لایا تھا۔ پانچویں باغ میں ایک تالاب تھا، جس کے کنارے پر بیٹھ کر لوگ باہمی جھگڑے طے کرتے، مدعی اور مدعا علیہ اس کے اندر اُترتے۔ جو جھوٹا ہوتا پانی اس کے گلے تک آ پہنچتا۔ چھٹے باغ میں ایک درخت تھا، جس کے نیچے ایک سے لے کر ہزار آدمی تک بیٹھ سکتے اور اس کا سایہ آنے والوں کی تعداد کے مطابق گھٹتا بڑھتا رہتا۔ لیکن اگر آدمی ایک ہزار سے زائد جمع ہو جاتے تو وہ سب پر سے سایہ ہٹا لیتا۔ ساتویں باغ میں ایک گول وضع کا حوض تھا، جس کے کنارے تمام مقبوضہ ملکوں کی تصویریں بنی تھیں۔ جس ملک یا شہر میں گڑبڑ ہوتی، حوض کی موری اس کی طرف کھل جاتی اور وہ شہر غرق ہونا شروع ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے نمرود کو اس قدر عقل عطا کی کہ وہ یہ سب دھندے عقل کے بل بوتے پر چلا رہا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی نے اُس کی عقل پر پردہ ڈال دیا۔ اور وہ خدائی کا دعوٰے کرنے لگا، آخر کار وہ تباہ و برباد ہوا۔

○

حضرت سیّد آتا اور حضرت عزیزانؒ ہم عصر تھے اور کبھی کبھی ایک دوسرے سے ملاقات کیا کرتے تھے۔ ابتداً میں حضرت سیّد آتاؒ حضرت عزیزانؒ سے ناراض تھے، ایک دن حضرت سیّد آتاؒ سے حضرت عزیزانؒ کی شان میں بے ادبی ہو گئی، اتفاقاً ان ہی ایام میں ترکوں کی ایک جماعت دشتِ قپچاق کی طرف سے حملہ آور ہوئی اور حضرت سیّد آتاؒ کے ایک لڑکے کو پکڑ کر لے گئی۔ حضرت سیّد آتا کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ اُفتاد حضرتؒ کی شان میں بے ادبی کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ آپؒ نے حضرت عزیزانؒ سے معافی مانگی اور بطور ضیافت آپؒ کی دعوت کی جسے آپؒ نے قبول فرمایا اور حضرت سیّد آتاؒ کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس دعوت میں بڑے بڑے علماء اور مشاہیرِ وقت موجود تھے۔ اُس دن حضرت عزیزانؒ بہت مسرور تھے جب خادم نے دسترخوان بچھایا اور انواع و اقسام کے کھانے دسترخوان پر چُنے تو آپؒ نے فرمایا کہ علیؒ اپنی اُنگلی نمک پر نہ رکھے گا اور ہاتھ کھانے کی طرف نہ بڑھائے گا۔ جب تک حضرت سیّد آتا کا لڑکا دسترخوان پر حاضر نہ ہو جائے۔ یہ کہہ کر حضرتؒ نے کچھ دیر مراقبہ فرمایا۔ تمام حاضرین لڑکے کی آمد کے منتظر تھے کہ

اچانک حضرت سیدؒ آپؒ کا لڑکا محفل میں حاضر ہوگیا۔ مجلس میں شور برپا ہوگیا اور لوگ حیران رہ گئے اور اُس لڑکے کے آنے کا حال اُس سے دریافت کیا گیا تو اُس نے کہا کہ مَیں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ میں ابھی ترکوں کی قید میں تھا اور وہ مجھے اپنے ملک لئے جا رہے تھے اور اب دیکھ رہا ہوں کہ حضرتؒ کے سامنے حاضر ہوں۔ اہلِ مجلس کو یقین ہوگیا کہ یہ حضرت عزیزاںؒ کا تصرّف ہے۔ سب آپؒ کے قدموں پہ گر پڑے اور آپؒ کے مُرید ہوگئے۔

○

حضرت شیخ سلیم چشتیؒ حضرت بابا صاحبؒ کی اولاد میں سے تھے۔ آپؒ کے آبائے کرام کسی زمانے میں اجودھن سے آکر لدھیانے میں مقیم ہوئے تھے۔ حضرتؒ اللہ کے حکم سے دہلی تشریف لائے۔ بادشاہ اکبر کو حضرتؒ کی ذات بابرکات سے اعتقاد ہُوا۔ اکثر بادشاہ آپؒ کے در دولت پر حاضری دیتا تھا۔ ایک روز اکبر بادشاہ نے حضرتؒ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے اولادِ نرینہ کی بہت آرزو ہے۔ خدا سے دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا عطا فرمائے۔ حضرتؒ نے مراقبہ کیا۔ بعد ازاں مراقبے سے سر اُٹھا کر فرمایا۔ تیری تقدیر میں اولادِ نرینہ نہیں ہے، مجبوری ہے۔ بادشاہ نے پھر عرض کیا کہ حضرتؒ اگر یہ میری تقدیر میں ہوتا تو میں آپؒ سے دُعا کا کیوں خواہاں ہوتا۔ آپؒ نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی اور پھر فرمایا۔ بہتر ہے کل رانی کو ہمارے گھر بھیج دو۔ اگلے روز بادشاہ اکبر نے رانی کو حضرتؒ کے گھر بھیج دیا۔ جب حضرتؒ کو رانی کے آنے کی اطلاع ملی تو آپؒ بھی گھر میں تشریف لائے اور اپنی بی بی صاحبہ سے ارشاد فرمایا کہ یہ بچہ اس کو دے دو۔ حضرتؒ کی زوجہ مبارک حاملہ تھیں۔ آپؒ کی بی بی صاحبہ نے حضرتؒ کے حکم کی تعمیل کی۔ جب رانی محل سرائے میں پہنچی تو خدا کی قدرت سے آثارِ حمل نمودار ہوئے۔ بادشاہ اکبر حضرتؒ کی زیارت کے لئے حاضر ہُوا تو حضرتؒ نے فرمایا۔ "مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تجھے فرزند عطا فرمایا ہے۔ مگر اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ چنانچہ جب شہزادہ پیدا ہُوا تو اکبر نے اس کا نام سلیم رکھا اور بچپنے ہی سے شہزادے کو حضرتؒ کی خدمت میں تربیت کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

○

حضرت شاہ اعلیٰ چشتیؒ حضرت جلال الدین کبیر الاولیاؒ کی اولاد میں سے تھے۔ آپؒ مدارجِ اعلیٰ اور مراتبِ معلّیٰ رکھتے تھے۔ خرقہ خلافت اپنے والد شیخ نظام الدینؒ سے حاصل کیا۔

ایک مرتبہ حضرتؒ اپنے مریدوں کے ہمراہ حضرت بو علی قلندرؒ کی زیارت کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں بارش شروع ہوگئی اور دیکھتے ہی دیکھتے بہت تیز ہوگئی۔ حضرتؒ نے اپنے ہمراہیوں کو فرمایا

کچھ فکر نہ کرو بارش سے تمھیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ حضرتؒ کے مریدوں کا کہنا ہے کہ حضرتؒ کے ارشاد فرمانے کے بعد ہمیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ ہم سے دو قدم کے فاصلے پر بارش ہوتی رہی اور ہم بارش سے محفوظ رہے۔ الغرض سب درگاہ میں پہنچے۔

حضرتؒ کا ایک مرید چند اشرفیاں اپنے مکان میں کہیں گاڑ کر بھول گیا۔ ہر چند تلاش کیا نہ پایا۔ ناچار حضرتؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرتؒ اُس کے مکان کی طرف تشریف لے گئے۔ جب آپؒ اُس کے مکان کے دروازے پر پہنچے۔ آپؒ نے عصا مبارک زمین پر مارا اور فرمایا کہ یہاں کھودو۔ جب مرید نے زمین کھودی تو اشرفیوں سے برتن بھرا ہُوا پایا۔ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور عرض کیا کہ میں نے یہ برتن اپنے کمرے میں گاڑا تھا۔ اس جگہ کیسے آگیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ یہ سِرّ الٰہی ہے۔ اس کا سبب ظاہر کرنا منع ہے۔

حضرتؒ نے اپنی خانقاہ میں ایک کنواں تیار کرایا۔ مگر اس کا پانی کھارا نکلا۔ جب خدام نے حضرتؒ سے عرض کیا تو آپؒ خاموش رہے۔ اسی وقت درگاہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے ایک خادم نے چند کاک (نان) بطور تبرک لاکر حضرتؒ کی خدمت میں پیش کئے۔ حضرتؒ نے اُن کو اپنے ہاتھوں سے توڑ کر اس کنویں میں ڈال دیا۔ اور فاتحہ پڑھی۔ پھر خدّام سے فرمایا کہ اب اس کنویں کا پانی چکھ کر دیکھو۔ حضرتؒ کے ارشاد پر خدّام نے پانی چکھا تو شربت جیسا میٹھا تھا۔

○

حضرت شیخ جلال الدینؒ ہانسی میں تشریف لائے۔ ان دنوں حضرت قطبِ عالم شیخ جمال الدینؒ حیات تھے۔ ان کو غیب سے بشارت ہوئی کہ شیخ جلال الدین پانی پتیؒ آتے ہیں۔ چل اپنے دروازے پر جاکر ان کی دُعاء لیں، ان کی دعا کی برکت سے تیرا سلسلہ جاری ہوگا۔ اُسی وقت حضرت شیخ جمالؒ نے اپنے خادم سے کہا کہ مشرق کی جانب سے چند درویش آئے ہیں اُن کو میرا سلام کہنا اور انھیں میرے پاس لے آنا۔ خادم خانقاہ سے چل کر تھوڑی دُور گیا تھا کہ آپؒ سے مُلاقات ہوئی اور اپنے شیخ کا سلام کہا اور درویشوں کو ساتھ لئے ہوئے خانقاہ کے دروازے پر شیخ جمالؒ منتظر کھڑے تھے۔ درویشوں سے پوچھا کیا آپؒ میں سے کوئی اور بھی باقی ہے، درویشوں نے کہا ہم سب آپؒ کی خواہش پر حاضر ہوئے ہیں، ایک خوردسال لڑکے کو آبادی سے باہر سامان کی حفاظت کے لئے چھوڑ آئے ہیں۔ شیخ جمالؒ نے کہا "آپؒ میں سے کوئی ایک جاکر اُس لڑکے کو لے آئے۔ مجھے اُسی لڑکے سے کام ہے۔ سب درویشوں کو آرام کرنے کی ہدایت کی اور حضرتؒ کو اپنے پاس رکھا۔ خلوت میں کہا کہ میں نے سلسلۂ شیخ علی احمد صابرؒ کو چاک کیا تھا۔ انھوں نے میرا سلسلہ چاک کیا۔ جب یہ خبر بابا صاحبؒ کو پہنچی تو آپؒ نے فرمایا تھا کہ بے شک سلسلۂ جمالؒ منقطع ہُوا مگر طریق شیخ علی احمد صابرؒ

میں پانی پت کا رہنے والا شیخ جلالؒ ہوگا، اگر وہ دعا کرے گا تو شیخ جمالؒ کا سلسلہ جاری ہوگا۔ مجھے بشارت ہوئی کہ وہ آپؒ ہی ہیں، میرا سلسلہ جاری کیجئے۔ شیخؒ نے وضو کیا اور دوگانہ ادا کر کے دعا کی اور فاتحہ پڑھ کر رخصت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور شیخ برہان الدینؒ چھ مہینے کے تھے کہ قطب جمال الدینؒ نے رحلت کی اور حضرت سلطان المشائخؒ ان کو اپنے ہمراہ دہلی لے گئے۔

○

حضرت شیخ جلال الدینؒ کے دستر خوان پر جس برتن میں جو کھانا کھاتا وہ اسی کی ملک مقرر تھی۔ خلقت حیران تھی کہ ہر روز اتنے برتن کہاں سے آتے ہیں۔ اگر کبھی حضرتؒ کا دل آبادی سے گھبرا جاتا تو دس دس دن جنگلوں میں رہتے۔ وہاں غیب سے کھانا موجود ہوتا اور جس قدر کھانا ہوتا اس کے کھانے والے بھی خدا بھیج دیتا۔ جب حضرت شاہ ولایتؒ نے آپؒ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا تو اُس وقت فرمایا تھا کہ جلالؒ تجھے یہ بھی دیا۔ وہ بھی دیا۔ اُس روز سے یہ کیفیت تھی کہ علاوہ املاکِ جدّی کے لوگ گھوڑے، ہاتھی، شتر، زر و جواہر ہر قسم کے اسباب و سامان نذر کرتے تھے۔ مگر حضرتؒ غلبۂ استغراق ذاتِ احدیت میں کسی طرف نظر بھی نہ فرماتے تھے۔ سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ احمد قلندرؒ نے مرشد کی طلب میں ولایت سے چل کر سیر کنان ہندوستان میں لکھی ہے۔ جنگل میں آکر قیام کیا۔ اور اطراف و جوانب سے مشائخوں کو دعوت دے کر بلایا۔ تمام درویش اطراف و اکناف کے جمع ہو گئے۔ چنانچہ درویشوں کی اس محفل میں شیخ جلال الدینؒ بھی موجود تھے۔ جب سب درویش کھانے پر بیٹھے اور دستر خوان پر سے کپڑا اُٹھایا تو تمام کھانا مشکوک نظر آیا۔ ہر برتن میں بندر، بلی اور کتا نظر آیا۔ سب کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا اور حضرتؒ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اب کیا کیا جائے؟ آپؒ نے فرمایا کہ خدا سے کیوں عرض نہیں کرتے کہ الٰہی حکم دے کہ جو کھانا ناجائز ہے وہ دستر خوان سے جدا ہو جائے۔ آپؒ کا یہ فرمانا تھا کہ ہر ایک جانور اصلی حالت میں آکر برتن سے نکل بھاگا۔ یہ دیکھ کر احمد قلندرؒ نے اپنا سر حضرتؒ کے قدموں پر رکھ دیا اور کہا کہ میں نے صاحبِ ولایت کو پانے کے لئے ایسا کیا تھا۔

○

جس زمانے میں **جواہر سنگھ جاٹ** نے دہلی کو لوٹا اور اطراف و اکناف کے دیہاتوں کو تاراج کیا، آبادی چراغ دہلی میں ایک برہمن رہتا تھا۔ اُس نے خیال کیا کہ تمام ملک تاراج ہو رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جاٹ کسی دن اس بستی پر بھی حملہ کر دیں۔ یہ سوچ کر کہ بستی کو بچانے کی کوئی ترکیب کی جائے غسل کیا اور لوٹا ہاتھ میں لے کر حضرتؒ کے مزار پر حاضری دی اور کہا کہ یا حضرتؒ! میں برہمن ہوں اور یہ عرض کرنا چاہتا ہوں

کہ آپؒ پر یہ روشن ہے کہ تمام علاقہ برباد ہو رہا ہے۔ ہم لوگ جو اس چار دیواری کے اندر بستے ہیں آپؒ کی رعایا ہیں، سوائے آپؒ کے دوسرا وسیلہ نہیں رکھتے، ہماری مدد فرمائیے۔

یہ عرض کر کے اپنے مکان پر واپس آگیا۔ تمام دن حضرتؒ سے لو لگائے رہا۔ شب کو جب وہ سویا تو خواب میں دیکھا کہ حضرتؒ فرماتے ہیں "تم دروازہ بند کئے رہو، اگر وہ تمھاری طرف آئیں گے تو اندھے ہو جائیں گے"۔ چنانچہ جب جاٹ بستی چراغ دہلیؒ کو لوٹنے آئے لیکن جونہی احاطے کے قریب پہنچے احاطہ دکھائی نہ دیا۔ کئی بار کوشش کے بعد لوگوں سے پوچھا کہ احاطہ چراغ دہلیؒ نہیں ملتا۔ ان لوگوں نے کہا کہ احاطہ چراغؒ تو تمھارے سامنے ہے۔ انھوں نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ بستی چراغ دہلیؒ ہمیں نظر نہیں آتی۔ لوگوں نے کہا وہاں شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کا مزار ہے، یہ بستی انھیں کے نام پر مشہور ہے۔ وہ اپنی بستی پر مہربان ہیں، اور بستی والے حضرتؒ کے بے پناہ معتقد ہیں۔ یہ حضرتؒ ہی کا تصرف معلوم ہوتا ہے کہ بستی تمھیں نظر نہیں آتی۔ یہ سن کر جاٹ معتقد ہوئے اور سچے دل سے توبہ کی اور خلوصِ نیت سے زیارت کے لئے آئے اور پھول چڑھا کر آئندہ لوٹ مار سے توبہ کرلی۔

○

حضرت مولانا خواجگیؒ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے خلیفہ تھے۔ مولانا معین الدینؒ سے اکتسابِ علمِ دین کیا تھا۔ مولانا معین الدین عمرانیؒ حضرت چراغ دہلیؒ سے ناراض تھے اور اپنے شاگردوں کو حضرتؒ کی خدمت میں جانے سے روکتے تھے۔ مگر مولانا خواجگیؒ دونوں بزرگوں سے کمال عقیدت رکھتے تھے اور شکر رنجی سے بہت پریشان رہتے تھے۔ ایک دفعہ مولانا معین الدینؒ مرضِ ضیق النفس میں ایسے مبتلا ہوئے کہ اس سے نجات کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ اپنی زندگی سے ناامید ہو کر ایک روز مولانا خواجگیؒ سے فرمایا کہ اطبّاء نے علاج کرنے سے جواب دے دیا ہے۔

مولانا خواجگیؒ نے فرمایا کہ اس وقت حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ اولیائے مُستجاب الدعوات ہیں۔ اگر ان کے پاس چلئے تو وہ دعا کریں، یقین ہے کہ بارگاہِ کبریا میں حضرتؒ کی دُعا قبول ہو اور حضرتؒ کی نظرِ کیمیا اثر سے شفا ہو۔ یہ سُن کر اگرچہ مولانا معین الدین عمرانیؒ کا دل تو نہ چاہتا تھا مگر بوجہ شدّتِ مرض و تکلیف حضرتؒ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ جب حضرتؒ کو آپؒ کے آنے کی خبر ہوئی تو پیشوائی کر کے خانقاہ سے اندر لے گئے اور با عزازِ تمام بٹھایا اور اُن کے آگے دسترخوان بچھایا، کھانا چُنا گیا۔ ایک رکابی میں دہی اور خشکہ تھا۔ وہی رکابی مولاناؒ کے آگے رکھی گئی۔ شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ "بسم اللہ کیجئے"۔ مولاناؒ نے بمشکل تمام چند لقمے نوش کئے، کیونکہ دہی اور خشکہ مرض کے مخالف تھے۔ مگر جب

دسترخوان برخاست ہوا اور ہاتھ دھلائے گئے تو معاً مولاناؒ کو قے نے غلبہ کیا اور "اُبکائی آئی" بہت زور کی قے ہوئی اور مرض کو آرام ہوگیا۔ مولاناؒ صدقِ دل سے حضرتؒ کے معتقد ہوگئے۔

○

حضرت شیخ احمد عبدالحقؒ ایک روز دیوارِ حجرہ پر تشریف فرما تھے۔ ادھر سے شیخ جمال گوجرہ گھوڑی پر سوار گذر رہے تھے۔ حضرتؒ کو دیوارِ حجرہ پر تشریف فرما دیکھ کر کہنے لگے کیوں کیا اس دیوار کو گھوڑا بنانے کے ارادے ہیں؟ حضرتؒ نے فرمایا یہ کون سی مشکل بات ہے۔ اُسی وقت دیوار کو حرکت ہوئی۔ حضرت جمالؒ صورت ہی دیکھتے رہ گئے۔ حضرتؒ نے اس سے پوچھا کیوں بھائی جمالؒ تمھاری گھوڑی کیسی چلتی ہے۔ انھوں نے ہر چند کوڑے مارے اس نے قدم بھی نہ ہلایا۔ اس وقت شیخ جمالؒ بہت شرمندہ ہوئے اور معذرت چاہی۔

ایک مرتبہ رودلی کے حاکم کا پیادہ حضرتؒ کی خانقاہ سے ایک چارپائی اٹھا کر لے گیا۔ خدام نے عرض کیا، حضرتؒ نے فرمایا صبر کرو۔ تھوڑی دیر بعد پتہ چلا کہ وہ حاکم مرگیا۔

ایک بار حضرتؒ اپنے چند خدّام کے ساتھ ایک جنگل میں جا پہنچے۔ وہاں ایک نہایت سرسبز و شاداب پیڑ تھا۔ اس کے نیچے صاف ستھری زمین تھی۔ حضرتؒ نے درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ حضرتؒ کی روحِ مبارک پرواز کرگئی اور جسدِ خاکی رہ گیا۔ حضرتؒ کے عقیدت مند یہ حال دیکھ کر گریہ وزاری کرنے لگے۔ اور بھی بہت لوگ جمع ہوگئے۔ جب بہت شور و غل ہوا تو حضرتؒ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ میرا ارادہ اسی جگہ رہنے کا تھا۔ مگر تمھاری گریہ وزاری ہم سے دیکھی نہیں گئی۔ اور پھر ہم تم میں لوٹ آئے ہیں۔

○

حضرت مولانا سیّد غوث علی شاہ قلندر پانی پتیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ہم پہلی مرتبہ پیرانِ کلیر گئے تو دو وقت کا فاقہ ہوا، ہم نے حضرت مخدومؒ کے مزار پر جا کر کہا کہ حضرت آپؒ نے تو عمر بھر گولروں پر گذارا کیا ہم کو بھوکا ہی رکھئے گا۔ غور سے دیکھا تو قبر پر سیاہ سانپ لپٹا ہوا تھا۔ ہم اپنا حال کہہ کر چلے آئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک خادم کھانا لایا، اور معذرت کرنے لگا کہ میں بھول گیا تھا۔ آپ معاف فرمائیں۔ ہمیں وہاں سال بھر رہنے کا اتفاق ہوا۔ ایک بار تمام خادمانِ درگاہ حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ کے عُرس پر چلے گئے تھے۔ وہاں سوائے ہمارے اور کا فرشاہ مجذوبؒ کے کوئی نہ تھا۔ وہ عارضۂ اسہال میں مبتلا تھے۔ ایک دن ہم سے کہا کہ میرا وقت قریب آگیا۔ میرا بدن اور کپڑے سب ناپاک ہیں، کپڑے

تالاب پر دھولاؤ اور مجھے نہلا دو، ہم نے کپڑے دھو دیئے اور اُن خوب نہلا دیا۔ بعد نمازِ مغرب چادر تان کر لیٹ گئے اور السلام علیکم کہہ کر جان بحق ہوئے۔ اُس زمانے میں مزار کے آس پاس بڑا گھنا جنگل تھا۔ ہم اُن کی لاش کی نگہبانی کرتے رہے۔ جب آدھی رات گذری تو خیال آیا کہ لاش کو تنہا چھوڑتے ہیں تو اس بات کا خوف ہے کہ کوئی جانور نہ کھا جائے اور اگر لاش کی حفاظت کے لیئے بیٹھتے ہیں تو نماز قضا ہوتی ہے۔ ہم اسی فکر میں تھے کہ وہ مجذوب الا اللہ کہہ کر اُٹھ بیٹھے۔ ہم نے لاحول پڑھی اور اپنا عصا سنبھالا۔ خیال تھا کہ کوئی بھوت لاش کے اندر حلول نہ کر گیا ہو، مارنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ وہ گھبرا کر بولے۔ میاں غوث علی شاہؒ خبردار! مَیں کوئی جن بھوت نہیں، مَیں تو وہی کافر شاہؒ ہوں۔ تم فکرمند تھے اس لیئے میں دربارِ الٰہی سے دو پہر کی رخصت لے کر آیا ہوں۔ اب تم نماز پڑھو مَیں دو گھڑی دن چڑھے مروں گا۔ ہم نے اپنا عصا رکھ دیا ان سے باتیں شروع کیں۔ اوّل تو ہم نے پوچھا کہ آپؒ کون ہیں، دوسرے یہ کہ آپؒ کو فیض کہاں سے ہُوا، تیسرے یہ کہ مرنے کے بعد کیا گذری؟ کافر شاہؒ نے جواب دیا کہ "مَیں تیموریہ خاندان کا شہزادہ ہوں اور فیض باطنی مجھ کو حضرت مخدوم علی احمد صابرؒ کی رُوحِ پُرفتوح سے ہُوا ہے۔ اور وہاں کا حال مختلف ہے۔ مجھ پر خیر گذری زیادہ حال بیان کرنے کی اجازت نہیں۔ تم جب آؤ گے تو خود معلوم کر لو گے۔ اب جاؤ نماز پڑھو دیر ہو رہی ہے، مگر اشراق پڑھ کر جلد چلے آنا۔ جب ہم ٹھیک وقت پر آ پہنچے تو آپؒ نے فرمایا کہ لو اب ہم جاتے ہیں۔ تم دفن و کفن کا کچھ فکر نہ کرنا۔ مولوی قلندر صاحب جلال آبادی اور اُن کے دو طالب علم آتے ہی ہوں گے، وہ تمھارے مددگار ہوں۔ دو چادریں ان کی اور ایک ہماری، ان میں لپیٹ کر دفن کر دینا اور میری قبر مخدوم صاحبؒ کے پاانداز بنانا۔ پھر آپؒ نے کہا کہ اب انگوٹھوں میں سے جان نکل گئی، اب ٹخنوں میں آئی، اب گھٹنوں میں، اب کمر میں، اب سینے میں اور اب حلق میں۔ السلام علیکم کہہ کر رخصت ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں مولوی صاحب بھی تشریف لائے، ان کی وصیّت کے مطابق انھیں دفن کر دیا۔ پھر ہم نے تمام حال مولوی صاحب سے بیان کیا، وہ بہت دیر تک متحیّر رہے اور کہنے لگے کہ حقیقت میں یہ درویش اپنے فن کا پُورا تھا۔

○

حضرت غوث علی شاہؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ قلندر صاحبؒ کے چلّہ میں جا کر ٹھہرے۔ شاہ امیر الدینؒ بھی وہاں تشریف لائے۔ فرمانے لگے کہ میاں جنگل میں رہ کر کیا کھاؤ گے، ہم نے کہا صاحب جو خدا کھلائے گا۔ کچھ دیر بعد ایک شخص آیا اور چاول گھی اور مُرغ لے آیا۔ ہم نے اُس سے کہا کہ بھائی! اگر تم قلندر صاحبؒ کی نذر لائے ہو تو یہ پانی پت یا کرنال لے جاؤ اور اگر زندہ قلندر کے واسطے

لائے ہو تو ہمارے پاس رکھ دو۔ اُس شخص نے کہا صاحب مَیں تو آپ کے واسطے لایا ہوں۔ ہم نے خدا کا شکر ادا کیا اور پلاؤ پکایا۔ پھر تو ہمیشہ یہی کیفیت رہی۔ چھ ماہ تک ہم وہاں ٹھہرے رہے۔ ہر روز کچھ نہ کچھ خدا کے فضل و کرم سے آتا رہا اور ہم اُس کا شکر بجا لا کر کھاتے رہے۔

○

حضرت غوث علی شاہؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں اور میرا بھائی دونوں ملکِ دکن کے اندر ایک راجہ کے سواروں میں بھرتی ہو گئے۔ چند روز کے بعد وہ راجہ تو مر گیا، اُس کے دو بیٹوں نے ریاست و سپاہ آپس میں تقسیم کر لئے۔ اتفاق سے دونوں بھائیوں میں ناراضگی ہو گئی اور آپس میں لڑ پڑے ہم دونوں بھائی بھی لڑائی میں سخت زخمی ہوئے۔ رات کو میدانِ جنگ میں پڑے تھے اور کوئی ہمارے حال کا پُرساں نہ تھا۔ آدھی رات کے وقت پیاس لگی، دور سے ایک برہمن آتا نظر آیا، اس کے ہاتھ میں ایک بالٹی تھی، اور دس پندرہ آدمی ساتھ پانی کے بھرے ہوئے گھڑے سروں پر اُٹھائے، زخمیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ چونکہ مجھے ہندوؤں کے ہاتھ سے کھانے پینے سے ہمیشہ پرہیز رہا تھا اس لئے اس برہمن کے ہاتھ سے پانی پینے سے انکار کر دیا۔ برہمن چلا گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد واپس آیا۔ مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ خان صاحب! کیوں پیاسے رہتے ہو، پی بھی لو۔ مَیں نے کہا مَیں نے کبھی ہندو کے ہاتھ سے پانی نہیں پیا۔ اب مرتے وقت کیوں پیوں۔ برہمن نے کہا۔ آپ بڑے ضدی ہیں۔ کیا اسی کا نام مُسلمانی ہے، لو پانی پیو، میں تمھارے بھائی کو بھی پانی پلا آیا ہوں، ابھی تمھاری عمر بہت ہے۔ یہ سُن کر ہمارے کان کھڑے ہوئے کہ یہ شخص میرے بھائی کو کیونکر جانتا ہے اور اس کو ہماری عمر کی کیا خبر۔ مَیں نے کہا۔ پانی تو پی لوں گا، لیکن یہ تو بتائیے کہ آپؒ کون ہیں۔ فرمایا کہ مَیں خضرؑ ہوں اور یہ لوگ جن کے سروں پر پانی کے گھڑے ہیں ابدال ہیں۔ ہم کو حکم ہوا ہے کہ ابھی ان زخمیوں کی عمر زیادہ ہے انھیں پانی پلاؤ۔ میں نے کہا۔ حضرتؑ آپؑ نے یہ بھیس کیوں بدلا ہے۔ آپؑ نے فرمایا میاں چُپ رہو، مہاراج کہو مہاراج، اس لئے کہ بہت سے ہندو بھی اس میدان میں پڑے ہیں جن کو مسلمانوں کے ہاتھ سے پانی پینے سے انکار ہے۔ مَیں نے کہا اگر آپؑ دوسری ملاقات کا وعدہ کریں تو پانی پیتا ہوں، آپؑ نے فرمایا، اچھا ملاقات ہو گی لیکن تم پہچان نہ سکو گے۔ مَیں نے پانی پیا، کچھ قوّت آئی، وہاں سے اُٹھ کر مکان پر آیا، پھر نوکری چھوڑ کر اپنے وطن کی راہ لی۔ وطن پہنچ کر مسجد کی امامت اختیار کی اور پھر لڑکے پڑھانے لگا۔ کوئی پندرہ برس کے بعد ایک روز ایک سپاہی شکستہ حال جس کی تلوار کا نیام بھی ٹوٹ چکا تھا، مسجد میں آیا۔ السلام علیکم کہا، میں نے جواب دیا وعلیکم السلام۔ پھر

مَیں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیسے تشریف لائے۔ کہا بہت دنوں سے آپؒ کی ملاقات کے لئے دل چاہتا تھا، آج سرکاری کام سے ادھر آنکلا، خیال کیا کہ آپؒ سے ملتا چلوں۔ مَیں نے سوچا کہ ہماری ان سے ملاقات تو ہے نہیں، شاید روٹی کے لئے یہ باتیں بناتے ہیں۔ ہم نے روٹی منگوا کر انھیں کھلادی جب کھا پی کر چلنے لگے تو فرمایا کہ لوخان صاحب ہم جاتے ہیں، پندرہ سولہ برس ہوئے کہ تم سے ملاقات ہوئی تھی اور ہم نے ملاقات کا وعدہ کیا تھا۔ پھر یہ نہ کہنا کہ ہم نے وعدہ خلافی کی۔ ہم روٹی کھانے نہیں آئے تھے بلکہ آپؒ سے ملاقات کرنے آئے تھے۔ مَیں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ وہ سلام علیکم کر کے مسجد کے دروازے سے باہر نکل گئے۔ اس وقت مجھے یاد آیا کہ یہ تو حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ مَیں دوڑا اور ہر گلی کوچہ میں دریافت کیا کہ کسی نے اس شکل و صورت کا کوئی آدمی تو نہیں دیکھا ہے۔ مگر کچھ پتہ نہ لگا۔ مجبوراً ہم افسوس کر کے رہ گئے۔

○

حضرت غوث علی شاہؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ دورانِ سفر میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ اس کا حال دریافت کیا تو کہنے لگا کہ مَیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزار کا جاروب کش ہوں۔ چھ مہینے میں ایک مہینہ کی رخصت ملتی ہے۔ ہفتہ بھر گھر پہ گذار کر پھر آستانہ پہ حاضر ہو جاتا ہوں۔ جب میں بیس سال کی عمر کا ہُوا تھا تو مجھے حرم شریف کی زیارت کا خیال آیا۔ جا بجا مقدّس مقامات کی زیارت کرتا ہُوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزارِ منبرکہ پر پہنچا، دل یہاں پہنچ کر کچھ ایسا مانوس ہُوا کہ مَیں یہیں کا ہو رہا اور جاروب کشی اختیار کر لی۔ سات آٹھ برس کے بعد ایک فقیر میرے وطن کا وہاں آنکلا، اور پیام دیا کہ تمھاری بیوی نے کہا تھا کہ اگر کہیں مل جائے تو کہہ دینا کہ تمھارے بچّوں کی شادی کا وقت آگیا ہے اور خرچ کو کوڑی بھی نہیں۔ جس طرح ہو سکے آجاؤ۔ اُس وقت سے میں فکرمند تھا کہ میرے پاس زادِ راہ بھی نہیں اور سفر دُور دراز کا ہے کس طرح اس مصیبت سے نجات ملے۔ اسی خیال میں سو گیا۔ حضرت مُوسیٰ علیہ السلام نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ فلاں مقام پر پتھر کے نیچے پانچ سو ریال رکھے ہیں، ان کو لو اور گھر چلے جاؤ۔ لیکن بچّوں کی شادی کر کے جلد واپس چلے آنا ہم تمھارے منتظر رہیں گے۔ جب میں نیند سے بیدار ہُوا تو اس خواب کو محض خیال سمجھا۔ دوسری رات پھر یہی واقعہ پیش آیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اس مقام پر جا کر دیکھو تو سہی مَیں نے اُس مقام پر جا کر دیکھا تو درحقیقت وہاں پانچ سو ریال پائے۔ تیسری شب آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ کل ضرور چلے جاؤ اور جلد واپس آؤ۔ مَیں وہاں سے مدینہ منوّرہ میں آیا۔ وہاں کچھ مُدت قیام کا ارادہ تھا، خواب میں حضور سرورِ کائناتؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہاں سے جلد چلے جاؤ کیونکہ حضرت موسیٰؑ تمھارے

منتظر ہیں۔ میں وہاں سے روانہ ہوگیا۔ گھر پہنچا، بچّوں کی شادی سے فارغ ہُوا تو گھر سے چھوڑنے کو جی نہ چاہتا تھا۔
ایک رات حضرت موسٰی علیہ السّلام نے خواب میں فرمایا کہ کیا تو واپس نہیں آنا چاہتا، میں نے عرض کیا کہ پیدل
چلنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا اچھّا۔ جب بیدار ہُوا تو دیکھا کہ حضرتؑ کے آستانے پر موجود
ہوں۔ اُس روز سے میرا یہ حال ہے کہ چھ مہینے کے بعد عرض کرکے سو رہتا ہوں اور صبح کو اپنے گھر
بیدار ہوتا ہوں اور پھر آٹھ دن بعد اسی طرح حضرتؑ کے آستانے پر پہنچ جاتا ہوں۔ میرے حال پر
موسٰی علیہ السلام کی بہت مہربانی ہے۔ جس وقت چاہتا ہوں حضرتؑ سے گفتگو کرلیتا ہوں۔
ایک دن عرض کیا کہ حضرتؑ مجھ کو کچھ تعلیم فرمائیے۔ ارشاد فرمایا تو متحمّل نہ ہوگا مگر ہاں بعد انتقال کے تم کو
کچھ دیں گے۔ اب میں اپنے گھر آیا ہوں، چار دن تو گذر چکے ہیں۔ تین دن باقی ہیں، پھر اسی آستانے
پر پہنچ جاؤں گا۔ نہایت خوشی میں حضرتؑ کے صدقے زندگی بسر کر رہا ہوں۔

○

حضرت لیث بن سعدؒ کا بیان ہے کہ میں نے ۱۱۱ھ میں حج کیا۔ جب میں نے عصر کی نماز
مسجدِ حرم میں ادا کی اور کوہ ابوقبیس پر چڑھا تو وہاں ایک شخص کو بیٹھا دُعا مانگتے دیکھا۔ وہ شخص یوں دُعا
مانگ رہے تھے "یا ربّ یا ربّ"! پھر خاموش ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد اُس شخص نے پھر اللہ کو یاد کیا،
"یا حیُّ یا حیُّ"! پھر انھوں نے کہا۔ "الٰہی میں انگور کھانا چاہتا ہوں۔ خدایا مجھے انگور کھلا دے"۔ میری
دونوں چادریں پھٹ گئی ہیں مجھے نئی چادریں عطا کر دے"۔ راوی کا بیان ہے کہ ابھی اُس شخص کی دُعائیں
التجائیں ختم بھی نہ ہوتے پائی تھیں کہ میں نے ایک انگوروں کا بھرا ہُوا ٹوکرا دیکھا، حالانکہ اُس وقت روئے زمین
پر انگور کا وجود کہیں نہ تھا۔ اور دو چادریں دیکھیں کہ جن کی مثال میں نے دُنیا میں کہیں نہیں دیکھی تھی۔ اُس
شخص نے قدرت کے اس عطیئے کو دیکھ کر انگور کھانے چاہے، میں نے کہا میں بھی آپؒ کا شریک ہوں، اُنھوں
نے پُوچھا کیونکر؟ میں نے جواب دیا کہ جب آپؒ دُعا کر رہے تھے تو میں آمین کہہ رہا تھا، یہ سُن کر اُنھوں نے
کہا "آگے آئیے اور شوق سے کھائیے"۔ میں آگے بڑھا اور انگور کھائے۔ میں نے اپنی عمر میں ایسے لذیذ انگور
کبھی نہیں کھائے تھے۔ ہم نے پیٹ بھر کر انگور کھائے، مگر ٹوکرا اسی طرح بھرا ہُوا تھا۔ اُس شخص نے فرمایا
کہ ان کو کل کے لئے اٹھا نہ رکھو، اور نہ انھیں چھپاؤ۔ اس شخص نے ایک چادر خود لے لی اور دوسری مجھے
دے دی۔ میں نے کہا، یہ آپ ہی رکھ لیں مجھے ضرورت نہیں، میری خواہش پر اُس شخص نے ایک چادر
تہبند کے طور پر خود باندھ لی اور دوسری اوڑھ لی، پھر دونوں پُرانی چادریں ہاتھ میں لئے پہاڑ سے اُترے
صفا و مروہ کے درمیان ایک شخص نے اُن سے سوال کیا۔ "اے فرزندِ رسول اللہؐ! میں ننگا ہوں یہ مجھے

اُڑھادیں، جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ رضؓ کو اوڑھائے ہیں۔ اُس شخص نے وہ دونوں چادریں سائل کو دیدیں۔ یہ دیکھ کر میں نے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ سائل نے جواب دیا کہ یہ سیّدنا حضرت امام جعفر صادق رضؓ تھے!

○

قطبِ دوراں حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک واقعہ پیش آیا، جس کے حل کا طریقہ بے حد دُشوار معلوم ہُوا۔ میں شیخ حضرت ابوالقاسم گرگانیؒ کی زیارت کے ارادے سے طوس میں پہنچا۔ حضرت شیخؒ مسجد میں اپنے کمرے میں تنہا بیٹھے تھے اور میرے واقعہ کو ایک ستون سے کہہ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔" اے شیخؒ! آپؒ یہ گفتگو کس سے کر رہے ہیں؟" شیخؒ نے فرمایا اے لڑکے اللہ تعالیٰ نے اس وقت اس ستون کو میرے ساتھ گویا کر دیا۔ اس نے مجھ سے سوال کیا، جس کا میں جواب دے رہا ہوں۔

○

حضرت حبیب عجمیؒ اللہ کے فضل وکرم سے مستجاب الدعوات تھے۔ حضرتؒ کے پاس اکثر ضرورت مند لوگ آتے، حضرتؒ ان کے لئے دعا فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے کرم و احسان سے اُن کی مشکلیں آسان ہو جاتیں۔ ایک مرتبہ ایک غریب عورت حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا۔ میرا بیٹا عرصہ سے لاپتہ ہے آپؒ میری مدد فرمایئے اور خدا سے دُعا فرمایئے کہ میرا گم شدہ بیٹا مجھے مل جائے۔ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا تمہارے پاس کچھ چاندی ہے؟ عورت نے عرض کیا میرے پاس صرف دو درم ہیں۔ حضرتؒ نے وہ درم لے کر خیرات کر دیئے اور فرمایا۔ جاؤ تمہارا بیٹا گھر پہنچ گیا ہے۔ عورت پریشانی کے عالم میں گھر پہنچی تو دیکھا کہ لڑکا گھر میں بیٹھا ہُوا ہے۔ وہ اپنے بیٹے سے لپٹ گئی اور اس سے حالات پوچھنے لگی۔ لڑکے نے بتلایا میں کرمان میں تھا اور تعلیم حاصل کر رہا تھا، ایک ضرورت سے بازار آیا کہ یکایک ایک تیز آندھی آئی اور ہوا کے اس طوفان میں میرے پاؤں زمین سے اُکھڑ گئے۔ اُسی وقت میں نے ایک پُر وقار آواز سُنی، کہنے والا کہہ رہا تھا۔" اے ہوا اس لڑکے کو اٹھا کر اس کے گھر لے جا" میں ہوا کے بازوؤں پر تیر رہا تھا۔ جب آندھی کا زور کم ہُوا اور میرے پاؤں زمین پر لگے تو میں نے دیکھا کہ اپنے مکان کے قریب کھڑا ہوں۔ یہ دیکھ کر میری مسرت و حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں فوراً بھاگ کر گھر میں آ گیا۔

اُس عورت نے جب حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پیغامِ مسرت سنایا تو حضرتؒ نے ارشاد فرمایا: جو کچھ ہوتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے حکم ہی سے ہوتا ہے۔ خدا نے تم پر

احسان کیا ہے۔ اس کا بدلہ یہ ہے کہ خدا کے سوا کبھی کسی اور کا تصور بھی اپنے دل میں نہ لانا اور ہمیشہ اسی کی اطاعت و فرماں برداری اور رضا جوئی کی کوشش کرنا!

○

حضرت شیخ جلال الدینرح حضرت شیخ بوعلی شاہ قلندرؒ کی ملاقات کو گئے تو انھوں نے راستے میں ایک خوفناک شیر کو دیکھ کر کہا۔ "اے شیر! یہ عاشقانِ الٰہی کا مقام ہے یہاں تیرا کیا کام۔" شیر یہ سُن کر حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے حجرے کی طرف روانہ ہوا۔ شیخ جلال الدینؒ بھی شیر کے پیچھے پیچھے حضرتؒ کے حجرے کی جانب بڑھے۔ آگے جاکر کیا دیکھتے ہیں کہ چار اور شیر بھی حضرتؒ کے حجرے کی طرف جا رہے ہیں۔ یہ ہیبت ناک منظر دیکھ کر حضرتؒ کو کسی قدر دہشت معلوم ہوئی۔ مگر چند ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ خود تشریف لے آئے اور فرمایا تم ہمارے رازداروں میں سے ہو آؤ تمھیں شیروں کا تماشہ دکھائیں۔ چنانچہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ اور حضرت شیخ جلال الدینؒ نے دیکھا کہ چاروں شیر آپس میں کھیل کود رہے ہیں۔ لیکن جب ان شیروں نے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ اور حضرت شیخ جلال الدینؒ کو دیکھا تو اُن کے قدموں میں پالتو بلیوں کی طرح لوٹنے لگے۔ شیخ جلال الدینؒ نے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ سے دریافت کیا۔ یہاں تو پانچ شیر آئے تھے اور یہ چار ہیں۔ پانچواں شیر کہاں گیا؟ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے فرمایا وہ پانچواں شیر مَیں تھا۔

○

حضرت قطب الاقطابرح سے روایت ہے کہ رائے پتھورا کے امیروں میں سے ایک شخص حضرت خواجہ اجمیریؒ کا مُرید ہونے آیا۔ حضرتؒ نے اس کو مرید نہ فرمایا۔ وہ بددل ہو کر راجہ کے پاس گیا اور حضرتؒ کی شکایت کی، راجہ نے ایک شخص کو حضرت خواجہ اجمیریؒ کی خدمت میں بھیجا اور پیغام دیا کہ آپؒ نے اس کو مرید کیوں نہیں کیا۔ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک تو یہ بہت گنہگار ہے۔ دوسرے اس کو ہم کلاہِ درویشی نہیں دینا چاہتے، جو خدا کے سوا اور لوگوں کے آگے بھی گردن جھکاتا ہے۔ تیسرے ہم نے لوحِ محفوظ میں لکھا دیکھا ہے کہ وہ اِس جہانِ فانی سے باایمان نہیں جائے گا۔ راجہ یہ سُن کر غصّے میں آگیا اور کہا کہ یہ فقیر غیب کی باتیں بتاتا ہے اس کو کہہ دو کہ ہمارے شہر سے نکل جائے۔ جب یہ حکم خواجہ اجمیریؒ کے گوش گذار کیا گیا تو حضرت خواجہؒ نے تبسّم فرمایا کہ راجہ سے کہہ دو کہ تین دن کی مہلت ہے یا تو فقیر اجمیر سے نکل جائے گا یا راجہ کو اجمیر چھوڑنا پڑے گا۔ چنانچہ خواجہ اجمیریؒ کے ارشاد کے مطابق ۵۸۸ھ میں سلطان شہاب الدین غوری بادشاہ غزنی اجمیر آپہنچا اور راجہ کو گرفتار کرکے

ہانسی کے قلعے میں قید کر دیا۔ جو شخص حضرت خواجہ اجمیریؒ کے پاس مرید ہونے آیا تھا، اسی ہنگامے میں دریا میں ڈوب کر مر گیا۔

○

بابا فرید گنج شکرؒ کے مزار مبارک پر ایک عورت حاضر ہوئی اور حضرت بابا صاحبؒ سے استدعا کی کہ یا حضرتؒ اللہ تعالےٰ سے دُعا کیجئے اگر میرے گھر لڑکا ہُوا تو بندی بامراد ہونے کے بعد مزار مبارک پر چادر چڑھائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے گھر لڑکا ہُوا۔ جب اس لڑکے کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو اپنی برادری کو لے کر منّت پوری کرنے حضرت باباصاحبؒ کے مزارِ مبارک پر پہنچی۔ لڑکا کھیلتا ہُوا ایک قبر کے پاس گیا اور قبر پر پیشاب کر دیا۔ اور معاً بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب اس کی ماں نے دیکھا تو دوڑ کر اس بچے کو گود میں اُٹھا لیا۔ اور آستانہ شریف کے اندر آئی آتے ہی مزار مُبارک کے اندر گھُسی، کوئی اس کو روک نہ سکا، عورت نے مزار مُبارک کے پائیں پہنچ کر بچے کو حضرتؒ کے قدموں میں ڈال دیا اور کہا بابا آپؒ ہی کی دُعا سے اللہ تعالیٰ نے یہ دولت مجھے عطا فرمائی تھی اور اب آپؒ ہی کی دُعا سے واپس جا رہی ہے۔ یہ کہہ کر وہ مزار مبارک کے گرد حلقہ لگانے لگی۔ عُرس کا زمانہ تھا ہزاروں آدمی موجود تھے۔ لیکن سب حیران تھے کہ آخر مزار مبارک کے قریب جانے کی اس کو کیونکر جرأت ہوئی۔ لوگوں کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ عورت یکایک بے ہوش ہو کر پڑی۔ تھوڑی دیر بعد اس کا بچہ رونے لگا تو وہ جھٹ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ مسکراتے ہوئے بچے کو گود میں اُٹھا لیا اور اپنا تمام زیور محتاجوں میں تقسیم کر دیا اور خوشی خوشی منّت ادا کی۔ لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ یہ قصّہ کیا تھا۔ عورت نے بیان کیا کہ جب میں بے ہوش ہوئی اور گر پڑی تو دیکھا کہ حضرت بابا صاحبؒ ایک محفل میں تشریف فرما ہیں۔ میں نے حضرتؒ سے التجا کی، حضرتؒ نے اہلِ مجلس سے ایک صاحب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ فلاں شخص کو ہمارے پاس بلواؤ۔ جب وہ حاضر ہوئے تو ان سے فرمایا کہ بھائی اس بچے نے تمہارا کیا قصور کیا تھا۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ میرے مزار پر پیشاب کیا۔ اس پر حضرتؒ نے فرمایا کہ بھائی میرے پاس تو ہر طرح کے لوگ آتے ہیں۔ تم کو بہت غصّہ ہے تو یہاں نہ رہو۔ بہتر ہے کہ کصبہ میں چلے جاؤ۔ یہاں تو سبھی قسم کے لوگ آتے ہیں۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ تیرا فرزند تو زندہ ہے تو کیوں روتی ہے۔ حضرتؒ کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ میرے کان میں بچے کے رونے کی آواز آئی۔ جب آنکھ کھُلی تو مَیں نے بچے کو زندہ پایا۔

○

حضرت شیخ شمس الدین تُرکؒ حضرت شیخ علاء الدین علی احمد صابرؒ کے خلیفہ تھے۔ جب حضرتؒ

ترکستان سے ہندوستان تشریف لائے' ایک روز مجلس میں سادات بیٹھے تھے۔ایک شخص نے حضرتؒ سے کہا کہ تمھارے سیّد ہونے کا کیا ثبوت ہے۔حضرتؒ نے فرمایا میں نے اپنے والد محترم سے سُنا ہے اور نسب نامہ میرے پاس موجود ہے۔اس شخص نے کہا اس طرح ثبوت ملنا مشکل ہے۔اور اس کا کیا ثبوت کہ یہ نسب نامہ آپؒ ہی کا ہے۔یہ بات سنتے ہی حضرتؒ نے جذبۂ ایمانی سے سرشار ہو کر فرمایا کہ سیّد کی داڑھی کا بال آگ میں نہیں جلا کرتا آؤ ہم اور تم دونوں آگ میں گھُس جائیں' جو جل گیا وہ سیّد نہیں۔اس سے بہتر ثبوت اور کوئی نہیں۔آخر گرم تنور میں حضرتؒ تشریف لے گئے۔آگ سرد پڑ گئی۔ ایک تار بھی جامہ مُبارک کا نہ جلا' غیب سے ایک چشمہ جاری ہو گیا' جس کے پانی سے حضرتؒ نے وضو کر کے دوگانہ ادا کیا' پھر حضرتؒ نے اس شخص سے فرمایا۔اب تم بھی وعدہ وفا کیجیے۔وہ لاچار ہُوا اور جب تنور کے نزدیک پہنچا تو آگ کا شعلہ تنُور سے نکلا اور اس شخص کے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔اس نے شور مچایا۔تمام اہلِ مجلس بھی پریشان ہو گئے۔حضرتؒ نے جلدی سے اس شخص کو تھام لیا۔آگ سرد پڑ گئی۔ تمام اہلِ مجلس اس واقعہ سے متاثر ہوئے اور صدقِ دل سے حضرتؒ پر ایمان لائے۔

○

حضرت شاہ مقیمؒ شیخ وقت اور پیرِ طریقت تھے۔ایک روز حضرت شاہ مقیمؒ اپنے چند احباب کے ساتھ درخت کے نیچے بیٹھے تھے۔کہ ایک شخص آیا اور بیان کرنے لگا کہ فلاں عابد کی کئی ایک بیویاں ہیں' وہ ہر روز ان کے پاس رہتا ہے۔لیکن اس کے ساتھ ہی حجرۂ عبادت سے بھی غائب نہیں ہوتا۔دوسرے شخص نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص اپنے گھر میں بھی ہو اور حجرۂ عبادت میں بھی ہو۔حضرتؒ نے نورِ باطن سے معلوم فرما کر ارشاد فرمایا کہ اولیاء اللہ کی کرامت سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔اس درخت کے پتّوں کو دیکھو تمھاری تسلّی ہو جائے گی۔جب ان لوگوں نے سر اُٹھا کر دیکھا تو ہر شاخ اور ہر پتّہ پر حضرتؒ کو موجود پایا۔اور حضرتؒ جہاں بیٹھے تھے وہاں بھی موجود تھے۔

○

حضرت شیخ فتح محمد غیاث الدینؒ اپنے وقت کے باکمال بزرگ گزرے ہیں۔سڑک شاملی پر شیخ سماء الدینؒ خلیفہ کبیر اولیاءؒ پانی پتی کا مزار ہے۔اس سڑک پر کیرانہ اور شاملی کے درمیان کوئی کنواں نہ تھا۔مسافروں کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔کیرانہ کے زمینداروں نے شیخ سما الدینؒ کے مزار کے ساتھ ایک کنواں بنانا چاہا۔دن بھر معمار کنویں کی کھُدائی کا کام کرتے' جب دوسرے روز آ کر دیکھتے

تو کنواں مٹی سے بھرا ہوا نظر آتا۔ جب کئی روز اسی طرح گذر گئے تو اہلِ کیرانہ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرتؒ سے امداد کی درخواست کی۔ حضرتؒ ازراہِ کرم اس مزار پر تشریف لے گئے۔ چند زمیندار بھی آپؒ کے ہمراہ تھے۔ جب رات ہوئی تو زمیندار درختوں پہ چڑھ گئے۔ اور حضرتؒ کنویں کے قریب بیٹھ گئے۔ آدھی رات ہوئی تو ایک بزرگ پھاوڑا ہاتھ میں لیے تشریف لائے چاہتے تھے کہ مٹی سے کنواں بھر دیں۔ حضرتؒ نے انھیں اس بات سے منع فرمایا۔ انھوں نے کہا میں اس مقام پر کنواں نہ بننے دوں گا۔ کنویں کی وجہ سے یہ مقام ناپاک رہے گا۔ ہر چند حضرتؒ نے ان کو سمجھایا وہ بزرگ نہ مانے، اس روز تو وہ چلے گئے۔ لیکن دوسرے روز اسی وقت پھر تشریف لائے۔ زمیندار درختوں پر بیٹھے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ آسمان پر سے ایک تخت اُترا، اس پر دو بزرگ بیٹھے تھے۔ یہ دونوں آنے والے بزرگوں کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ ان دونوں بزرگوں سے آنے والے بزرگوں نے مخاطب ہو کر فرمایا:۔ ہمیں فتح محمدؒ کی خاطر منظور ہے۔ لہٰذا یہاں کنواں بننے دو، ان دونوں بزرگوں نے آنے والے بزرگوں کا حکم منظور کر لیا۔ اور پھر وہ تخت جس طرح سے آیا تھا اسی طرح چلا گیا۔ ان زمینداروں نے حضرتؒ سے پوچھا کہ تخت رواں پہ آنے والے یہ دونوں بزرگ کون تھے۔ حضرتؒ نے فرمایا "جو داہنی طرف تھے وہ حضرت غوث الاعظمؒ تھے اور جو بائیں طرف باادب بیٹھے تھے، وہ میرے پیر و مرشد تھے۔

○

حضرت سیّد شاہ بڑےؒ سلسلۂ قادریہ کے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں حضرتؒ دہلی میں تشریف لائے۔ اس زمانے میں برائے امتحان بادشاہ نے تمام فقیروں کو پکڑ کر قید خانے میں بند کرنے کا حکم دیا تھا۔ سینکڑوں فقیر اس حکم کے تحت قید خانے میں بند تھے۔ ایک دن حضرتؒ سے چند سپاہی ملے اور عرض کیا کہ آپؒ یہاں سے چلے جائیے ورنہ سپاہی آپؒ کو بھی پکڑ لیں گے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں نے کیا جرم کیا ہے۔ اس بحث کے دوران اور سپاہی بھی آ گئے اور حضرتؒ سے کہا اور فقیروں کی طرح تم بھی دانہ دلو۔ حضرتؒ نے چکی کی طرف دیکھا چکی" خود بخود چلنے لگی۔ یہ کرامت دیکھ کر تمام فقیروں نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ بندۂ خدا ہماری مشکل آسان فرمائیے۔ چنانچہ حضرتؒ نے سب چکیوں کو حکم دیا کہ دانہ دلو۔ اور کسی فقیر کو تکلیف نہ دو۔ سب چکیاں چلنے لگیں یہ کیفیت دیکھ کر داروغہ بھاگا ہوا گیا اور بادشاہ سے تمام حال تفصیل سے عرض کیا۔ اسی وقت بادشاہ داروغہ کے ہمراہ حضرتؒ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا۔ اور عرض کیا حضرتؒ! اس قید و بند کا مقصد ہی یہ تھا کہ ہماری کسی ولی اللہ سے ملاقات ہو۔ خدا کا شکر ہے میرا مطلب پورا ہو گیا۔ بادشاہ نے

حضرتؒ کو اپنے ہمراہ لاکر ایک شان دار مکان میں ٹھہرایا اور دیگر فقیروں کو نقد اور جاگیریں دے کر رخصت کیا۔

ایک روز حضرتؒ نے رخصت چاہی۔ بادشاہ نے عرض کیا کہ میری التجا ہے کہ آپؒ میرے پاس رہیں۔ جہاں حکم ہو خانقاہ تعمیر کرادوں۔ حضرتؒ نے فرمایا چار اینٹیں منگواؤ۔ ہم تم دونوں دریا کی سیر کریں گے۔ اینٹیں آئیں اور بادشاہ حضرتؒ کے ساتھ کشتی میں سوار ہوا۔ جب کشتی بیچ دریا کے پہنچی۔ حضرتؒ نے وہ اینٹیں دریا میں چھوڑ کر فرمایا کہ جہاں یہ اینٹیں ٹھہر جائیں وہیں فقیر کی خانقاہ ہوگی بادشاہ کے حکم سے ان اینٹوں کی تلاش ہوئی۔ آخر ایک جگہ دیکھا کہ پانی ہٹ گیا ہے اور چاروں اینٹیں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے رکھی ہیں۔ جب کشتی قریب پہنچی، حضرتؒ کشتی سے اُتر کر وہاں جا بیٹھے۔ اُس دن سے یہ کیفیت ہوئی کہ ہر وقت ہزاروں آدمی اہلِ شہر اور اُمراء حضرتؒ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور حضرتؒ کے فیض سے فیض یاب ہوتے تھے۔ اُس وقت سے آج تک طغیانی کے باوجود حضرتؒ کی خانقاہ میں پانی کبھی نہیں آیا۔

○

حضرت شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے ایک خادم فرماتے ہیں کہ میں چالیس دن تک خلوت میں اپنے پیر و مُرشد کے ساتھ رہا، پورا چلّہ گذر جانے کے بعد میں نے حضرتؒ کو بلند پہاڑی کی چوٹی پر اس شان سے جلوہ افروز دیکھا کہ حضرتؒ کے گرد جواہرات کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور حضرتؒ کے ہاتھ میں ایک پیمانہ ہے، پہاڑ کے نیچے بہت سے لوگ دامن پھیلائے کھڑے ہیں۔ حضرتؒ اس پیمانے کو جلد جلد جواہرات سے بھر بھر کر مانگنے والوں کی طرف پھینک رہے ہیں۔ جواہرات جب ذرا کم ہوتے ہیں تو اس تیزی کے ساتھ بڑھتے ہیں کہ کمی کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ جب میں اعتکاف سے باہر آیا تو حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنے مشاہدے کے اظہار کا ارادہ کیا۔ یکایک حضرتؒ نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے دیکھا بالکل صحیح ہے۔ یہ سب کچھ اس کی برکت ہے کہ میرے سینے پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنا دستِ کرامت رکھا تھا اور اس ہاتھ سے انھوں نے مجھے میرے کلام کے بدلے میں یہ نعمت عطا فرمائی تھی۔

○

حضرت حافظ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ حضور رسول اللہؐ کے عاشق تھے۔ حضرتؒ کے ایک مُرید لکھتے ہیں کہ ایک روز میرے پیر بھائی مرزا بہادرؒ کو لے کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرتؒ نے مرزا بہادرؒ سے دریافت فرمایا کہ آج خلافِ معمول اتنی دیر ٹھہرنے کی وجہ کیا ہے۔ مرزا بہادرؒ نے کہا

آج ایک ضروری کام سے حاضر ہُوا تھا۔ مَیں مقروض ہوگیا ہوں ۔ میرا قرض ادا کیجئے ۔ حضرتؒ نے فرمایا مَیں فقیر متوکل ہوں ۔ میرے پاس کیا ہے ۔ تم کو اللہ تعالیٰ نے شہزادہ بنایا ہے تم ہی اس کی کوئی سبیل نکالو ۔ مرزا صاحبؒ نے کہا آج میرا کام نہ ہُوا تو مَیں آیندہ کبھی آپؒ سے ملنے نہ آؤں گا ۔ یہ سُن کر حضرتؒ مرزا صاحبؒ کا ہاتھ پکڑ کر بالا خانے پر لے گئے ۔ جو مقامِ عبادت تھا ۔ تھوڑی دیر بعد دونوں بزرگ نیچے تشریف لائے ۔ مرزا صاحبؒ سے میں نے دریافت کیا آپؒ دونوں بزرگ اوپر گئے تھے ، آپؒ کو حضرتؒ نے کچھ دیا ۔ مرزا صاحبؒ نے فرمایا کہ بھائی حضرتؒ نے مجھے اپنے حجرے میں لے جاکر جلال میں فرمایا ، کیا کہتا ہے ، مَیں نے کہا کچھ دلوایئے ۔ یہ سن کر حضرتؒ نے چھت پر ہاتھ مارا ۔ مَیں نے دیکھا کہ چھت کے چاروں طرف سے روپیہ کی دھاریں بندھ گئیں ۔ وہ روپیہ اس قدر تھا کہ اگر چھت بیٹھ جاتی تو کوئی تعجب نہ تھا ۔ مجھ سے فرمایا اپنا روپیہ لے جا مگر یاد رہے کہ تیری فقیری جاتی رہے گی ۔ مَیں نے حضرتؒ کے قدم پکڑ لئے اور روپیہ لینے سے انکار کر دیا ۔

○

حضرت اشرف جہانگیریؒ کی خدمت میں بعض حاسدین ایک زندہ شخص کو کفن پہنا کر لائے اور حضرتؒ سے درخواست کی نمازِ جنازہ پڑھا دیجئے ، ان لوگوں نے یہ مشورہ کیا تھا کہ جب نماز کے واسطے تکبیر ہو مُردہ اُٹھ کر حضرتؒ کو سلام کرے ، اور کہے حضرتؒ دیکھ لیں آپؒ کی کرامات ، مُردے کو آپؒ زندہ کرتے ہیں ۔ اس طرح حاسدین نے حضرتؒ کا مذاق اُڑانے کی ٹھان رکھی تھی ، حضرتؒ کو پہلے ہی نورِ باطن سے معلوم ہوگیا تھا کہ یہ لوگ مذاق کر رہے ہیں ۔ پہلے تو حضرتؒ نے نماز پڑھانے سے انکار کر دیا ۔ جب حاسدین نہ مانے تو حضرتؒ اُٹھے اور اپنے ساتھیوں کو لے کر نماز شروع کی ۔ جب تکبیر ہوئی اور مُردہ نہ اُٹھا تو ان حاسدوں نے پاس آکر دیکھا تو وہ شخص مُردہ تھا ۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ لوگ بہت روئے پیٹے اور اپنا قصور معاف کرایا ۔

جب حضرتؒ نے اُن کا قصور معاف کر دیا تو مُردہ زندہ ہوگیا اور لوگ اپنے ساتھی کو لیکر واپس لوٹے ۔

○

خوفِ خدا
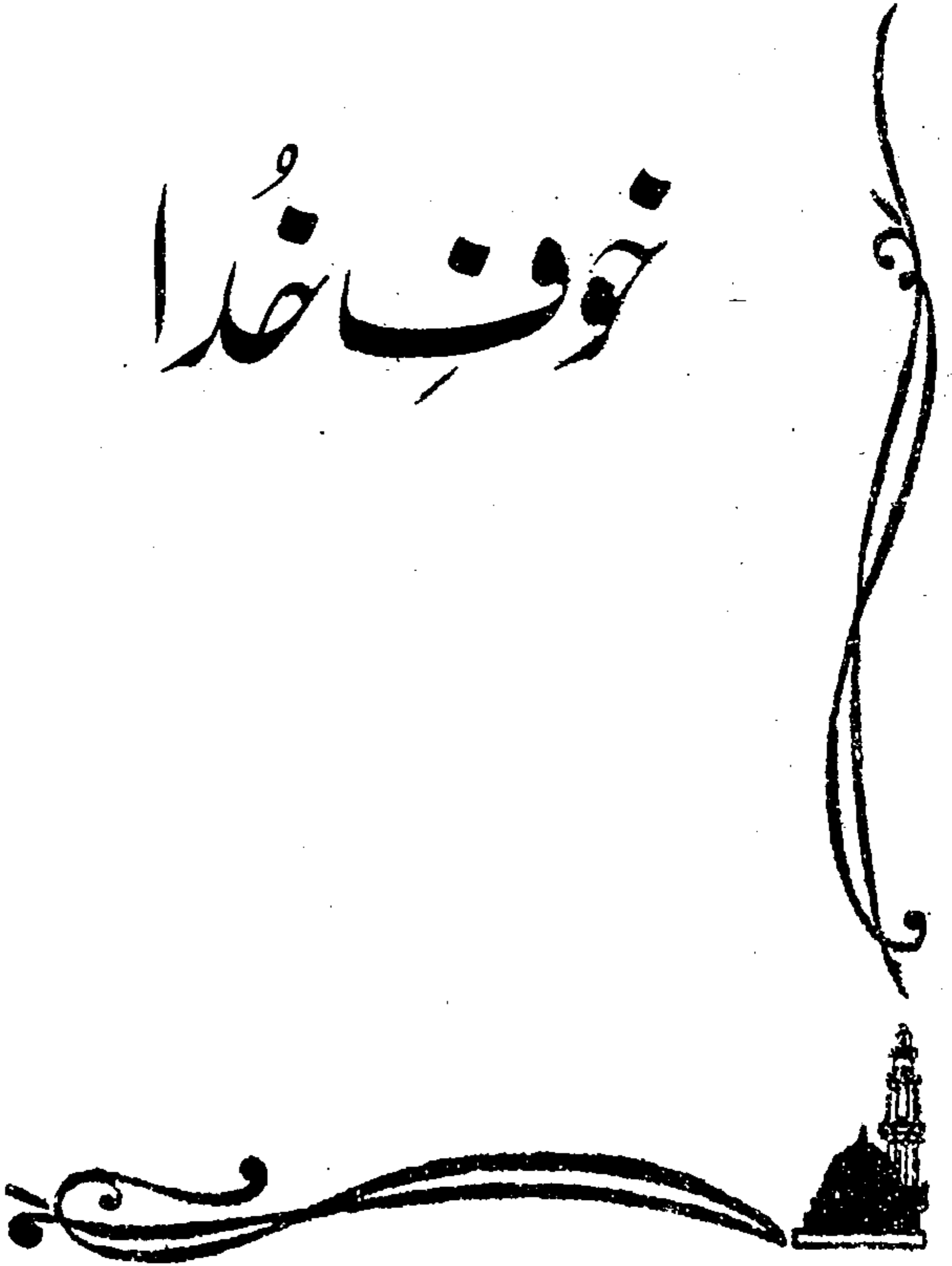
سلطان العارفین **حضرت بایزید بسطامیؒ** عارفوں کے رہنما تھے۔ حضرتؒ کے گھر سے مسجد تک چالیس قدم کا فاصلہ تھا۔ حضرتؒ نے کبھی مسجد کی طرف رُخ کر کے نہیں تھوکا تھا۔ جب مسجد میں آتے تو دروازے پر کھڑے ہو کر ایک لمحہ رو دیتے۔ لوگ پوچھتے حضرتؒ یہ کس لئے؟ فرماتے، بھئی! گناہوں سے آلودہ ہوں، ڈرتا ہوں کہیں میری وجہ سے مسجد بھی آلودہ نہ ہو جائے۔

ایک دفعہ کسی گلی میں جا رہے تھے کہ سامنے سے ایک کتے کو آتے ہوئے دیکھا۔ حضرتؒ نے دامن سمیٹا۔ کتے نے کہا "اے بایزید! اگر میں خشک ہوں تو میرے پاس سے گزرنے میں کچھ حرج نہیں۔ اور اگر تر ہوں تو مجھ میں اور آپؒ میں سات مرتبہ دھونے سے صلح ہو سکتی ہے، لیکن اگر آپؒ نے اپنا دامن رعونت کی وجہ سے سمیٹا ہے تو خواہ سات دریاؤں میں دھوئیں گے پاک نہ ہوگا۔ حضرتؒ تھوڑی دیر خاموش رہے اور بولے "اے کتے! تیرا ظاہر ناپاک ہے اور میرا باطن، آؤ آج ہم تم ایک ساتھ رہیں اور دیکھیں کل کو کون پاک ہو کر نکلتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرتؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ بندہ کمال کو کب پہنچتا ہے، فرمایا اُس وقت جبکہ اپنے عیبوں کو پہچان لے اور خلقت کی تہمت کو برداشت کرے۔ دریافت کیا: "اور درویشی کیا ہے؟" فرمایا "یہ کہ انسان گوشہ نشین ہو جائے اور مجاہدہ کرے، فرعون بھوکا ہوتا تو کبھی خدائی کا دعوےٰ نہ کرتا۔

حضرت ابوحفص حدادؒ کبار اولیاء اللہ میں سے گزرے ہیں۔ حضرتؒ کی توبہ کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرتؒ ایک مرتبہ کسی کنیز پر عاشق ہو کر متاعِ صبر و قرار لٹا بیٹھے۔ دوستوں نے مشورہ دیا۔

فلاں شہر میں ایک یہودی جادوگر رہتا ہے اُس کے پاس جاؤ وہ اپنے فن کے زور سے تم کو تمھاری محبوبہ سے ملادے گا۔ چنانچہ حضرتؒ اُس یہودی کے پاس گئے۔ عرضِ حال کیا۔ یہودی نے کہا اچھا ایک کام کرو۔ چالیس دن تک نہ خدا کی عبادت کرو نہ اُس کا نام لو اور نہ کوئی نیک کام عمل میں لاؤ۔ حضرتؒ نے ایسا ہی کیا۔ اکتالیسویں روز یہودی کے پاس گئے۔ یہودی نے حسبِ وعدہ فسوں کاری کی مگر اس کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ یہودی نے کہا تمھارا کام میرے بس کا نہیں ہے۔ میرا مشورہ یہی ہے کہ تم اپنے خداوند کو ناراض نہ کرو۔ تم بے فائدہ چالیس روز اس کی خدمت سے محروم رہے۔ یہودی کی زبان سے یہ بات سن کر ان کے تمام جسم میں ایک بجلی سی دوڑ گئی۔ اُسی وقت توبہ کر کے آہن گری شروع کر دی۔ دن بھر کام کر کے حضرتؒ کو جو کچھ ملتا تھا وہ شام کو یا تو فقیروں کو تقسیم کر دیتے تھے یا رات کو بیواؤں کے گھروں میں ڈال آتے تھے۔ دن بھر روزہ سے رہتے تھے۔ شام کو روزہ افطار کر کے عبادت میں مصروف ہو جاتے تھے۔

○

حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ سلسلہ چشتیہ کے اکابر متقدمین میں سے ہیں۔ آپؒ کی ابتدائی زندگی کے حالات میں مذکور ہے کہ آپؒ اس زمانے میں اپنے علاقے کے چوروں اور ڈاکوؤں کے سرغنہ تھے۔ حضرتؒ فقیرانہ لباس پہنے جنگل میں ڈیرے ڈالے پڑے رہتے تھے۔ جب کوئی قافلہ ادھر سے گزرتا تو اسے لوٹ لیا کرتے تھے۔ حضرتؒ کے گروہ کے آدمی جب غارت گری کا مال حضرتؒ کے سامنے پیش کرتے تو حضرتؒ حسبِ پسند کوئی چیز رکھ کر باقی اپنے دوستوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ لیکن اس سرقہ بالجبر اور ڈکیتی کے باوجود حضرتؒ اور حضرتؒ کے ساتھی پکے نمازی تھے۔ وقت پر سب لوگ نماز باجماعت پڑھا کرتے تھے۔ جو شخص نماز نہ پڑھتا تھا اُس کو اپنے گروہ سے خارج کر دیتے تھے۔

ایک روز لوٹ مار کے قصد سے حضرتؒ کے ساتھی کسی مسافر قافلے کی جستجو میں گئے ہوئے تھے کہ حضرتؒ کے قریب سے ایک قافلہ گزرا اس قافلے کا ایک شخص کلام پاک تلاوت کرتا ہوا جا رہا تھا۔ جس وقت وہ شخص حضرتؒ کے سامنے سے گزرا تو اُس کی زبان پر کلام پاک کی یہ آیت تھی:۔ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ

یہ آیت سنتے ہی حضرتؒ کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ کہنے لگے "فضیل کب تک راہزنی کرتا رہے گا اب توبہ کا وقت آ گیا ہے"۔ حضرتؒ نے اُسی وقت سچے دل سے توبہ کی۔ ترکِ وطن

کر کے مکّہ معظمہ ہجرت فرما گئے اور اولیائے کبار سے فیض حاصل کر کے مسندِ رشد و ہدایت پر فائز ہوئے اور مرجعِ خلائق و خواص و عوام ہوئے۔

○

ایک دن اتفاقاً رامیتن کے باغ میں حضرت خواجہ شمس الدین امیر کلال ؒ نے اپنے کپڑے دھوئے۔ جب ان کو خشک کرنا چاہا تو احباب سے فرمایا کہ کپڑے کانٹوں کی باڑ پر نہ پھیلاؤ، ایسا نہ ہو کہ باڑ کو نقصان پہنچے اور نہ درختوں کی شاخوں پر پھیلاؤ کہیں نازک شاخیں ٹیڑھی نہ ہو جائیں، زمین پر بھی نہ پھیلاؤ تاکہ مویشیوں کی گھاس خراب نہ ہو۔ یہ سُن کر احباب عاجز رہ گئے، اور دریافت کیا کہ حضرت ؒ پھر آپ ؒ کس طرح کپڑے خشک کیا کرتے ہیں۔ حضرت ؒ نے فرمایا کہ میں اپنے کپڑوں کو اپنی پیٹھ پر پھیلا لیا کرتا ہوں اور پیٹھ سورج کی طرف کر کے خشک کر لیا کرتا ہوں۔ ذرا دیر بعد احباب سے مخاطب ہو کر حضرت امیر ؒ نے فرمایا: اگر باڑ کو نقصان پہنچے یا کسی درخت کی شاخ ٹیڑھی ہو جائے یا مویشیوں کی گھاس خراب ہو جائے تو تم باغ کے مالک سے کیا عُذر کر سکو گے۔ یہ عمل خلافِ شریعت ہے۔ دوسروں کی چیزوں پر تصرّف جائز نہیں۔ گناہ کو خواہ معمولی ہو، نظر انداز نہ کرو۔ کیونکہ آدمی گناہ کو سہل سمجھنے کے سبب سے دوزخ میں جاتا ہے۔ جن لوگوں کے دل میں خوفِ خدا ہوتا ہے، اُن کے دل گناہ کے تصوّر سے کانپ اُٹھتے ہیں۔

○

حضرت سیّد امیر ابو العلےٰ ؒ حضرت خواجہ احرار ؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت ؒ کے والد بزرگوار اکبری ارا کین سے تھے اور لاولد تھے۔ حضرت خواجہ غریب نواز ؒ کے آستانۂ عالیہ پر حاضر ہو کر التجا کی، اللہ تعالےٰ نے انھیں فرزندِ صالح سے نوازا۔ حضرت ؒ نے ہوش سنبھالا، تو امارت چھوڑ کر فقیری اختیار کی۔ بادشاہ جہانگیر نے ایک روز دربار میں طلب کیا اور جامِ شراب اپنے ہاتھوں سے پیش کیا۔ حضرت ؒ نے انکار کیا۔ بادشاہ نے کہا: "آپ ؒ غضبِ سُلطانی سے نہیں ڈرتے؟" فرمایا: "میں غضبِ الٰہی سے ڈرتا ہوں۔ اس کے آگے بادشاہ کا غضب کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔"

یہ سُن کر بادشاہ نے حضرت ؒ کو گلے سے لگایا اور معذرت خواہ ہُوا کہ یہ سب محض حضرت ؒ کے امتحان کے لئے تھا، شکر ہے کہ آپ ؒ پُورے اُترے۔ بادشاہ نے جاگیر پیش کی، لیکن حضرت ؒ انکار فرماتے رہے۔ جو حاجت مند طالبِ دنیا کے لئے حضرت ؒ کے پاس حاضر ہوتے، وہ آپ ؒ کی توجہ سے طالبِ عقبیٰ و مولا ہو جاتے۔

○

حضرت سیدنا صالح نصر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ہمارے والد ماجد حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نماز جمعہ کے لئے گھر سے جامع مسجد کو روانہ ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ میرے دو بھائی عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ اور عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ راستے میں ہم کو سلطان بغداد کے ملازمین تین خچروں پر شراب کے مٹکے لے جاتے ہوئے ملے۔ شراب کی بدبو بہت تیز تھی۔ جس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت بہت خراب ہوئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کوتوال سے کہا ٹھہر جاؤ۔ اس پر ہیبت طاری ہوئی۔ بجائے اس کے کہ وہ رک جاتا اس نے خوف کے مارے بھاگنے کی کوشش کی اور جانوروں کو تیزی کے ساتھ بھگانے کا قصد کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بار برداری کے جانوروں کو حکم دیا کہ ٹھہر جاؤ۔ جانور جہاں تھے وہیں رک گئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پتھر ہو گئے۔ بالکل بے حس اور بے حرکت تھے۔ کوتوال اور دیگر ملازمین کو قولنج کے دورہ کا ایسا شدید اثر پڑا کہ سب کے سب زمین پر گر کر تڑپنے لگے اور تسبیح و تہلیل کے نعروں کے ساتھ توبہ و استغفار میں مصروف ہو گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے حال پر رحم آ گیا۔ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کے قریب سے گزرے تو وہ صحت یاب ہو گئے اور شراب کی بو سرکہ سے بدل گئی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تشریف لائے۔ سلطان کو جب اس واقعے کی خبر ہوئی تو اس پر ہیبتِ الٰہی طاری ہوئی، شراب کے برتنوں کو جب کھلوایا گیا تو ان میں بجائے شراب سرکہ برآمد ہوا۔ سلطان نے شراب نوشی سے توبہ کی اور بہت سے محرمات شرعیہ کو ترک کر دیا۔ نیز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور نہایت ادب و احترام سے پند و نصائح سنتا رہا۔

○

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجودھن میں رونق افروز ہوئے تو آبادی سے علیحدہ کریر کے درختوں کے نیچے مصروف عبادت رہا کرتے تھے۔ ایک دن ایک دیہاتی عورت سر پہ دودھ کا گھڑا لئے تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی گزری۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "دختر نیک بخت" اس قدر تیزی سے گھبرائی ہوئی کہاں جا رہی ہے اور اس گھڑے میں کیا ہے؟ عورت نے رو کر عرض کیا۔ "بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ! ہمارے اس قصبے میں ایک جوگی رہتا ہے اور اس نے ہم غریبوں کی زندگی وبال کر دی ہے۔ وہ جو چیز بھی ہم سے طلب کرتا ہے اگر فوری فراہم نہ کی جائے، تو ہم طرح طرح کے درد و تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس نے تمام ان لوگوں کو جن کے پاس گائے اور بھینسیں ہیں، روزانہ ایک گھڑا دودھ دینے کا حکم دیا ہے، اگر کوئی دودھ نہیں پہنچاتا تو اس کے گھر کا تمام دودھ خون بن جاتا ہے۔ آج میری باری ہے اور مجھے کسی قدر دیر ہو گئی ہے' اس لئے بھاگی جا رہی ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ کسی مصیبت میں گرفتار

ہو جاؤں۔

حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا "نیک بخت لڑکی! کچھ بھی خوف نہ کر اور یہیں اطمینان سے بیٹھ جا۔ ہمارے یہاں جو فقراء موجود ہیں یہ دودھ ان میں تقسیم کر دے۔ عورت نے تعمیلِ حکم کی اور دودھ فقراء میں تقسیم کر دیا۔ جوگی نے یہ حال معلوم کر لیا۔ اور تھوڑی ہی دیر میں جوگی کا ایک چیلہ وہاں آیا اور یہ دیکھ کر ہمارے حصے کا دودھ درویش پی رہے ہیں، وہ غصے میں فحش کلامی کرنے لگا۔ حضرت بابا صاحبؒ نے غصے میں کہا "گستاخ زبان بند کر" فوراً اُس کی زبان بند ہو گئی اور دونوں پیر زمین میں دھنس گئے۔ اس نے ہر چند کوشش کی کہ کچھ بولے، لیکن نہ بول سکتا تھا نہ بھاگ سکتا تھا۔ اس کے بعد جوگی کے اور کئی چیلے یکے بعد دیگرے آتے رہے مگر سب اسی عذاب میں مبتلا ہوتے گئے۔ جوگی کو سارا حال معلوم ہو گیا تو غصے میں بھرا ہُوا خود آیا اور فحش کلامی کرنے لگا۔

حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا زمین! اِس بے ادب کو بھی فوراً پکڑ لے۔ جوگی کے دونوں قدم زمین سے چپک گئے اور وہ کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ ہر چند منتر جنتر یاد کرتا تھا۔ مگر تمام قوتیں سلب ہو گئیں بے اختیار ہو کر رونے چیخنے لگا۔ جب رحم و کرم کی درخواست کی، تو حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا۔ "اس شرط پر تیری رہائی ہو سکتی ہے کہ خدا کے خوف سے ڈرنے اور بندوں پر یہ مظالم اور جبر نہ کرنے کا عہد کرے اور فوراً اس قصبے سے نکل جائے اور پھر کبھی واپس آنے کی جرأت نہ کرے۔ جوگی نے عہد کیا۔ اور آپؒ کی تمام شرائط قبول کر لیں۔ حضرت بابا صاحبؒ نے اس پر رحم فرمایا۔ اور اسے چھوڑ دیا۔ جوگی اپنی نجات سے بہت خوش ہُوا۔ اور اپنے تمام چیلوں کو لئے اجودھن سے باہر نکل گیا۔

○

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت امام موسیٰؒ کی خدمت میں ایک غیر مسلم زمیندار حاضر ہُوا۔ اُس نے حضرتؒ سے کہا۔ "اے پیغمبرِ اسلام کے فرزند! میرے باغ میں بڑا درخت ہے جو کبھی پھل نہیں دیتا کیا آپؒ دُعا فرمائیں گے کہ وہ باثمر ہو جائے؟ حضرتؒ اس شخص کے باغ میں تشریف لے گئے اور آبخورہ میں تھوڑا سا پانی پیا اور باقی درخت کی جڑ میں ڈال دیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے وہ درخت پھل دار ہو گیا۔ حضرتؒ نے فرمایا "ہماری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ برکت حضور رسول اللہؐ کی ہے، جن کا احسان ساری دنیا پر ہے۔ حضورؐ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے دنیا کی حالت خراب تھی۔ لوگ بدکاری پر نادم نہیں ہوتے تھے۔ بُتوں کی پرستش کی جاتی تھی۔ میرے جدِ محترم حضور رسول اللہؐ نے ان کو گناہوں کی قید سے آزاد کیا۔ تم بھی اگر گناہوں کے عذاب سے آزاد ہونا چاہتے ہو تو میرے نانا پاکؐ کے دین کا سیدھا

راستہ اختیار کرو۔ اللہ سے ڈرو۔ وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔

○

حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کوہستان بلخ کی سیر فرماتے ہوئے ایسی جگہ جا پہنچے جہاں پانی کا دُور تک نام و نشان نہ تھا۔ جب ظہر کی نماز کا وقت آیا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے عصا مبارک کو ایک پتھر پر مارا اُسی وقت پتھر سے چشمہ شیریں جاری ہُوا۔ اس پہاڑ سے جو شہر قریب تھا وہاں ایک حکیم رہتا تھا۔ اس نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت دیکھ کر لوگوں سے کہا کہ اس وقت ستارہ آبی بُرج سرطان میں تھا۔ اس وجہ سے پانی نکل آیا۔ یہ کچھ کرامت نہیں ہے۔ اتفاقاً وہ حکیم حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اس کے دل کا حال معلوم ہو گیا۔ اس کو لے کر وہاں آئے جہاں پانی کا نشان نہ تھا۔ پہلے اس حکیم سے پوچھا کہ ستارہ بُرج آبی سرطان میں ہے۔ اُس نے کہا اس وقت آتشی بُرج میں ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کیا زمین سے پانی اس وقت برآمد ہو سکتا ہے؟ حکیم نے کہا ناممکن ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے عصائے مُبارک پتھر پر مارا اور ٹھنڈے پانی کا چشمہ بہ نکلا خوفِ خدا سے حکیم کانپ اُٹھا۔ توبہ کی اور ایمان لایا۔

○

منصور دوانقی جو اپنے وقت کا خلیفہ تھا۔ اُس نے اپنے وزیر سے کہا کہ جاؤ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں حضرت رضی اللہ عنہ کو قتل کر دوں۔ وزیر نے کہا "جو شخص گوشہ نشین اور عبادت میں مشغول ہے، اور جس کا دنیا کے کاروبار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اُس کو بلا سبب قتل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خلیفہ نے ناراض ہو کر کہا۔ انھیں ضرور لاؤ میں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ وزیر نے بہت سمجھایا مگر خلیفہ نے ایک نہ سُنی آخر کار وزیر حضرت رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلا۔ خلیفہ نے غلاموں سے کہا کہ جس وقت حضرت رضی اللہ عنہ آئیں اور میں سر سے ٹوپی اُتار دوں تم انھیں قتل کر دینا۔ جب حضرت رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو منصور آپ رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لئے آگے بڑھا اور آپ رضی اللہ عنہ کو تخت پر بٹھا کر خود ادب سے سامنے بیٹھ گیا۔ غلام یہ دیکھ کر حیران ہوئے۔ منصور نے حضرت رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہاں مجھے اس بات کی ضرورت ہے کہ مجھے پھر اپنے پاس نہ بلانا۔ اور اب مجھے اجازت دو کہ جا کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاؤں" یہ سُن کر خلیفہ نے حضرت رضی اللہ عنہ کو بڑے اعزاز سے رخصت کیا۔ جب حضرت رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو خلیفہ کانپ کر بے ہوش ہو گیا۔ اور تین دن تک بے ہوش رہا۔ جب ہوش میں آیا تو وزیر نے پوچھا کہ کیا معاملہ تھا۔ خلیفہ نے کہا کہ جب حضرت رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ

آپؒ کے ہمراہ ایک اژدھا ہے۔ جس کا ایک ہونٹ اس مکان کے نیچے اور دوسرا اُوپر ہے اور زبانِ فصیح سے کہہ رہا ہے کہ اگر تُو نے حضرتؒ کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائی تو میں تجھے اس مکان سمیت نگل جاؤں گا۔ اس لئے میں اُس اژدھے کے ڈر کے مارے کچھ نہ کہہ سکا بلکہ اُس سے معافی مانگی اور بے ہوش ہو گیا۔

○

حضرت خواجہ شفیق بلخیؒ جو کہ طریقت کے طرفہ اور حقیقت کے طرّہ تھے، ایک روز باغ میں بیٹھے ایک پھول سونگھ رہے تھے، اچانک شور اُٹھا کر کافروں کا لشکر آن پہنچا۔ حضرتؒ نے باطنی مدد سے اس لشکر کو شکست دی۔ اتنے میں ایک منافق وہاں آیا اور حضرتؒ کو پھولوں کے ڈھیر میں بیٹھا ہُوا پا کر کہا "اے خواجہؒ ایسے دنوں میں یہ کیا رعنائی ہے؟" حضرت خواجہؒ نے فرمایا "ہاں، منافق اسے پھولوں کا ڈھیر خیال کرتے ہیں لیکن لشکر کی شکست کی طرف نہیں دیکھتے۔"

ایک روز حضرتؒ نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا "اے قوم! اگر تم مُردہ ہو تو دُنیا قبرستان ہے، اور اگر لڑکے ہو تو یہ مکتب ہے، اور اگر دیوانے ہو تو یہ ویرانہ ہے، اور کافر ہو تو کفرستان ہے اور اگر مسلمان ہو تو اسلام ہے۔"

ایک روز ایک بوڑھا حاضرِ خدمت ہوا، اور بولا "میں نے بہت گناہ کئے ہیں، اور اب توبہ کرنی چاہتا ہوں۔" فرمایا "یہ تو بہت اچھی بات ہے"۔ بوڑھے نے کہا "لیکن میں بہت دیر کے بعد آیا ہوں۔" فرمایا "جو مرنے سے پہلے توبہ کرلے اور خوفِ خدا اس کے دل میں گھر کرلے تو یہ دیر نہیں ہے۔"

○

حضرت سفیان ثوریؒ جو انسانوں سے بڑھ کر عقل مند اور صاحبِ ہوش تھے۔ ثوری اس لئے کہلائے کہ ایک روز حضرتؒ نے مسجد میں پہلے بایاں پاؤں رکھا، مسجد کے ایک کونے سے آواز آئی "اے سفیان ثور! کیا تم عبادت خانے میں جو اللہ کا گھر ہے، بے سوچے سمجھے داخل ہوتے ہو"۔ حضرتؒ یہ آواز سُن کر روئے اور اپنے آپؒ سے کہا "اے سفیانؒ اگر تو انسانوں کی طرح مسجد میں داخل ہوتا تو آج تیرا شمار حیوانوں میں نہ ہوتا۔"

جب حضرتؒ کے وصال کا وقت قریب آیا تو حضرتؒ نے سرہانے کے نیچے سے ایک ہزار دینار کی تھیلی نکالی اور حاضرین سے کہا کہ "لو یہ رقم صدقہ کر دو۔" حاضرین متعجب ہوئے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ حضرتؒ اپنے پاس پھوٹی کوڑی نہیں رکھتے تھے۔ فرمایا "اسی زر کی بدولت میں نے اپنا دین شیطان سے بچایا ہے۔ جس وقت وہ میرے دل میں وسوسہ ڈالتا کہ آج تو کیا کھائے گا، کیا پہنے گا، تو میں کہتا کہ دیکھو

میرے پاس بہت سا روپیہ ہے، وہ مایوس ہوکر چلا جاتا۔ اور مجھے کسی کے دروازے پر نہ جانا پڑتا۔

○

حضرت خواجہ حسن بصریؒ اپنے عالم شباب میں روم تشریف لے گئے اور وزیر روم سے ملاقات فرمائی۔ وزیر نے حضرتؒ سے کہا کہ میں ایک جگہ ایک خاص مقصد سے جا رہا ہوں، اگر آپ کی خواہش ہو تو تشریف لے چلیے۔ حضرتؒ تیار ہو گئے۔ وزیر کے حکم پر دو گھوڑے لائے گئے۔ کافی دیر چلتے رہنے کے بعد وہ ایک صحرا میں پہنچے۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے ایک خیمہ دیکھا۔ جو دیبائے رومی سے بنایا گیا تھا۔ اس کی طنابیں ریشمی تھیں۔ اور میخیں سونے کی بنی ہوئی تھیں۔ خیمے کے باہر ایک صف میں مسلح سپاہی خیمے کے گرد طواف کرتے اور کچھ کہتے جاتے تھے۔ اس کے بعد چند ضعیف العمر لوگوں کو دیکھا۔ وہ بھی اسی طرح کرتے اور چلے جاتے تھے۔ پھر حضرتؒ نے بڑے بڑے علماء اور فلسفیوں کو دیکھا۔ وہ بھی اسی طرح خیمے کے گرد طواف کرتے اور کچھ کلمات پڑھتے جا رہے تھے۔ اس کے بعد دو سو کے قریب خوبصورت کنیزوں کو دیکھا جو اسی طرح خیمے کے گرد چکر لگا کر کچھ کہتی جاتی تھیں۔ اس کے بعد قیصر روم اور وزیر خیمے کے اندر داخل ہوئے۔ اور کچھ دیر بعد واپس آ گئے۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے وزیر سے دریافت کیا کہ ان تمام باتوں کا بھید بتاؤ۔ وزیر نے بتایا کہ اس خیمے کے اندر بادشاہِ روم کا عزیز فرزند دفن ہے، جو نہایت حسین، بہادر اور عالم تھا۔ اور بادشاہ اسے دل و جان سے چاہتا تھا۔ ایک مرتبہ شاہ روم کا فرزند اچانک بیمار ہو گیا اور اس کے بعد ایسی نیند سویا کہ پھر نہ جاگ سکا۔ ہر سال اس کی زیارت کا اہتمام ہوتا ہے۔ تم نے جن جن لوگوں کو طواف کرتے ہوئے دیکھا وہ یہی کہہ رہے تھے کہ "ہم میں سے ہر کوئی اپنی قوت، اپنے علم اور اپنی عقل مندی و دانائی اور حسن و جمال کو تیرے بچانے کے لئے قربان کر دیتا، مگر یہ حالت اس کی پیدا کی ہوئی ہے۔ جس کے سامنے یہ سب تدبیریں عاجز و لاچار ہیں۔" ان باتوں سے حسن بصریؒ کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ تمام دولت و حشمت سے آپؒ کی طبیعت اچاٹ ہو گئی اور دنیا سے منہ پھیر لیا۔ زندگی یادِ الٰہی میں بسر کر دی۔

○

حضرت معروف کرخیؒ ایک مرتبہ کچھ لوگوں کے ہمراہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں آپؒ نے چند لوگوں کو آپس میں لڑتے جھگڑتے ہوئے دیکھا۔ جب آپؒ ان کے پاس سے گذرے اور دجلہ کے کنارے پہنچے تو آپؒ کے ساتھیوں نے آپؒ سے عرض کیا کہ شیخ دعا فرمائیے

کہ حق تعالےٰ ان سب کو غرق کر دے تاکہ ان کی بدبختی کا خاتمہ ہو۔
لوگوں کو چین و سکون میسر ہو اور ان کے فساد کا اثر دوسروں تک نہ پہنچے۔ حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا، تم سب لوگ دعا کے لئے اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔ سب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو آپؒ نے فرمایا یاالٰہی جیسے تو نے ان لوگوں کو اس دنیا میں عیش و آرام مرحمت فرمایا ہے۔ اسی طرح آخرت میں بھی ان کو عیش و عشرت سے سرفراز فرما۔

احباب کو اس پر سخت تعجب ہوا اور انھوں نے بہ ادب و آداب عرض کیا کہ اے شیخؒ! یہ حکمت ہماری سمجھ سے بعید ہے۔ آپؒ نے فرمایا۔ صبر سے کام لو یہ راز تم پر ابھی منکشف ہوا جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب حضرتؒ ان تمام اصحاب کرام کی معیت میں واپس اس راستے سے آئے اور ان لوگوں کی نگاہ آپؒ کے روئے مبارک پر پڑی۔ وہ خوف سے کانپ اُٹھے۔ انھوں نے اسی وقت اپنی لڑائی بند کر دی۔ شراب کے پیالے پھینک دیئے۔ اور آپؒ کے قدوم بابرکت میں آگرے اور گناہوں سے توبہ کی۔

حضرتؒ نے اپنے احباب سے مخاطب ہو کر فرمایا تم نے دیکھا کہ خوفِ خدا نے انھیں ان کی صحیح منزل پر پہنچا دیا اور یہ نیکوں کے زمرے میں شامل ہو گئے۔

حضرت احمد خضرویہؒ کی خدمت میں ایک مرتبہ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں مجبور درویش ہوں مجھے کوئی طریقہ بتایئے کہ میری مشکل آسان ہو، حضرتؒ نے فرمایا کہ تمام پیشوں کا نام لکھ کر ایک تھیلی میں رکھ کر میرے پاس لے آ۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ حضرتؒ نے تھیلی میں سے ہاتھ ڈال کر ایک کاغذ نکالا۔ اس پر پیشہ چوری لکھا ہوا تھا۔ آپؒ نے اسے فرمایا، تمھیں چوری کرنی چاہیئے۔ وہ شخص حیران رہ گیا کہ شیخؒ مجھے چوری کا حکم دے رہے ہیں۔ لیکن اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ وہ چوروں کے سردار کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے تمھارے پیشے سے رغبت ہے۔ مجھے اپنے گروہ میں شامل کر لو۔ سردار نے کہا کہ اچھا۔ لیکن تمھیں ہمارا ہر حکم بجالانا پڑے گا۔ چنانچہ انھوں نے حامی بھرلی۔ اور گروہ میں شامل ہو گئے۔ چند روز بعد چوروں نے ایک قافلے کو لوٹا اور ایک شخص کو جس کے پاس بہت سا مال تھا پکڑ لیا اور لے آئے۔ سردار نے حکم دیا کہ اس نو پیشہ شخص سے کہو کہ اس سوداگر کو قتل کر دے۔ نو پیشہ نے قدرے توقف کیا اور دل میں سوچا کہ اس چوروں کے سردار نے نہ جانے کتنے بے گناہوں کو قتل کیا ہوگا۔ اگر میں اسے قتل کر دوں تو یہ سوداگر کے قتل کرنے سے بہتر ہوگا۔ ابھی وہ یہی سوچ رہے تھے کہ سردار

نے ان سے کہا کہ اگر تم یہ کام کرنے آئے ہو تو کرو۔ ورنہ کوئی اور کام کرو۔ نوبیشیہ نے سوچا کہ اگر تابعداری کرنی ہے تو حق تعالٰے کی تابعداری سب سے افضل ہے۔ یہ سوچتے ہی انھوں نے فوراً تلوار نکالی اور سردار کو قتل کر دیا۔ دوسرے چور خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے اور سوداگر نے خلاصی پائی اور اسے تمام مال واپس مل گیا۔ اس سوداگر نے درویش کو اتنا مال انعام میں دیا کہ وہ اپنی باقی زندگی کے لئے مطمئن ہو گئے اور حق تعالٰی کی عبادت میں مصروف ہو گئے۔

○

نیشاپور میں ایک سوداگر نے ایک ہزار دینار میں ایک ترکی کنیز خریدی۔ بعد میں اس سوداگر کو کسی کام سے ایک سفر درپیش آگیا۔ اس لئے وہ کنیز کو لے کر حضرت ابوعثمان حِیریؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کی کہ جب تک نیشاپور واپس نہیں آجاؤں، مَیں چاہتا ہوں کہ اس کنیز کو آپؒ اپنے ہاں رکھیں یہاں آپؒ کے علاوہ مجھے اور کسی شخص پر اعتماد نہیں۔ پہلے تو حضرت ابوعثمانؒ راضی نہ ہوئے لیکن سوداگر کے اصرار پر آپؒ نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ اور سوداگر کنیز کو آپؒ کے یہاں چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔ ایک روز اتفاق سے ایسا ہُوا کہ حضرت ابوعثمانؒ کی نظر کنیز کے اُوپر پڑی اور اس کا حسن و جمال دیکھ کر دل قابو سے جاتا رہا۔ آپؒ بہت پریشان ہوئے کہ کیا کریں۔ چنانچہ اپنے مرشد شیخ ابوحفصؒ سے اس معاملے کا ذکر کیا۔ مرشد نے فرمایا کہ تم حضرت یوسف ابن الحسینؒ کے پاس جاؤ۔ ابوعثمانؒ اسی وقت تیار ہو گئے۔ اور یوسف ابن الحسینؒ کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ جب آپؒ اس شہر میں پہنچے اور ان کا پتہ پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ اس شخص سے مل کر کیا کرو گے۔ وہ نہایت بُری صفات کا مالک ہے۔ آپؒ یہ سن کر بے نیل و مرام مُرشد کے پاس آئے اور واقعہ بیان کیا۔ اس پر مُرشد نے تاکید کی کہ نہیں تمھارا ان سے ملنا بہت ضروری ہے۔ تم ایک مرتبہ پھر جاؤ۔ چنانچہ ابوعثمانؒ پھر روانہ ہوئے۔ جب شہر پہنچے تو لوگوں نے حضرت یوسف ابن الحسینؒ کی اور زیادہ بُرائی کی اور ملنے سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر آپؒ نہ مانے اور حضرت یوسفؒ کے پاس پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ شراب کی ایک صراحی سامنے رکھی ہے اور ایک خوش رُو نوجوان ان کے سامنے بیٹھا ہے۔ آپؒ نے حضرت یُوسفؒ کو سلام کیا اور کہا کہ اے خواجہؒ! یہ کیا حالت ہے کہ آپؒ جیسا بزرگ سامنے شراب کی صراحی اور خوش رُو لڑکے کے ساتھ بیٹھا ہو۔ حضرت یُوسفؒ نے فرمایا کہ یہ بے ریش نوجوان میرا بیٹا ہے اور یہ کم لوگ جانتے ہیں کہ مَیں اسے قرآن شریف پڑھاتا ہوں۔ صراحی کا قصّہ یہ ہے کہ مَیں نے اسے بھٹی میں پڑا دیکھا۔ چونکہ میرے پاس پیالہ نہ تھا اس لئے مَیں اسے اُٹھا کر لے آیا اور پاک و صاف کر کے

رکھ دیا۔ تاکہ ضرورت مند پانی پی سکیں۔

ابو عثمانؒ نے پوچھا آپؒ ایسا کیوں کرتے ہیں، تو حضرت یوسفؒ نے فرمایا۔ "تاکہ لوگ میرے پاس خوبصورت کنیز رکھنے نہ آئیں۔"

○

حضرت شیخ ابو یزید قرطبیؒ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک بار سفر کیا، ہمارے ہمراہ گاؤں کے ایک نیک آدمی بھی تھے۔ ہم ایک خندق پر پہنچے جس میں بہت سے درخت تھے۔ اس شخص کو آثارِ قدیمہ سے دلچسپی اور واقفیت تھی۔ انھوں نے کہا کہ یہ خندق آباد ہے۔ ہم خندق میں اترے اور سرعت سے آگے بڑھتے ہوئے خندق کے دوسری جانب چلے۔ جب ہم درختوں کو پار کر کے آگے بڑھے تو ہم نے تین مسلح آدمیوں کو دیکھا، جو ہم پر حملہ کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ مسلح بدوی نے ہمارے قریب پہنچ کر کہا کہ تم اللہ کی طرف نکلے تھے؟۔ ہم نے کہا ہاں، بدوی نے کہا پھر اللہ پر بھروسہ رکھو اور میرے پیچھے چلے آؤ، اور تم میں سے کوئی دائیں بائیں نہ دیکھے۔ چنانچہ وہ شخص آگے ہوا اور ہم اس کے پیچھے چلے۔ چلتے چلتے ہم بدوی سے آگے نکل گئے اور وہ پیچھے رہ گئے۔ میں نے اپنے ساتھی کو پیچھے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ مسلح آدمیوں نے ہمیں اپنے نیزوں کی نوک پر لے لیا تھا۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ان لٹیروں نے تو ہمیں پا لیا۔ میری بات سن کر میرا ساتھی کھڑا ہو گیا اور مڑ کر ان لٹیروں کو دیکھا اور کہا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا، بتاؤ اب کیا کریں۔ اس نے کہا تم ہی کوئی ترکیب نکالو۔ میں نے کہا دیکھو چاشت کا وقت ہے اور نفل نماز میں جماعت جائز ہے۔ میں آگے بڑھ کر تمھیں نماز پڑھاتا ہوں۔ اس وقت وہ لوگ آگے نکل جائیں گے۔ میرے ساتھی نے کہا، اے ابو یزیدؒ اس وقت ہمیں چاہیئے کہ ہم ان سے چھپ جائیں۔ میں نے کہا جیسے تمھاری مرضی، میرے ساتھی نے ہاتھ اٹھا کر ڈاکوں کو دیکھا کہ وہ کھڑے ہو گئے اور کوئی ان میں سے آگے نہیں بڑھا، جو جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ ہم آگے چل پڑے۔ میرے ساتھی نے اس کے بعد کچھ نہ کہا اور ہم خاموشی سے ایک درے میں پہنچے، جہاں ہم نے اپنے آپ کو ہر طرح محفوظ پایا۔ میرے ساتھی نے کہا، دیکھو وہ لٹیرے ابھی تک اسی طرح کھڑے ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ کا خوف نہ ہوتا تو انھیں اسی حالت میں چھوڑ کر چلا جاتا۔ اے اللہ! انھیں اب بھی سیدھا راستہ دکھا تاکہ وہ توبہ کر سکیں پھر ان کی طرف اشارہ کیا اور کہا جاؤ۔ میں نے دیکھا وہ سب کے سب زمین پر بیٹھ گئے اور ساتھیوں سے باتیں کرنے لگے۔ میں اپنے ساتھی کے اس کمال سے حیران رہ گیا۔

حضرت شیخ ابو العباسؒ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ولی اللہ کو ایک مسجد میں دیکھا، جب انھوں نے چراغ جلایا ایک چوہا آیا اور بتّی لینے لگا، بزرگ نے چوہے کو دیکھ کر فرمایا اے فاسق تو خدا کے گھر میں ایسا کام کرتا ہے، جس کا باعث میں بنوں، چوہے پر بزرگ کی اس نصیحت کا کچھ اثر نہ ہُوا اور وہ بتّی لینے بڑھا۔ یہ دیکھ کر بزرگ خفا ہوئے اور چوہے کو حکم دیا کہ اس میں گر جا۔ چُوہا آیا اور اپنا مُنہ آگ پر رکھا اور جل کر مر گیا۔ مَیں نے تعجب سے اس کا سبب دریافت کیا۔ بزرگ نے کہا تم کس لئے تعجب کرتے ہو۔ جس کے دل میں خدا کا خوف نہیں ہوتا اُس کا یہی انجام ہوتا ہے۔

○

حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ کے ہاں ایک کنیز تیس سال تک بطور خادمت لگا رہی لیکن آپؒ نے اس کا مُنہ تک نہیں دیکھا۔ چنانچہ آپؒ نے ایک روز اپنی لونڈی کو فرمایا اے پردہ نشین ذرا میری لونڈی کو آواز دینا۔ کنیز نے عرض کیا حضرتؒ! میں ہی آپؒ کی کنیز ہوں، آپؒ نے فرمایا کہ اس تیس سال کی مُدت میں مجھ کو یہ مجال نہ تھی کہ خدا کے سوا کسی اور طرف دھیان دوں۔ اس وجہ سے تیری طرف متوجہ نہ ہو سکا۔

○

حضرت عبداللہ بن مُبارکؒ کے ابتدائی حالات زندگی میں مذکور ہے کہ آپؒ ایک عورت پر اس درجہ شیفتہ و فریفتہ تھے کہ کسی پہلو چین نہ آتا تھا۔ سردی کا موسم تھا، ایک رات محبُوبہ کے مکان کی دیوار کے ساتھ صبح تک لگے کھڑے رہے۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو آپؒ نے خیال کیا کہ عشاء کی اذان ہوئی ہے لیکن فوراً ہی آدمیوں کی آمد و رفت اور روشنی نمودار ہونے پر معلوم ہُوا کہ مَیں ساری رات محبُوبہ کی دیوار سے لگا کھڑا رہا ہوں اور مفت میں ایک مخلوق کا اس قدر انتظار کرتا رہا۔ پھر اپنے آپؒ سے کہنے لگے مبارک کے بیٹے! شرم کر ہوائے نفسانی کی خاطر تو نے ساری رات گزاری۔ اگر نماز میں ساری رات کھڑا رہتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ فوراً توبہ کی اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گئے اور یہاں تک درجہ حاصل کر لیا کہ ایک روز آپؒ کی والدہ نے دیکھا کہ آپؒ ایک درخت کے نیچے سو رہے ہیں اور ایک سانپ نرگس کی شاخ مُنہ میں لئے ہوئے مگس رانی کر رہا ہے۔

○

حضرت ابراہیم ادھمؒ ایک رات بیت المقدّس میں سوئے ہوئے تھے، ندا آئی کہ رات کا قیام جہنّم کے شعلے کو بجھا دیتا ہے اور پُل صراط پر قدم مضبُوط رکھتا ہے، اس کے بعد آپؒ نے تا دمِ مرگ نمازِ تہجد قضا نہیں کی۔

حضرت عامر بن قیسؒ ایک مرتبہ کہیں سفر فرما رہے تھے کہ راستے میں کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ وہ لوگ خوف زدہ تھے۔ حضرتؒ نے دریافت فرمایا کس چیز کا خوف ہے؟ ان میں سے ایک آدمی نے آگے بڑھ کر عرض کیا، یہاں سے آگے ہمارے راستے میں ایک شیر ہے، جو آدمی کو دیکھتے ہی فوراً حملہ کرتا ہے اور اسے پھاڑ ڈالتا ہے۔ رات ہم اسی طرح یہاں بسر کریں گے۔ صبح کے وقت جب وہ پانی پینے کے لئے جائے گا تب ہم یہاں سے روانہ ہوں گے۔ آپؒ بھی یہیں ہمارے پاس ٹھہریئے۔ صبح ہوتے ہی چل نکلیں گے۔ آپؒ نے ان کی گفتگو سُن کر افسوس فرمایا۔ تم لوگ شیر سے ڈرتے ہو؟ کیا تم لوگ خدا سے نہیں ڈرتے؟ بندے کو صرف خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ اور آپؒ نے اُن سے کہا میرے ساتھ آؤ۔ آپؒ کی گفتگو سُن کر ان لوگوں نے آپؒ کے ولیِ حق اور مردِ خدا ہونے کا اندازہ لگایا تھا۔ وہ آپؒ کے ساتھ چلے تو حضرت عامر بن قیسؒ سب سے آگے تھے۔ شیر نے آدمیوں کو دیکھ کر آگے قدم بڑھایا۔ قریب پہنچ کر آپؒ کو دیکھا تو آپؒ کے دامن سے لپٹ گیا۔ حضرت عامر بن قیسؒ نے اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھ دیا اور فرمایا، یہ لوگ تجھ سے ڈرتے تھے، لیکن تو اللہ کی ایک مخلوق ہی تو ہے۔ مجھے شرم آئی کہ میں اللہ کے سوا کسی اور سے ڈروں۔ شیر اسی طرح گردن جھکائے حضرت عامر بن قیسؒ کے ساتھ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ آپؒ نے اسے واپس جانے کے لئے کہا تو وہ کھڑا ہو گیا، اور جب آپؒ آگے بڑھ گئے تو وہ جنگل کی طرف واپس ہو گیا۔

○

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے تقوے کا یہ عالم تھا کہ آپؒ ہمیشہ موصل سے آٹا منگوا کر اس کی روٹی پکوا کر کھایا کرتے تھے۔ ایک روز آپؒ کے خادم نے آپؒ کے صاحبزادے کے ہاں سے خمیر کے آٹے میں ملا کر روٹی پکا کر آپؒ کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت امامؒ موصوف نے روٹی دیکھتے ہی فرمایا: یہ روٹی کیسی ہے؟ خادم نے عرض کیا کہ صاحبزادہ صاحب کے باورچی خانے سے خمیر لے کر آٹے میں ملا دیا ہے۔ فرمایا یہ روٹی میں نہیں کھا سکتا، کیونکہ وہ ایک سال قاضی رہ چکا ہے۔ خادم نے عرض کیا۔ تو پھر اس روٹی کو کیا کروں؟ فرمایا کہ رکھ چھوڑو، اگر کوئی سائل آئے تو اسے دے دینا۔ چنانچہ وہ روٹیاں چالیس روز تک رکھی رہیں اور کوئی سائل نہ آیا۔ لاچار ہو کر خادم نے وہ روٹیاں دریائے دجلہ میں ڈال دیں۔

○

حضرت خواجہ سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عید کے روز حضرت معروف کرخیؒ کو کھجوریں چُنتے

ہوئے دیکھا۔ مَیں نے عرض کیا، حضرتؒ یہ آپؒ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا کہ میں نے ایک لڑکے کو روتے ہوئے دیکھا پوچھا تو کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا مَیں یتیم ہوں، آج اور لڑکے عمدہ عمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں اور میرے پاس کچھ نہیں۔ یہ کھجوریں بیچ کر اس بچے کو ایک جوڑا خرید کر دوں گا۔ اور کچھ اشیائے خورد و نوش بھی۔ یہ سُن کر میں نے عرض کیا: حضرتؒ اس خدمت کی انجام دہی کی مجھے اجازت فرمائی جائے۔ چنانچہ میں اس لڑکے کو اپنے ہمراہ بازار لے گیا۔ ایک جوڑا کپڑا اور کچھ اخروٹ خرید کر دیئے۔ وہ لڑکا خوش ہو گیا۔ اس پر میرے دل میں ایک نور پیدا ہو گیا اور میری حالت میں تبدیلی ہو گئی۔

○

حضرت سفیان ثوریؒ کو ان کے اصحاب نے شدّتِ خوف اور کثرتِ مجاہدہ میں دیکھا تو کہا اے شیخؒ اگر آپؒ اس مجاہدہ کو کچھ کم کر دیں تو بھی مراد پر پہنچ جائیں گے انشا اللہ تعالیٰ، حضرت شیخؒ نے فرمایا، مَیں کیونکر پوری کوشش نہ کروں، میں نے سُنا ہے کہ اہلِ جنت اپنی منزل میں ہوں گے کہ اوپر ایک بہت بڑا نور ظاہر ہوگا اور اس کی رونق اور شدّتِ روشنی کی وجہ سے آٹھوں جنتیں روشن ہو جائیں گی اور اہلِ جنّت سمجھیں گے کہ یہ نورُ اللہ کی جانب سے ہے اور سجدہ میں گر پڑیں گے۔ اس وقت ایک منادی آواز دے گا کہ اپنے سر اٹھاؤ، یہ وہ نور نہیں ہے جس کا تمہیں گمان ہُوا۔ یہ ایک حور کے چہرے سے نور چمکا ہے جو اپنے خاوند کے سامنے مسکرائی ہے اور اس کے مسکرانے سے یہ نور ظاہر ہُوا۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا دوستو! جو شخص خوبصورت حُور کے واسطے مجاہدہ کرے تو اسے ملامت نہیں کی جاتی تو وہ شخص جو خدا کا طالب ہو اس کے لئے ملامت کیوں، پھر حضرت شیخؒ نے فرمایا، جس کا مقام فردوس ہو اسے کچھ ضرر نہیں خواہ وہ کتنے ہی غم اور مصیبت میں گھرا ہُوا ہو۔

○

ایک بزرگ سے روایت ہے کہ میں مِنیٰ سے عرفات کو جا رہا تھا کہ راستے میں میری ایک لڑکی سے ملاقات ہوئی جو ایک اونی ٹاٹ پہنے اور ایک اونی چادر اوڑھے ہوئے تھیں، ان کے ہاتھ میں ایک جانماز اور ایک عصا تھا اور اس کے چہرے پر طاعت و عبادت کا نور تھا اور وہ بہت تیز چال سے چل رہی تھی اور اللہ اللہ کہتی جاتی تھی۔ میں نے جی میں کہا کہ یہ لڑکی مدعیہ معلوم ہوتی ہے اپنے اللہ والی ہونے کا اظہار کرتی ہے۔ اُس نے کہا جو بات تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو اللہ تعالےٰ سب جانتا ہے۔ مَیں سمجھ گیا کہ یہ عورت ولی اللہ ہے۔ میں نے کہا اے لڑکی! میں بالکل تیرے ساتھ مشغول ہوں۔ اس نے کہا میں بھی تمہارے لئے حاضر ہوں۔ لیکن میرے پیچھے مجھ سے بھی زیادہ ایک حسین عورت

آ رہی ہے۔ مَیں نے پھر کے دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ اس نے فوراً چلا کر کہا، اے مدعی! اے کذاب!! احباب کا احباب کے ساتھ ایسا فعل تو نہیں ہوتا ہے۔ پہلے تو تُو نے خدام رب الارباب سے بدگمانی کی۔ اگر تو اس کے پاس سچ مچ آتا اور اسے اچھی طرح پہچان لیتا تو وہ تجھے اپنے دروازے پر کھڑا کرتا۔ ہم نے جب تجھے دُور سے دیکھا تو ہم نے سمجھا کہ تم عابد ہو، جب قریب ہوئے تو ہم نے جانا کہ تم عارف ہو، جب ہم نے بات چیت کی تو ہم نے گمان کیا کہ تم عاشق مزاج ہو۔ اگر اس کی عبادت کرنے والا ہوتا تو اسے چھوڑ کر غیر کی جانب مشغول نہ ہوتا، اگر اس کا عارف ہوتا تو اسے چھوڑ کر ہماری طرف رجوع نہ ہوتا۔ اور اگر ہم پر عاشق ہوتا تو ہمیں چھوڑ کر غیر کی جانب رُخ نہ کرتا۔ پھر جلدی سے میرے پاس سے بھاگی اور کہتی جاتی تھی کہ اللہ کے ساتھ سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہے، یہاں تک کہ میری نظر سے غائب ہو گئی۔

○

حضرت معروف کرخیؒ دجلہ کے کنارے پر وضو کے لئے تشریف لے گئے۔ اپنا قرآن شریف اور کپڑا دریا کے کنارے پر رکھا۔ ایک عورت آئی، قرآن شریف اور کپڑا اُٹھا کر لے چلی۔ حضرتؒ بھی اس کے پیچھے گئے اور اسے ایک تنہا جگہ پر جا پکڑا تاکہ اس کی ہتک نہ ہو اور فرمایا تو مت ڈر۔ اے عورت! مَیں معروف کرخیؒ ہوں۔ اے بہن! تیرا کوئی بیٹا ہے جو قرآن پڑھے؟ اُس نے کہا نہیں۔ حضرتؒ نے دوبارہ دریافت فرمایا، کیا تیرا کوئی خاوند ہے؟ عورت نے جواب دیا نہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا تیرا کوئی بھائی ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا تو قرآن شریف مجھے دے دے اور کپڑا تیرا ہے، تجھے حلال ہے۔ دنیا اور آخرت میں تجھ پر میری طرف سے کوئی گرفت نہیں۔ اس بات سے عورت بہت شرمندہ ہوئی اور کہا: مَیں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتی ہوں۔ پھر کبھی ایسا نہ کروں گی۔ حضرتؒ اس کی توبہ سے بہت خوش ہوئے اور اس کے واسطے دُعا فرمائی اور دونوں اپنے راستے پر روانہ ہوئے۔

○

خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے وزیر فضل بن ربیع کے ساتھ حج کیا۔ ارکانِ حج کی ادائیگی سے فراغت ہوئی تو ہارون نے فضل سے کہا کہ مَیں یہاں کسی مردِ خدا رسیدہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ کسی کا نام بتاؤ جس سے مل کر مجھے فائدہ ہو۔ فضل نے حضرت عبدالرزاق صنعانیؒ کا نام بتایا، جو بڑے رحم دل اور مرجع خلائق تھے۔ چنانچہ ہارون رشید ان کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد خلیفہ نے وزیر سے کہا ان سے پوچھو، اگر ان پر کسی کا قرض واجب ہو تو یہ بتلائیں، ادا کر دیا جائے گا۔ فضل بن ربیع نے حضرتؒ سے دریافت کیا تو حضرتؒ نے جواب میں قرض کی رقم بتلا دی اور خلیفہ ہارون رشید نے فضل کو اس

اس رقم کی ادائیگی کا حکم دے دیا۔

لیکن جونہی ہارون رشید ان کے مکان سے نکلا تو اس نے اپنے وزیر فضل بن ربیع سے کہا کہ فضل! مجھے اس ملاقات سے سیری نہیں ہوئی' میں کسی اور مردِ فقیر سے ملنا چاہتا ہوں۔ فضل بن ربیع نے غور کیا۔ بہت غور و فکر کے بعد اس نے حضرت سفیان بن عیینہؒ کا نام لیا' جو اپنے وقت کے مشہور اولیاء اللہ اور محدثین میں سے ہیں۔ ہارون رشید ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابتدائی گفتگو ہو جانے پر ہارون رشید نے فضل بن ربیع سے پھر اسی طرح کہا کہ معلوم کرو کہ ان کو کسی کا کوئی قرض ادا کرنا تو نہیں ہے۔ یہاں بھی وہی اثبات میں جواب ملا۔ ہارون رشید نے اپنے وزیر فضل بن ربیع کو حکم دیا کہ وہ رقم حضرتؒ کو ادا کر دی جائے۔

خلیفہ ہارون رشید اس مرتبہ بہت افسردہ خاطر ہوا' اور برہمی کے لہجے میں فضل بن ربیع سے کہا کہ میں تم سے کسی مردِ خدا کی ملاقات کی خواہش بیان کرتا ہوں۔ کیا یہ سرزمینِ عرب اہل اللہ سے یکسر خالی ہو گئی ہے؟ فضل بن ربیع بہت گھبرایا۔ اسے جن علما اور صلحا کے متعلق معلوم تھا' اس نے تو ان ہی میں سے دو بہترین اولیا اللہ کے نام لئے تھے۔ آخر خلیفہ کا حکم تھا' تعمیل کرنی ضروری تھی۔ لیکن کوئی ایسی گرامی قدر شخصیت اب اس کے ذہن میں نہیں آ رہی تھی' جو خلیفہ کے اپنے معیار پر بالکل ہی پوری اُتر جائے۔ آخر جب خلیفہ نے دوبارہ اس سے کہا تو اس نے حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کی ذاتِ گرامی کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت فضیلؒ نے خرقۂ ارادت حضرت عبدالواحد بن زیدؒ سے پہنا ہے۔ حضرت زیدؒ نے حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے اور آپؒ نے مولائے کائنات شیرِ خدا امیرالمومنین حضرت علیؓ سے خرقۂ ارادت پہنا ہے۔

جس وقت ہارون رشید اور فضل بن ربیع آپؒ کے حجرۂ مبارک پر پہنچے تو رات ہو چکی تھی اور آپؒ کے حجرۂ مبارک سے قرآن مجید پڑھنے کی دلکش آواز آ رہی تھی اور آپؒ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَھُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔

ہارون رشید نے اس آیت کو سنتے ہی کہا کہ "بس یہی کافی ہے"۔ لیکن پھر بھی فضل نے حجرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آواز آئی کون ہے؟ فضل بن ربیع نے کہا "امیرالمومنین ہارون رشید۔ تو حضرتؒ نے اندر سے ہی جواب میں فرمایا: مَالِیْ وَلِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ "ہمارا امیرالمومنین سے کیا تعلق ہے؟" ہارون رشید نے خود ہی جواب دیا۔ "میں آپؒ سے اپنے لئے دعا کرانے آیا ہوں۔ آپؒ سے اپنے نفس کی اصلاح چاہتا ہوں۔ اور یہ کام آپؒ کو ضرور کرنا ہوگا۔ حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ نے فوراً چراغ گل کیا اور حجرے کا دروازہ کھول کر آپؒ ایک کونے میں کھڑے ہو گئے۔ ہارون رشید نے حجرے میں پہنچ کر آپؒ کو ڈھونڈا

اور اس کا ہاتھ اتفاقاً حضرت خواجہؒ کے ہاتھ پر پڑا۔ تو آپؒ نے بڑے ہی درد مند لہجے میں فرمایا:۔

"آہ۔ آج تک اس ہاتھ سے زیادہ نرم ہاتھ میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ اور یہ ہاتھ واقعی بہت ہی نازک ہے۔ بشرطیکہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے۔"

ہارون رشید رونے لگا۔ روتا رہا یہاں تک کہ بیہوش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد ہوش میں آیا تو بولا کہ "مجھے کچھ اور نصیحت کیجئے۔"

حضرت خواجہؒ نے فرمایا "اے امیر المومنین! تیرے جدِ امجد نے جو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ ایک قوم پر حکومت کرنے کی درخواست کی تھی، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:۔

"اے عم محترم! خدا کی فرمانبرداری میں آپؓ کا ایک سانس ان ہزار برسوں سے کہیں بہتر ہے جن میں خلقِ خدا آپؓ کی اطاعت کرے۔ لانّ الامارۃ یوم القیامۃ ندامۃ۔"

ہارون رشید نے کہا "مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیے۔"

حضرت خواجہؒ نے ارشاد فرمایا۔ "یہ تیرا چہرہ بہت خوبصورت، دلکش اور آبدار ہے۔ لیکن مبادا یہ تیرا چہرہ کہیں دوزخ کی آگ میں جھلس کر نہ رہ جائے، اس لئے تجھے خدا ترسی اور اس سے پہلے اس کی حق گزاری کرنی چاہیئے۔"

ہارون رشید نے نصیحتیں سُن لیں تو عرض کیا کہ "اگر آپؒ کو کسی کا قرض ادا کرنا ہو تو بلا تکلف فرما دیجئے۔"

حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا کہ "ہاں! خدا کا بہت بڑا قرض دینا ہے، جس کے ادا کرنے میں مشغول ہوں۔ حق تعالےٰ سے دُعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم اور توفیق سے اسے ادا کروے۔"

آپؒ کی یہ باتیں سُن کر ہارون رشید رونے لگا۔ روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی۔ پھر جب سنبھلا تو اس نے بڑے ہی ادب و احترام سے ایک ہزار طلائی دیناروں کی تھیلی آپؒ کے سامنے رکھ دی تو حضرت خواجہؒ نے برہم ہو کر فرمایا:۔

میری نصیحت کا کیا یہی بدلہ ہے۔ افسوس کہ میری نصیحت کی باتیں تجھے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا سکیں میں نے تجھے نصیحت کی، دُنیا کی بجائے خدا کی طرف آنے کے لئے کہا، اور تو مجھے مصیبت و بلا میں پھنساتا ہے۔ خدا کی بجائے دُنیا کی طرف مجھے گھسیٹنا چاہتا ہے۔ افسوس ہے تجھ پر۔

ہارون رشید روتا ہوا آپؒ کے حجرے سے باہر نکل آیا اور اپنے وزیر فضل بن ربیع سے کہا کہ

حضرت خواجہ فضل بن عیاضؒ مردِ کامل ہیں، صاحبِ دل، باخدا اور خدا رسیدہ ہیں اور جب تک دُنیا میں ایسے مقدس لوگ موجود رہیں گے، اِس دنیا میں بسنے والوں پہ خدا کی رحمتیں نازل ہوتی رہیں گی۔

○

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ایک عفت مآب خاتون مریدہ تھیں۔ اس خاتون کو جہاں خدا نے عصمت اور پاکدامنی کے جوہر سے نوازا تھا، وہیں حسن و جمال کے نور سے بھی زینت دی تھی۔ اس پہ ایک فاسق و فاجر شخص فریفتہ تھا اور اس کی ہر ممکن کوشش یہی تھی کہ خلافِ شریعت اس سے ملاقاتیں ہونے لگیں۔ لیکن اس عفیفہ کا زہد و تقدس اس کے ارادے کی راہ میں حائل تھا۔ اتفاقاً ایک دن یہ خاتون کسی ضرورت سے جنگل کی طرف گئی، اور کسی طرح اس شخص کو بھی پتہ چل گیا کہ وہ فلاں جنگل میں گئی ہے۔ یہ بھی تعاقب میں روانہ ہوگیا۔ چنانچہ ایک جگہ پہنچا۔ اور اس نے دست درازی کا ارادہ کیا تو اس نے حضرت شیخ جیلانیؒ کی طرف توجہ کی، اس وقت آپؒ وضو فرما رہے تھے۔ غصّے سے بے تاب ہو گئے، اور اپنی کھڑاؤں کو اشارہ کر کے فرمایا:

جاؤ اس عفیفہ خاتون کی حفاظت کرو، اور اس بدکار شخص کو خوفِ خدا سے ڈراؤ۔

آپؒ کا یہ حکم پاتے ہی کھڑاویں اُڑ کر وہاں پہنچیں اور اس مردِ خبیث اور نامراد کے سر پہ پڑنے لگیں۔ یہاں تک کہ اس کا سر پھٹ گیا۔

اور جب وہ اس کی وجہ سے بے ہوش ہوگیا، تو وہ خاتون آپؒ ان کھڑاؤں کو لے کر حاضرِ خدمت ہوئی اور آپؒ کی نیازمندی و عقیدت اور خدا کے فضل و کرم کے گیت گاتی ہوئی عفت و عصمت کی دولت کو صحیح وسالم لے کر اپنے گھر چلی گئی۔

○

سُلطان غیاث الدین شاہِ دہلی کو لڑکے کی بڑی تمنّا تھی لیکن قدرتِ الٰہی کہ جب بھی اس کے حرم میں بچّہ ہوتا لڑکی ہوتی۔ سلطان نے یہ عہد کر رکھا تھا کہ اگر لڑکی پیدا ہوگی تو جان سے مار دوں گا۔ چنانچہ وہ کئی لڑکیاں ضائع کر چکا تھا۔ اتفاقاً پھر ایک حرم کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی، تو حرم نے مامتا سے مجبور ہو کر لڑکی کو ایک مٹکے میں بند کر کے دریا کے کنارے جنگل میں رکھوا دیا۔ اور بادشاہ سے کوئی بہانہ کر دیا۔ ایک دھوبی جنگل میں آیا تو اس کی مٹکے پر نظر پڑی اور وہ اس لڑکی کو گھر لے گیا اور اپنی بیٹی بنا کر پال لیا۔ جب یہ لڑکی بارہ برس کی ہوئی تو سلطان نے شکار کھیلتے ہوئے اس کو دیکھ لیا اور اس پہ عاشق ہوگیا۔ بادشاہ نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا، لیکن بادشاہ جب بھی اس سے ہم بستری کی خواہش کرتا، لڑکی کے خون جاری ہو جاتا۔ بادشاہ نے حکیموں اور نجومیوں سے ہر چند اس کی وجہ معلوم کرنی چاہی۔ لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔

آخر بادشاہ سب طرف سے مایوس ہو کر حضرت قلندرؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور اپنا مقصد بیان کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا، دو تین دن بعد آنا۔ اُس وقت جواب دوں گا۔ بادشاہ کے جانے کے بعد مراقبہ کیا تو اصل حقیقت حضرتؒ پر منکشف ہو گئی۔ جب بادشاہ دوبارہ حاضر ہُوا تو آپؒ نے فرمایا: غیاث الدین! تیرے معاملے میں عجیب انکشاف ہوا ہے۔ وہ لڑکی جس سے تو ہم بستری چاہتا ہے، تیری بیوی نہیں ہے بلکہ بیٹی ہے۔ اس کو محض اِس لئے خون آجاتا ہے کہ اللہ تجھے اس گناہِ کبیرہ میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا۔ جا اور اپنی فلاں حرم سے اس بات کی تحقیق کر لے۔ بادشاہ نے واقعہ کی تحقیق کی، تو بالکل درست نکلا۔ بادشاہ خوفِ الٰہی سے کانپ گیا۔ توبہ و استغفار کی۔ پھر حضرتؒ نے بادشاہ کے حق میں دُعا کی اور خدا نے اس کو چار بیٹے عنایت کئے۔

حضرت صدر الدین عارفؒ بن شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کو والد ماجد کے وصال کے بعد حصے میں دوسری جائداد کے علاوہ سات لاکھ اشرفیاں بھی آئیں۔ آپؒ نے اسی وقت تمام اشرفیاں راہِ خدا میں تقسیم کر دیں اور اپنے پاس کچھ بھی نہیں رکھا۔ ایک شخص نے آپؒ سے عرض کیا کہ آپؒ کے والدؒ نے تو راہِ خدا میں بھی صرف کیا۔ اور جاتے جاتے خزانہ بھی بھر گئے۔ آپؒ کو جو ورثہ میں اتنی دولت ملی، اسے ایک دن میں ضائع کر دیا۔ کل کے واسطے ایک کوڑی نہیں رکھی۔ یہ اچھا نہیں کیا۔ اس پر آپؒ نے ہنس کر فرمایا کہ میرے والدؒ تو دُنیا پر غالب آ چکے تھے۔ دُنیا ان کو فریب نہیں دے سکتی تھی، مَیں ابھی اس درجے پر نہیں پہنچا۔ اگرچہ کبھی کبھی میں بھی غالب آ گیا ہوں۔ مگر اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں دنیا مجھ پر غالب آ کر میرا دل راہِ مولا سے نہ پھیر دے، اسی لئے یہ تمام مال و دولت میں نے ترک کر کے یہ راہ اختیار کر لی ہے تاکہ سکونِ دل کے ساتھ خدا تعالیٰ کی عبادت کر سکوں۔

ایک روز شیخ صدر الدینؒ دریا کے کنارے وضو کر رہے تھے۔ ان کے چھوٹے فرزند شیخ رکن الدینؒ جن کی عمر اس وقت سات سال تھی، ان کے پاس بیٹھے تھے کہ یکایک ہرنوں کا ایک غول سامنے سے آیا۔ اس غول میں سے ایک ہرن کے بچے پر رکن الدینؒ کا دل مائل ہُوا، ان کا دل چاہا کہ وہ اس ننھے سے بچے کو پکڑ لیں۔ مگر والدؒ کے ڈر سے نہ اُٹھ سکے۔ اُدھر جب شیخؒ معمول کے مطابق وضو سے فارغ ہو کر فرزند کو اپنے پاس بٹھا کر قرآن شریف پڑھوانا شروع کیا تو اُس روز رکن الدینؒ نے سات بار پڑھا مگر حفظ نہ ہو سکا۔ حضرت شیخؒ نے جب اس کی وجہ دریافت کی تو خادموں نے عرض کیا کہ اس وقت دریا کے کنارے جب ہرنوں کا غول آتا دکھائی دیا تھا۔ شاید ان کے کسی بچے کی طرف

رکن الدینؒ کا دل مائل ہو گیا ہو۔

تھوڑی دیر بعد ہرنی اُس بچے کو ساتھ لئے ہوئے سامنے سے آتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ قریب پہنچ کر شیخؒ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ شیخ رکن الدینؒ نے بچے کو پکڑ کر گود میں اُٹھا لیا۔ اُسی وقت دو جزو یاد کئے اور پھر ہرنی بچے کو لے کر واپس چلی گئی۔

○

حضرت ہبیرۃ البصریؒ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے پیشوائے اعظم ہیں۔ حضرتؒ کا لقب امین الدینؒ ہے اپنی کنیت کے ساتھ شہرت رکھتے ہیں۔ خاکِ پاک بصرہ کو آپؒ کی سکونت کا شرف حاصل ہے۔ آپؒ ۱۶۷ھ میں پیدا ہوئے۔ سترہ سال کی عمر میں آپؒ نے تمام علوم کی تکمیل فرمائی اور قرآن پاک حفظ کر لیا۔ آپؒ کی طبیعت قدرتی طور پر علمِ باطن اور ریاضیات و مجاہدات کی طرف مائل تھی۔ درویشوں کی صحبت کو پسند فرماتے تھے اور ہر وقت ذکر لا الٰہ الا اللہ میں مشغول رہتے تھے۔ حضرتؒ کی پاکی و طہارت کا یہ عالم تھا کہ سترہ سال کی عمر سے آخر تک قضاء حاجت کے سوا کبھی آپؒ بے وضو نہیں رہے۔ عبادت کا یہ حال تھا کہ ایک قرآن مجید دن میں اور دو قرآن مجید رات میں ختم کرتے تھے۔ تیس سال تک حضرتؒ کا یہ دستور رہا کہ برابر روزہ رکھتے اور تیسرے چوتھے دن کچھ نوش فرماتے۔ حضرتؒ کی خوراک تین نوالوں سے زیادہ کبھی نہیں ہوتی تھی۔ وہ بھی اس طرح کہ جب آپؒ افطار کا ارادہ کرتے تو کتابت کے ذریعہ سے کچھ کفاف حاصل کرتے اور اس سے کھانا بہم پہنچاتے۔ حضرتؒ رات کو بالکل نہیں سوتے تھے۔ حضرتؒ نے تیس سال کا زمانہ اس طرح بسر کیا کہ صائم الدہر اور گوشہ نشین رہے۔ نہ کسی دولت مند کے گھر تشریف لے گئے نہ اسے اپنے پاس آنے دیا اور نہ کسی کے گھر کا کھانا یا پانی نوش فرمایا۔ لیکن ان عبادات اور مجاہدات کے باوجود ہنوز شاہدِ معنی کا رخِ زیبا بے نقاب نہ ہوا اور آپؒ مشاہداتِ جمال کی مسرتوں سے محروم رہے۔ آخرکار آپؒ نے تضرع و زاری کے ساتھ جناب باری میں دعا کی اور آپؒ کو بشارت ہوئی کہ حضرت حذیفہ مرعشیؓ کی خدمت میں جاؤ۔ چنانچہ آپؒ فوراً حضرتؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امتیازِ ارادت سے مشرف ہوئے۔ حضرت حذیفہؓ کمال شفقت و محبت اور تکریم و عزت کے ساتھ آپؒ سے پیش آئے اور فرمایا ذاتی مجاہدات سے کچھ نہیں ہوتا جب تک تعلیماتِ شیخ کو راہنما نہ بنایا جائے۔ چنانچہ حضرت ہبیرۃ البصریؒ ارادت کے بعد صرف ایک ہفتہ میں منزلِ مقصود کو پہنچ گئے، جو تیس سال میں طے نہ ہو سکی تھی۔ اس کے بعد حضرتؒ کو خرقۂ خلافت عطا ہوا۔ جب آپؒ نے خرقہ پہنا تو آپؒ زار زار روئے اور اتنا روئے کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے اس گریہ و زاری کا سبب پوچھا۔ آپؒ نے فرمایا

کہ جب مَیں نے خرقہ پہنا تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مشائخ کرام کی ارواحِ مقدسہ موجود تھیں۔ مجھے حضرت شیخؒ نے سب سے روشناس کیا اور سب نے میرے لئے دعا کی۔ مجھے رونا اس بات پر آیا کہ درویشی اولیاء انبیاء کا کام ہے' خدا نہ کرے کہ خرقہ پہننے کے بعد مجھ سے کوئی ایسی بات سرزد ہو جو درویشی کے شایاں نہ ہو اور کل کو قیامت میں مجھے اللہ تعالےٰ اور ان بزرگوں کے رُوبرو شرمندہ ہونا پڑے۔ چنانچہ حضرتؒ نے جب خرقہ پہنا' اس وقت سے گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ آپؒ پانچویں چھٹے دن روزہ افطار کرتے تھے اور افطار میں کبھی جَو کی روٹی اور کبھی بے نمک سبزی ہوتی تھی۔

حضرت ابو القاسم جنیدؒ ایک مرتبہ تن تنہا بیت اللہ شریف تشریف لے گئے اور وہاں کی مجاورت اختیار فرمائی۔ آپؒ کی عادت تھی کہ جب رات کو کافی تاریکی چھا جاتی تو آپؒ طواف کرتے۔ ایک رات جب آپؒ حسبِ معمول طواف میں مشغول تھے' اچانک آپؒ نے ایک نوعمر لڑکی کو دیکھا جو بیت اللہ کا طواف کرتی جارہی تھی اور یہ اشعار نہایت ذوق و شوق کے ساتھ گاتی جاتی تھی:۔

مَیں نے عشق و محبّت کو بہت چھپایا' لیکن یہ کسی طرح نہیں چھپ سکتا۔ اس نے تو میرے پاس ہی ڈیرا ڈال دیا۔ جب مجھے محبوب کا شوق زیادہ ہوتا ہے' تو میرا دل اس کی یاد سے حیران و مضطرب ہوجاتا ہے۔ اور مَیں اپنے محبوب کا قرب ڈھونڈتی ہوں۔ وہ مجھے اپنے قرب کی دولت سے محروم نہیں کرتا' بلکہ قریب تر ہوجاتا ہے۔ اور میرا محبوب متجلّی ہوتا ہے تو مَیں فنا ہوجاتی ہوں۔ پھر اس کی دستگیری سے زندہ ہوجاتی ہوں۔ اور وہی میری مدد کرتا ہے' حتیٰ کہ مَیں اس کی عنایات سے لذت حاصل کرتی ہوں!

حضرت جنیدؒ نے یہ دیکھا تو اس لڑکی سے فرمایا کہ اے لڑکی! کیا تو اللہ کے غضب سے نہیں ڈرتی کہ بیت اللہ شریف میں ایسے اشعار گاتی ہے؟ پھر وہ حضرتؒ سے مخاطب ہوکر بولی "اے جنیدؒ! اگر مجھے خدا کا خوف نہ ہوتا تو مَیں خوابِ شیریں کی لذتوں کو ٹھکرا کر یہاں کیوں آتی۔ اُس کا خوف ہی تو ہے جس نے مجھے وطن سے بے وطن کردیا۔ مَیں اسی کے عشق میں تو بھاگی پھرتی ہوں۔ اسی کی محبّت نے تو دل و دماغ کو حیرت خانہ بنادیا ہے۔" پھر اُس نے حضرت جنیدؒ سے کہا "جنیدؒ! بتاؤ تم بیت اللہ کا طواف کرتے ہو یا بیت اللہ کے ربّ کا؟ آپؒ نے فرمایا "مَیں تو بیت اللہ کا طواف کرتا ہوں۔" یہ سُن کر اس نے آسمان کی طرف مُنہ اُٹھایا اور بولی "سبحان اللہ! تیری بھی کیا شان ہے کہ جو لوگ خود پتھروں کے ہیں وہ پتھروں کا ہی طواف کرتے ہیں۔

حضرتؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپؒ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہوگئے ۔ جب ہوش آیا تو پھر اس لڑکی کو نہ دیکھا ۔

حضرت شیخ ابوالفوارس شاہ بن شجاع کرمانیؒ ایک روز شکار کھیلنے کے ارادے سے نکلے ۔ اُس زمانے میں آپؒ کرمان کے حاکم تھے ۔ آپؒ شکار کی تلاش میں اِدھر اُدھر مارے مارے پھرے ۔ آخر ایک جنگل میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نوجوان درندے پر سوار ہے اور بہت سے درندے اس کے ارد گرد پھر رہے ہیں ۔ جب درندوں کی نگاہیں حضرتؒ پر پڑیں تو وہ آپؒ کی جانب حملے کے ارادے سے لپکے لیکن نوجوان نے انھیں روک لیا ۔ اور آپؒ کے قریب آیا ۔ آپؒ کو سلام علیک کے بعد کہا کہ اے حاکمِ کرمان ! تم اللہ تعالیٰ سے کس قدر غافل ہو کہ دُنیا کے لئے آخرت کی جانب سے اس قدر بے پرواہ ہو اور اپنی لذت و طلب میں اپنے آقا کی خدمت سے مُنہ پھیر رہے ہو ۔ تمھیں خدا نے دُنیا اس لئے عنایت کی تھی کہ تم اس کی عنایت کی مدد سے اس کی خدمت گذاری کر سکو ۔ لیکن افسوس تم نے اسے محض عیش و نشاط کا وسیلہ بنا لیا ۔ ابھی وہ نوجوان یہ نصیحتیں کر رہا تھا کہ یکایک ایک ضعیف العمر عورت اپنے ہاتھ میں پانی کا پیالہ تھامے ہوئے آئی اور نوجوان کے حوالے کر دیا ۔ نوجوان نے پہلے خود پیا اور جو باقی بچ گیا وہ اس نے حضرتؒ کو دے دیا ۔ حضرتؒ نے پانی پی کر فرمایا کہ اس سے ٹھنڈی اور میٹھی چیز مَیں نے کبھی نہیں پی ۔ اتنے میں وہ عورت غائب ہوگئی ۔ پھر اس نوجوان نے کہا " یہ بڑھیا دنیا ہے ۔ اور خدا تعالیٰ نے اسے میری خدمت کے لئے مقرر کیا ہے ۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تخلیق کی تھی تو اس سے فرما دیا تھا کہ اے دُنیا ! جو کوئی میری خدمت کرے تو بھی اس کی خدمت کر ۔ اور جو تیری خدمت کرے تو تُو اس سے خدمت لے ۔ جب حضرتؒ نے یہ واقعہ دیکھا تو اسی وقت دُنیاوی لہو و لعب سے تائب ہوئے اور جادۂ فقر پر گامزن ہوگئے ۔

حضرت یُوسف ابن الحسینؒ کی ابتدائی حالت یہ تھی کہ ایک دفعہ قافلے کے ہمراہ عرب کے ایک قبیلے میں پہنچے ۔ چونکہ صاحبِ حُسن و جمال تھے ، امیرِ عرب کی دُختر آپؒ کے حُسن پر فریفتہ ہوگئی اور موقعہ پا کر ایک روز آپؒ کے سامنے بے حجابانہ آ گئی ۔ آپؒ اس لڑکی کے حسن و شباب اور رجحانات کو محسوس کر کے کانپ اُٹھے اور فوراً اس لڑکی کو چھوڑ کر قبیلے سے بھاگ نکلے ۔ کچھ دُور پہنچے تھے کہ رات ہوگئی ۔ تمام رات جاگتے رہے ۔ سر زانو پر رکھے کئی گھنٹے گذر گئے ۔ آخر نیند کا غلبہ ہُوا اور آپؒ سو گئے ۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نامعلوم مقام پر پہنچے ہوئے ہیں ۔ جہاں سبز پوش لوگوں کی ایک جماعت موجود ہے ۔

اور ایک باوقار شخص مرصّع تخت کے اوپر متمکن ہے۔ آپؒ نے آگے بڑھ کر ان صاحب کے بارے میں دریافت کیا کہ کون ہیں۔ معلوم ہُوا کہ باقی لوگ فرشتے ہیں اور تخت پر حضرت یُوسفؑ تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت یوسف ابن الحسینؒ کی زیارت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات سُن کر میں رو دیا اور دل میں سوچنے لگا کہ میں کیا چیز ہوں جو پیغمبرِ خدا مجھے دیکھنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔ میں ابھی اسی خیال میں تھا کہ حضرت یُوسف علیہ السلام نے تخت سے نیچے اُتر کر مجھے گلے سے لگالیا اور اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ میں نے حضرت یوسف علیہ سے عرض کیا کہ میں کس لائق ہوں جو مجھ پر اس قدر نوازش فرما رہے ہیں۔ حضرت یُوسفؑ نے جواب دیا کہ اُس وقت جب امیرِ عرب کی خوبصورت دختر اپنی خواہش سے بے تاب ہو کر آئی اور آپؒ خدا کے خوف سے وہاں سے بھاگ گئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور تمام فرشتوں پر آپؒ کی یہ حالت منکشف فرماتے ہوئے مجھ سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے یُوسفؑ دیکھ یہ وہ یُوسفؒ ہے جس نے امیرِ عرب کی بیٹی پر میرا خوف کیا۔ اور میری طرف بھاگ کر آیا۔ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کے ساتھ آپؒ کی زیارت کو بھیجا ہے اور بشارت دی ہے کہ آپؒ اللہ کے نیک اور برگزیدہ لوگوں میں سے ہیں۔

○

حضرت مالک دینارؒ چالیس سال تک بصرے میں قیام فرما رہے لیکن آپؒ کو خرما کھانے کی رغبت نہ ہوئی۔ جس وقت اس کے متعلق استفسار کیا جاتا آپؒ فرماتے کہ اے اہلِ بصرہ! میرا پیٹ خرما نہ کھانے سے کچھ کم نہیں ہوگیا۔ اور نہ ہی خرما کھانے سے تمہارا پیٹ کچھ بڑھ گیا۔ جب چالیس سال گذر گئے تو ایک روز آپؒ کے نفس میں خرما کھانے کی خواہش عود کر آئی۔ آپؒ نفس کو سمجھاتے کہ میں تیری اس آرزو کو پُورا نہ کروں گا۔ یہاں تک کہ ایک رات آپؒ نے خواب میں دیکھا جیسے کوئی کہہ رہا ہو۔ خرما کھاؤ اور اپنے نفس کو نہ دباؤ۔ جب آپؒ نے اپنے نفس سے کہا کہ ایک ہفتہ روزہ رکھ اور دن اور رات کو کچھ نہ کھا۔ اور تمام رات قیام کر۔ اس کے بعد میں تیری آرزو پُوری کروں گا۔ نفس نے اقرار کیا۔ اور ایک ہفتہ تک بموجب ارشاد عمل کیا۔ مدّت ختم ہو جانے کے بعد آپؒ نے خرما خریدا اور مسجد میں آگئے کہ نوش فرماسکیں۔ اتنے میں ایک لڑکے نے اپنے باپ کو آواز دی کہ ایک یہودی نے خرما خریدا ہے اور اسے کھانے کے لئے مسجد میں گیا ہے۔ باپ نے کہا کہ یہودی کا مسجد میں کیا کام۔ اور ایک لکڑی اُٹھا کر مسجد کے اندر داخل ہُوا۔ اور وہاں جب حضرتؒ کو دیکھا تو پاؤں پر گر پڑا۔ اور معافی طلب کرتے ہوئے بولا کہ اے خواجہؒ معاف کرنا۔ ہمارے محلے میں سوائے یہودیوں کے دن کو اور کوئی نہیں کھاتا۔ حضرتؒ بہت شرمندہ ہوئے اور خرما نہ کھایا۔

ذکر و فکر
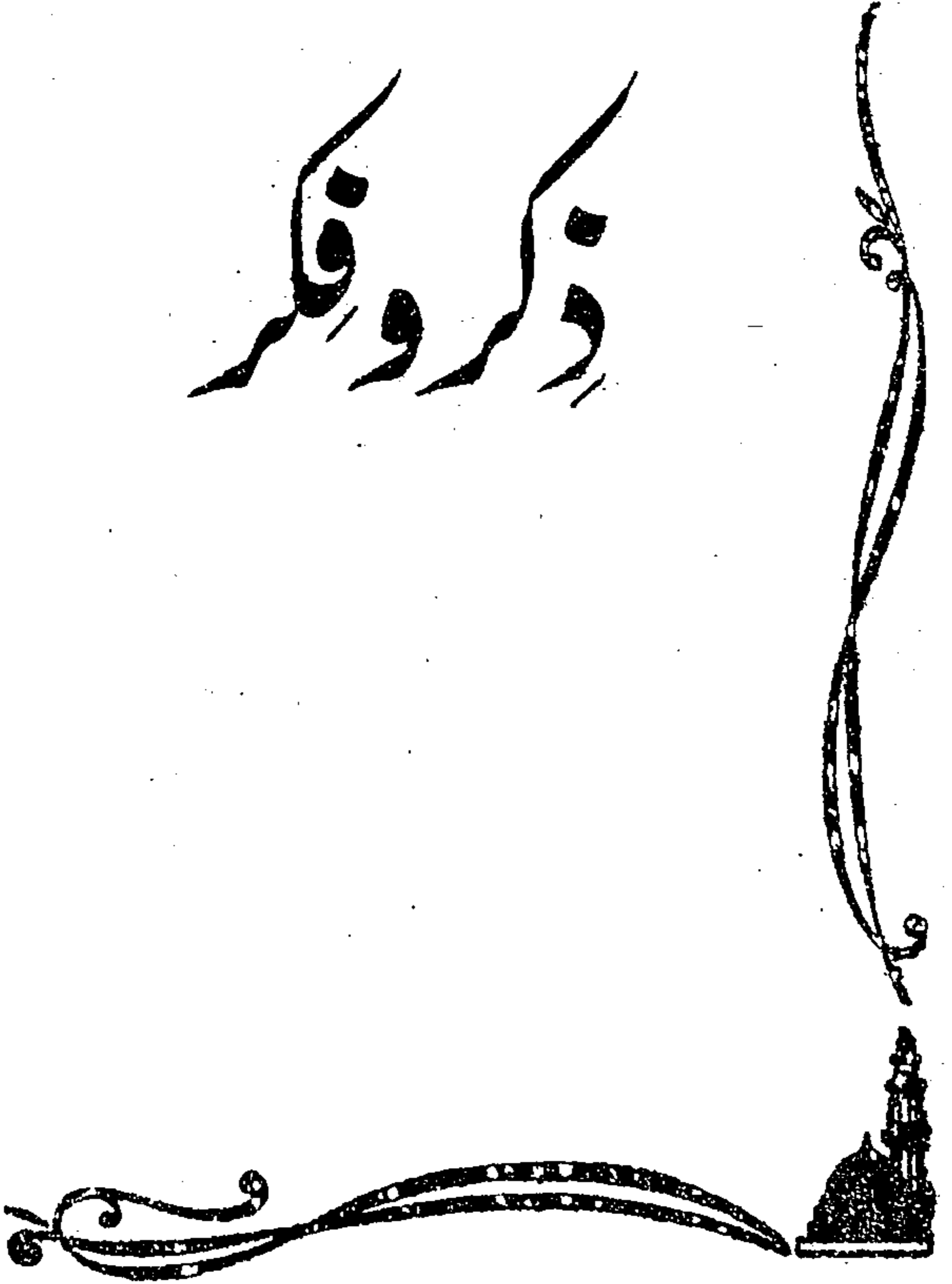
حضرت ذوالنون مصریؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جب آپؒ ملکِ شام تشریف لے گئے تو وہاں آپؒ کا گذر ایک سرسبز و شاداب باغ سے ہُوا۔ آپؒ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سیب کے درخت کے نیچے ایک نوجوان عبادتِ الٰہی میں مصروف ہے۔ آپؒ نے آگے بڑھ کر نوجوان کو سلام کیا۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ذرا دیر میں آپؒ نے دوبارہ سلام علیک کہا۔ اس پر نوجوان نے عبادت سے جلدی فراغت حاصل کر لی اور زمین پر انگلی سے ایک شعر لکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ زبان کو بولنے سے اس لئے روکا گیا ہے۔ کیونکہ وہ طرح طرح کی غلطیوں کی مرتکب ہوتی ہے۔ اس لئے تمہیں لازم ہے کہ جب زبان کو زحمت دو تو خدا کا ہی ذکر کرو۔ اسے کسی وقت نہ بھولو اور ہر حالت میں اس کی تعریف کرتے رہو۔"

حضرت ذوالنون مصریؒ نے جب یہ شعر پڑھا تو ایسی رقت طاری ہوئی کہ بہت دیر تک روتے رہے۔ پھر حضرتؒ نے بھی جواب میں زمین کے اُوپر عربی میں یہ شعر تحریر فرمایا:۔

"ہر لکھنے والا ایک روز قبر میں خاک ہو جائے گا۔ مگر اس کی تحریر ہمیشہ باقی رہے گی۔ اس لئے لازم ہے کہ ایسی چیزوں کے سوا جس کے لکھنے سے حشر کے روز مسرّت و انبساط حاصل ہو، اور کچھ نہ لکھا جائے۔"

جب اس نوجوان نے یہ تحریر پڑھی تو ایک چیخ بلند کی اور وہیں واصل بحق ہو گیا۔ آپؒ نے چاہا کہ اس نوجوان کو غسل دے کر دفن کر دیں کہ یکایک ایک آواز سُنائی دی۔ جیسے کوئی پکار کر کہہ رہا ہو۔ "ذوالنونؒ! اسے چھوڑ دو حق تعالیٰ نے اس نوجوان سے وعدہ فرمایا ہے کہ تجہیز و تکفین کے فرائض انجام دینے کی سعادت فرشتوں کے سپرد کر دی گئی ہے۔" یہ سُن کر حضرت ذوالنونؒ علیحدہ ہو گئے۔

اور ایک درخت کے نیچے نماز کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے اور دوبارہ اس جگہ تشریف لے گئے، جہاں نوجوان کی میت پڑی تھی، تو دیکھا وہاں میت کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اور نہ ہی اس کی کچھ خبر ہوئی۔

○

حضرت شیخ عبد الواحد بن زیدؒ کی پنڈلی میں ایک مرتبہ درد ہو گیا تھا جس کی وجہ سے ادائیگی نماز میں بہت تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ آپؒ جب نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ درد کا سخت حملہ ہوا۔ بڑی مشکل سے آپؒ نے نماز ادا فرمائی اور سرہانے چادر رکھ کر سو گئے۔ جب آنکھ لگی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حسین و جمیل دوشیزہ چند بنی سنوری لڑکیوں کی معیت میں آئی اور بڑے احترام و ادب کے ساتھ آپؒ کے پاس بیٹھ گئی۔ دوسری لڑکیاں جو اس کے ہمراہ تھیں، اس کے پیچھے حسب مراتب بیٹھ گئیں۔ اس نے ان میں سے ایک کو کہا کہ اس بندۂ خدا کو احتیاط کے ساتھ اٹھاؤ مگر خیال رہے کہ یہ بیدار نہ ہونے پائے۔ ساری لڑکیوں نے حکم پاتے ہی مل کر آپؒ کو اُٹھایا۔ آپؒ یہ سب کیفیت خواب میں ملاحظہ فرما رہے تھے۔ پھر اس نے اپنی خواصوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس کے لئے نرم نرم بستر تیار کرو اور تکئے رکھ دو۔ انھوں نے فوراً سات نرم اور گدیلے بستر تیار کئے، جنھیں کسی نے خواب و خیال میں بھی نہ دیکھا ہو گا۔ پھر اس پر نہایت خوبصورت سات رنگ کے تکئے لگائے گئے۔ پھر اس نے حکم دیا کہ اسے فرش سے اٹھا کر بستر پر لٹا دو۔ مگر خبردار یہ بیدار نہ ہونے پائے۔ انھوں نے آپؒ کو بستر پر لٹا دیا۔ آپؒ خواب کی کیفیت میں انھیں دیکھتے اور سب باتیں سُنتے رہے۔ پھر اس نے حکم دیا کہ اس کے چاروں طرف پھول رکھ دو۔ انھوں نے یہ سُنتے ہی طرح طرح کے پھول رکھ دیئے اور جب آرام کی ساری چیزیں مہیا ہو چکیں تو وہ حضرتؒ کے پاس آئی اور درد والی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اسے سہلایا اور کہا کھڑا ہو، نماز پڑھ۔ حق تعالیٰ نے تجھے شفا عطا فرمائی۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ حضرتؒ کی آنکھ کھل گئی۔ اور آپؒ نے خود کو بالکل تندرست محسوس کیا۔ جیسے وہ درد کبھی اُٹھا ہی نہ ہو۔

حضرتؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپؒ کبھی بیمار نہ ہوئے۔ اور آپؒ کے دل میں ان جملوں کی حلاوت کہ "کھڑا ہو، نماز پڑھ، حق تعالیٰ نے تجھے شفا عطا فرمائی ہے۔" ہمیشہ موجود رہی۔

○

حضرت عطا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپؒ ایک بازار سے گذر رہے تھے۔ ایک جگہ سرِعام مجمع سا نظر آیا۔ قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دیوانی لڑکی سرِ بازار فروخت ہو رہی

ہے۔ آپؒ نے سات دینار کے عوض اسے خرید لیا اور اپنے ساتھ گھر لے آئے۔

جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو آپؒ نیند سے بیدار ہوئے اور دیکھا کہ وہ لڑکی اپنے بستر سے اُٹھی، وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑی ہوگئی۔ نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ رقت اور آنسوؤں کے سیلاب سے اس کا دم گھٹا جارہا تھا اور درگاہِ الٰہی میں گڑگڑا کر یہ مناجات کرتی تھی کہ اے ربِ حقیقی! تجھے مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما۔

اس کا یہ حال دیکھ کر حضرت عطا رضی اللہ عنہ پر اس کے جنون اور دیوانگی کے راز کا انکشاف ہوا۔ آپؒ نے اس کی مناجات سُن کر اس سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے لونڈی! اس طرح نہ کہہ بلکہ یوں کہہ کہ اے اللہ! تجھ کو میری محبت رکھنے کی قسم"۔

یہ سُن کر وہ بولی "چل دُور ہو مجھے قسم ہے اس معبُود کی اگر اسے مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ سُلاتا اور مجھے یُوں کھڑا نہ رکھتا"۔ اس کے بعد وہ مُنہ کے بل فرش پر گر پڑی اور عربی میں یہ اشعار پڑھے جن کا یہ مطلب تھا۔

"اضطراب کا وصف جمع ہونا ہے اور دل کا وصف جلنا، صبر علیحدہ چیز ہے اور آنسُو آگے بڑھنے والے ہیں۔ جس کو عشق اور شوق کے حملوں سے چین نہیں۔ اس کے لئے قرار بے معنی سی شے ہے۔ میرے رب! اگر کوئی ایسی شے ہو کہ اس سے غم و حُزن رفع ہو تو جب تک کچھ جان باقی ہے اس سے مجھے ممنون فرما"۔

اس کے بعد اُس نے بلند آواز سے کہا:۔ "اے معبُود! میرا اور تیرا معاملہ اب تک پوشیدہ رہا۔ مگر اَب مخلوق کو خبر ہو چکی ہے۔ مجھے اپنے پاس بُلا لے۔ یہ کہہ کر اس نے ایک چیخ بلند کی اور اس کی رُوح پرواز کر گئی"۔

○

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کے یہاں ان کی ایک شاگرد عورت رہتی تھی۔ اس عورت کا ایک لڑکا معلّم کے پاس پڑھنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ ایک روز معلّم نے اس لڑکے کو کسی پن چکی پر بھیج دیا۔ وہ لڑکا وہیں پانی میں جاکر ڈوب گیا۔ معلّم نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت سری سقطیؒ کے پاس بھیجی۔ حضرتؒ معہ اپنے اصحاب کے لڑکے کی ماں کے پاس تشریف لے گئے اور پہلے اس سے صبر و رضا کے متعلق طویل باتیں کیں۔ آپؒ کی یہ باتیں سُن کر عورت نے عرض کیا کہ یا حضرتؒ! ان باتوں سے آپؒ کا مُدعا کیا ہے۔ اور اِن تلقین کی غرض و غایت کیا ہو سکتی ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ تمہارا بیٹا پانی میں ڈوب کر مر گیا ہے۔ عورت نے کہا

"میرا بیٹا؟" آپؒ نے فرمایا "ہاں تمہارا بیٹا۔ اس پر عورت نے عرض کیا ہرگز نہیں۔ حق تعالےٰ نے ایسا ہرگز نہیں کیا۔ حضرتؒ نے پھر یہ فرمایا کہ "تمہارا بیٹا ڈوب کر مرگیا ہے۔" عورت نے کہا کہ اگر واقعی ایسا ہوا ہے تو آپؒ مجھے اس جگہ لے چلیں، میں اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔ چنانچہ لوگ اُسے لے کر نہر پر پہنچے اور بتایا کہ تیرا جگر گوشہ یہاں مُردہ پڑا ہے۔ عورت نے اپنے بچے کو آواز دے کر پکارا "بیٹا محمدؐ" لڑکے نے فوراً جواب دیا "حاضر ہوں ماں" یہ جواب سُن کر عورت پانی میں اُتر گئی اور اپنے بچے کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر نکال لائی اور پھر اسے اپنے ساتھ لے کر گھر چلی گئی۔ اس واقعہ پر حضرتؒ اور ان کے رفقا حیران ہوئے۔ حضرتؒ اس کی وجہ معلوم کرنے کے لئے حضرت ابوالقاسم جنیدؒ کے پاس تشریف لے گئے اور تمام ماجرا بیان کیا۔ حضرت جنیدؒ نے یہ سُن کر فرمایا کہ یہ عورت یادِ الٰہی سے اپنے کو ہمہ دم آراستہ رکھتی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ اس کے ساتھ ہے اور جب کوئی واقعہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی اطلاع دے دیتا ہے۔ بیٹے کی غرقابی کی اطلاع اسے نہیں ملی تھی اس لئے اس نے اس پر یقین کرنے سے انکار کیا اور نہایت پختگی کے ساتھ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔

○

حضرت شیخ کلیم اللہؒ کے زمانے میں ایک سال بارش نہیں ہوئی کھیتیاں خشک ہوگئیں، زمینیں بنجر ہوگئیں، لوگ پانی کے ایک قطرے کو ترس گئے۔ جب لوگوں کی پریشانی حد سے بڑھ گئی تو حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بارش کے لئے دُعا کی خواہش ظاہر کی۔ حضرتؒ نے اُسی وقت بارگاہِ خداوندی میں انتہائی عاجزی و انکساری سے عرض کیا، یا اللہ تیرے بندے پریشان ہیں، بارش کے حاجت مند ہیں، تیرے فضل و کرم کے امیدوار ہیں، ان کی فریاد سُن لے اور ابرِ کرم کو حکم دے کہ وہ تیرے ان پریشان بندوں کے خشک کھیتوں کو سیراب کردے۔ حضرتؒ نے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں فریاد کی اور اس طرح کہ عجز و انکسار سے آنسو نکل آئے۔ حضرتؒ کی دُعا بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہوئی اور ابھی دُعا ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ گھنگھور گھٹائیں اُٹھیں اور ابرِ کرم نے جل تھل کردیئے۔

○

حضرت جبلہ بن اصحمؒ نے بہت مجاہدے کئے ہیں۔ سنسان و خطرناک جنگلوں میں عبادت کی ہے۔ آپؒ ویرانہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شیر کی آواز سُنائی دی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا، شیر آپؒ ہی کی طرف آرہا ہے، قریب پہنچا تو وہ ٹھہر گیا۔ آپؒ بلا خوف و خطر اسی طرح قبلہ رو بیٹھے رہے اور جب وہ کھڑا ہی رہا تو آپؒ نے شیر سے فرمایا، جاؤ اپنی روزی کہیں اور تلاش کرو۔ آپؒ کے یہ کلمات سُنتے ہی

شیر وہاں سے چلا گیا۔

حضرت عروہ بن عقبہ بن فرقد رح کی زندگی کا زیادہ تر حصہ جہاد میں گزرا ہے۔ آپ رح جہاد کے موقعوں پر دن کو میدانِ کارزار میں ہوتے، اور شب کو نماز پڑھتے۔ ضرورت پیش آجانے پر آپ رح فوجی سامان کی حفاظت بھی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ رح اسی طرح شب کو فوج کے سامان کا پہرہ دے رہے تھے کہ شیر کی آواز سنائی دی۔ شیر قریب آیا تو آپ رح نے اسے اشارے سے اپنے پاس بلایا اور فوجی سامان کی حفاظت اس کے سپرد کر دی اور خود نماز میں مشغول ہو گئے۔ صبح کاذب تک آپ رح بہت ہی اطمینان اور خشوع و خضوع سے عبادتِ خداوندی میں مصروف رہے۔ اور شیر اس کیمپ کے چاروں طرف چکر لگاتا رہا اور حفاظت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ رح صبح کی نماز سے فارغ ہوئے۔ کیمپ کے قریب پہنچے تو شیر کی طرف دیکھ کر مسکرائے، خدا کا شکر ادا کیا اور شیر کو چلے جانے کی اجازت دی۔ شیر خاموشی سے گردن جھکائے ایک طرف کو چلا گیا۔

حضرت امام نخعی رح چند رفقا کے ساتھ سفر فرما رہے تھے کہ اثنائے راہ میں ان کا گھوڑا مر گیا۔ رفقاء سفر ان کی عظمت و شان سے واقف تھے۔ چنانچہ انھوں نے آپ رح سے عرض کیا کہ آپ رح اپنا سامان ہمیں دے دیجیئے تاکہ اسے اپنی سواریوں پر رکھ لیں۔ حضرت رح نے اسے پسند نہ کیا اور ساتھیوں سے فرمایا ٹھہر جاؤ، ابھی جواب دیتا ہوں۔ آپ رح نے فوراً وضو کیا۔ دو رکعت نفلیں پڑھیں اور اللہ سے دعا کی ابھی آپ رح دعا ہی میں مشغول تھے کہ مردہ گھوڑے میں حرکت ہوئی، اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

حضرت سیدنا غوث الاعظم رح اکثر دن کو روزہ رکھا کرتے تھے اور شام کو آدھ پاؤ سے کم وزن کی غذا تناول فرماتے اور نماز پنجگانہ کے لئے تازہ وضو اور غسل کرتے، عطر اور خوشبو لگا کر قبلہ رو کھڑے ہو کر فرماتے ؎

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

شیخ ابوالحسن رح کا بیان ہے کہ چالیس سال تک حضرت رح نے عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی اور پندرہ برس تک یہ حال رہا کہ بعد نماز عشا کے ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر قرآن مجید شروع کر کے سحر تک ختم کر دیتے تھے۔

محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک وقت ہم تنگیٔ معیشت میں مبتلا تھے۔ میرے والد نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ سخاوت و کرم میں شہرۂ آفاق ہیں، ان کی خدمت میں چلنا چاہیئے۔ اس مشورے کے بعد ہم دونوں چل دیئے۔ راستے میں والد صاحب نے فرمایا کہ اگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے پانسو درم عنایت فرمائیں تو اس میں دو سو کا کپڑا اور دو سو کا آٹا خریدوں اور باقی سو درم دیگر ضروریات میں صرف کروں۔ اور اگر تین سو درم ملیں تو سو درم کا کپڑا، سو درم کا دراز گوش اور سو درم اپنے خرچ خوراک میں صرف کروں۔ جب ہم سب آستانہ عالیہ پر پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کا خادم اندر سے آیا اور ہم دونوں کو اندر لے گیا۔ ہم دونوں آداب و تسلیمات بجا لائے۔ امام رضی اللہ عنہ موصوف نے میرے والد سے فرمایا۔ علی! تم گاہے گاہے ملاقات کو بھی نہیں آتے۔ والد صاحب نے عرض کیا کہ عُسرت کی حالت میں حاضر ہوتے شرم معلوم ہوئی، اس لئے حاضر نہ ہو سکا۔ آخر ہم لوگ رخصت ہو کر چلے، پیچھے سے خادم لپکا ہُوا آیا اور ایک تھیلی پانسو درم کی میرے والد صاحب کو دی اور کہا کہ امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دو سو کا کپڑا، دو سو کا آٹا خریدنا، اور باقی دیگر ضروریات میں صرف کرنا۔

○

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ یہ کیا بات ہے جب آدمی سماع سُنتا ہے تو اس پر اضطرابی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ حق تعالےٰ نے روزِ میثاق ذریت آدم علیہ السلام کو خطاب کے ساتھ الستُ بربکم فرمایا تھا اور ارواح اس خطاب کی لذت میں غرق ہو گئیں، اس لئے جب کوئی شخص سماع سُنتا ہے، تو اس کی یاد و اثر سے جوش و اضطراب پیدا ہو جاتا ہے۔

○

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک بار میں طواف کر رہا تھا۔ ناگاہ ایک نُور چمکا اور آسمان تک جا پہنچا۔ مجھے تعجب ہُوا اور مَیں طوافِ کعبہ کے بعد کعبہ سے تکیہ لگائے بیٹھا رہا اور اس نور کے متعلق سوچتا رہا۔ میں نے ایک غمگین خوش آواز سنی۔ میں آواز کے پیچھے گیا، تو میں نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ کعبہ کے پردے سے لٹکی ہوئی تھی اور یہ اشعار پڑھ رہی تھی:۔

"اے میرے حبیب! تو جانتا ہے کہ کون میرا حبیب ہے۔ جسم کی لاغری اور آنسو دونوں میرا راز ظاہر کرتے ہیں۔ میں نے محبت کو چھپایا حتیٰ کہ پوشیدگی کے سبب میرا سینہ تنگ ہو گیا"

اس کی باتیں سن کر میں بھی رونے لگا۔ پھر اس نے کہا الٰہی! اے میرے مولا!! تیری اس محبت کے صدقے جو تجھے مجھ پر ہے، مجھے بخش دے۔ مَیں نے کہا اے لڑکی! کیا یہ کافی نہ تھا کہ تم کہتیں کہ میری

اس محبّت کے جو مجھ کو تیرے ساتھ ہے۔ اور تم کہتی ہو تیری محبّت کے صدقے جو مجھ پر ہے تمھیں کہاں سے معلوم ہوا کہ اس کو تمھارے ساتھ محبّت ہے، کہا اے ذوالنونؒ! ہٹ جاؤ میرے پاس سے، کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ حق تعالےٰ کے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ سے محبّت کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ ان سے محبّت کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کی محبّت ان کے ساتھ ان کی محبّت سے پہلے ہوتی ہے۔ کیا تمھیں قول اللہ تعالےٰ کا یاد نہیں ہے۔ عنقریب اللہ تعالےٰ ایک ایسی قوم لائیں گے جن سے تعالےٰ محبت کریں گے اور وہ لوگ اللہ تعالےٰ سے محبّت کریں گے۔ یہاں اللہ تعالےٰ کی محبّت ان پر پہلے ہوئی ہے، ان کی محبّت باللہ سے میں نے پوچھا کہ تمھیں کیونکر معلوم ہوا کہ مَیں ذوالنونؒ ہوں؟ کہا اے بیہودہ! عجب دل نے میدانِ اسرار میں جولانی کی تو مَیں نے تجھے اللہ کی معرفت سے پہچان لیا۔ مَیں نے کہا مَیں تم کو ضعیف البدن اور لاغر جسم دیکھتا ہوں۔ تمھیں کچھ مرض تو نہیں ہے؟ لڑکی نے چند اشعار پڑھے۔ اللہ کا دوست دُنیا میں بیمار ہی رہتا ہے۔ اس کی بیماری بڑھتی جاتی ہے اور دوا بھی بیماری ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جو اللہ کا محب ہوتا ہے، اس کے ذکر سے سرگرداں رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے دیکھ لے۔ پھر کہا اپنے پیچھے دیکھ کون ہے، مَیں نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ پھر میں نے اس کی طرف نظر پھرائی تو لڑکی کو بھی نہ دیکھا کہ وہ کہاں گئی اور مَیں ہر وقت اس لڑکی کے وسیلے سے دُعا کرتا ہوں اور اس لڑکی کی برکت سے قبولیت و اجابت نظر آتی ہے۔

○

حضرت جنید بغدادیؒ ایک روز مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی شخص نے آکر عرض کیا۔ آپؒ کا وعظ شہر میں ہی کام کرتا ہے یا جنگل میں بھی کوئی اثر دکھاتا ہے۔ آپؒ نے فرمایا کیا بات ہے، بتاؤ۔ اس شخص نے عرض کیا کہ چند اشخاص فلاں مقام پر جنگل میں راگ رنگ میں مصروف ہیں، شراب کا دَور چل رہا ہے۔ یہ سن کر آپؒ اسی وقت منہ پر کپڑا لپیٹ کر جنگل کی طرف چل دیئے۔ جب قریب پہنچے تو وہ لوگ بھاگنے لگے۔ آپؒ نے فرمایا، بھاگو مت میں بھی تمھارا ہم مشرب ہوں، اسی واسطے آیا ہوں۔ شہر میں تو ہم پی نہیں سکتے، لاؤ کچھ ہو تو ہمیں بھی پلاؤ۔ ان لوگوں نے عرض کیا، حضرتؒ ہمیں معلوم ہوتا کہ آپؒ بھی پیا کرتے ہیں، تو ہم آپؒ کو ہمیشہ پلایا کرتے۔ افسوس اس وقت شراب بالکل نہیں بچی، فرمائیے تو شہر سے منگا دی جائے۔ آپؒ نے فرمایا اس کی ضرورت نہیں۔ تمھیں کوئی ایسی بات معلوم نہیں کہ شراب خود بخود آجایا کرے۔ وہ بولے یہ کمال تو ہم میں نہیں۔ آپؒ نے فرمایا: آؤ مَیں تم کو اس کی ترکیب بتا دوں۔ اوّل تم سب لوگ نہاؤ۔ پھر کپڑے بدل کر میرے پاس آؤ۔ آپؒ کی ہدایت کے

مطابق سب نے غسل کیا، کپڑے دھوئے اور پاک صاف ہو کر آموجود ہوئے۔ آپؒ نے فرمایا تم سب لوگ دو رکعت نماز پڑھو۔ یہ سب لوگ جب نماز میں مشغول ہوئے تو آپؒ نے خدا سے دعا کی "یا اللہ! میرا اتنا ہی اختیار تھا۔ آپ کے حضور میں انھیں کھڑا کر دیا۔ آگے آپ کو اختیار ہے ان کے ساتھ جیسا چاہے سلوک کر۔" حق تبارک و تعالےٰ کی رحمتِ عمومی سے وہ سب لوگ اپنے زمانے کے کامل بن گئے۔

○

حضرت ابوالحسن دمشقیؒ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے منصور ابن عمار واعظؒ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ حق تعالےٰ نے تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ انھوں نے فرمایا اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا۔ اے منصور بن عمارؒ میں نے کہا لبیک اے پروردگارِ عالم، اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔ تو ہی ہے جو دنیا میں لوگوں کو پرہیزگاری سکھاتا تھا اور میری آخرت کی طرف رغبت دلاتا تھا۔ میں نے عرض کیا یا الٰہی! جب کسی مجلس میں بیٹھتا تھا تو تیری حمد اور تیرے نبیؐ کی ثنا کرتا تھا۔ اس کے بعد اہل مجلس کو نصیحت کرتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا سچ کہا ہے۔ اس کے واسطے کرسی بچھاؤ تاکہ آسمان پر فرشتوں میں میری بزرگی بیان کرے۔ جیسا کہ زمین پر میرے بندوں میں میری بزرگی بیان کرتا تھا۔

○

حضرت امام جعفر صادقؒ کی عبادت و ریاضت خالصاً لوجہ اللہ ہوتی تھی۔ اسی لئے حضرتؒ کو اس میں وہ کیف و سرور ملتا تھا جو حق تعالےٰ مخلصین ہی کو اپنے فضل و کرم سے عنایت فرماتا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرتؒ قرآن مجید کی تلاوت کرتے کرتے بے ہوش ہو گئے، ہوش میں آئے تو حاضرین نے اس کے متعلق استفسار کیا۔ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا جب بندہ قرآنی آیتوں کو دل لگا کر پڑھتا ہے اور ان میں محو ہو جاتا ہے تو قرآن کی اصلی لذت اسے محسوس ہوتی ہے۔ میں اسی طرح محویت کے عالم میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا کہ یکایک مجھے ایسا محسوس ہوا کہ خدا کی زبان سے میں یہ آیتیں سن رہا ہوں۔ اس کی کیفیت کی تاب نہ لا سکا اور بے ہوش ہو گیا۔

○

حضرت شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادیؒ کے پاس ایک سنیاسی حاضر ہوا اور پوچھا کہ "آپ کو کیا معلومات ہیں؟" آپؒ نے فرمایا:- "سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ"۔ جب سنیاسی نے آگے اور سوال کیا تو آپؒ کو جلال آگیا۔ اور فرمایا "کیا دیکھنا چاہتا ہے۔ پہلے تو اپنی شکل دیکھ لے"۔ چنانچہ آپؒ نے فوراً

خادم سے ایک آئینہ لانے کے لیئے کہا اور سنیاسی کو اپنی شکل دیکھنے کو کہا۔ سنیاسی نے جب آئینے میں اپنی شکل دیکھی تو اس میں اُسے اپنا چہرہ بندر کی طرح دکھائی دیا۔ اس پر سنیاسی بہت حیران ہوا اور چہرہ بدل جانے کی وجہ پوچھی۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے تیری آنکھوں سے دکھلا دیا کہ جیسا کہ تم بندروں کو پوجتے ہو اسی طرح تمھاری شکلیں بھی ہو جائیں گی۔ اور تمھارا حشر بھی ان جیسا ہی ہوگا۔ یہ کرامت دیکھتے ہی وہ سنیاسی مسلمان ہوگیا اور حضرتؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے پاس ایک کسب ایسا ہے کہ اگر میں آپؒ کو بتادوں تو آپؒ عمر بھر جتنا چاہیں خرچ کریں آپؒ کا خزانہ کبھی خالی نہ ہوگا۔ چنانچہ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی جھولی میں سے ایک ناریل نکالا اور اس نے تھوڑا سا تانبا پگھلا کر اس سے کچھ حصہ اس کے اندر ڈالا۔ تانبا اسی وقت کندن بن گیا۔ یہ ملاحظہ فرما کر آپؒ مسکرائے اور فرمایا کہ اس میں تو بہت بکھیڑا ہے۔ ہمیں اللہ تعالےٰ نے بہت آسان طریقہ عنایت فرما دیا ہے۔ تم تھوڑا سا تانبا اور پگھلا دو۔ جب اس نے تانبا پگھلایا تو آپؒ نے اس میں تھوک دیا۔ اسی وقت وہ تانبا کندن ہوگیا۔

سنیاسی نے عرض کیا کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ برکت خدا تعالیٰ کے نام کی ہے، جو زبان سے لیا جاتا ہے۔ اس پر وہ سنیاسی صدق دل سے مرید ہُوا۔ اور عرض کیا کہ درویشی اور کسب کی تعلیم سے مجھے بھی سرفراز فرمایئے۔ آپؒ نے اسے مُرید فرمالیا۔ جب اس واقعہ کو کئی سال گذر چکے اور اس شخص کو اصلی سبب حاصل نہ ہُوا تو اس نے حضرتؒ کی خدمت میں سوال کیا کہ کیا بات ہے کہ مجھے ابھی تک اکتساب حاصل نہیں ہُوا۔ آپؒ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اکسیر ابھی تک تیرے پاس موجود ہے۔ اس نے تسلیم کرلیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ اسے فوراً جا کر کنوئیں میں ڈال آ۔ فقیر کو متوکل رہنا چاہیئے۔ اُس نے جس رات اکسیر کو کنوئیں میں ڈالا اسی رات اس کو مقصد کے حصول میں کامیابی ہوگئی۔

○

حضرت مولانا ضیاء الدین جے پوریؒ ایک بار اپنے مُرشد گرامی خلیفہ گرامی مولانا فخر صاحبؒ کے حکم پر جے پور کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؒ جے پور کے باہر مقیم ہوئے۔ چند روز بعد جب لوگوں کو تشریف آوری کی خبر ملی تو وہ آپؒ کو شہر میں لے گئے۔ اس وقت وہاں شاہی مسجد کے سوا کوئی مسجد نہیں تھی۔ اس میں راجہ کے گھوڑے بندھے تھے۔ بلند آواز سے اذان دینے کی بھی ممانعت ہوگئی تھی۔ جب آپؒ کے قیام کو وہاں چند روز ہوئے تو آپؒ کے فضل و کرامات کے چرچے ہونے لگے راجہ بھی آپؒ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے آتا تھا۔

ایک مرتبہ ہندوؤں کا کوئی تہوار تھا۔ راجہ اپنے محل سے نکل کر پوجا کی خاطر مندر کی طرف

روانہ ہُوا۔ راستے میں اسے خیال آیا کہ فقیر سے بھی ملتے چلو۔ چنانچہ خدمت بابرکت میں حاضر ہُوا۔ تھوڑی دیر تک بیٹھنے کے بعد راجہ نے آپؒ سے عرض کیا کہ اب اجازت دیجئے۔ آپؒ نے اصرار کیا کہ تھوڑی دیر اور بیٹھو۔ اس پر راجہ نے کہا کہ آج جنم اشٹمی ہے اور میری ساری رعایا برت سے ہے۔ جب تک مَیں مندر میں جاکر پوجا کے بعد اپنا برت نہ توڑ دوں اُس وقت تک رعایا کچھ نہیں کھاتی۔ اس لئے اب مَیں اپنے ٹھاکر کے پاس جاکر پوجا کے بعد برت کھولنا چاہتا ہوں۔ آپؒ نے کہا' مَیں تمھارے ٹھاکر کو یہیں بلوائے دیتا ہوں تم اس کی یہیں پُوجا کر لو۔

راجہ کے دل میں بھی اس کرامت کو دیکھنے کا بہت شوق پیدا ہُوا۔ چنانچہ آپؒ اُسے حجرے میں لے گئے۔ اور آنکھیں بند کر لینے کا حکم دیا۔ جب اس نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو سامنے ٹھاکر کی مورتی پڑی ہوئی تھی۔ راجہ سخت حیران ہُوا۔ اس نے مُورتی کے سامنے پوجا کی اور اپنے دل میں یہ سوچتا ہُوا کہ شاید کوئی جادو کا کرشمہ ہو۔ گلے سے اپنی مالا اُتار کر اس بُت کے گلے میں ڈال دی۔ حضرتؒ نے راجہ سے پھر آنکھیں بند کرنے کے لئے کہا' اور جب اس نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو مُورتی غائب ہو چکی تھی۔ راجہ سخت حیران ہُوا اور حضرتؒ سے رخصت طلب کر کے مندر کی طرف چل پڑا۔

جب وہ مندر کے قریب آیا تو اسے لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہُوا ہجوم دکھائی دیا۔ تمام پُجاری باؤلے ہوئے ادھر اُدھر پریشان گھوم رہے تھے۔ راجہ نے ان سے اس پریشانی کی وجہ پوچھی تو پجاریوں نے کہا کہ مہاراج! آج ٹھاکر جی بہت دیر تک سنگھاسن سے غائب رہے' جب دوبارہ واپس آئے تو وہاں سے ایک نشانی بھی لیتے آئے۔ یہ دیکھئے ان کے گلے میں مالا پڑی ہے۔ راجہ نے جب دیکھا تو فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی مالا تھی جو اس نے اپنے گلے سے اتار کر پہنائی تھی۔ راجہ نے مالا دوبارہ مورتی کے گلے سے اُتار کر پہن لیا۔ اور پُوجا پاٹ کے بعد پھر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور ادب سے بولا کہ مَیں آپؒ کے کشف و کرامات سے واقف نہ تھا۔ آپؒ کی کوئی خدمت نہ بجا لا سکا۔ اب مجھے نیازمند سمجھ کر کچھ خدمت کا موقع دیجئے۔ آپؒ نے فرمایا کہ تم کو خدا نے مال و دولت اور حکومت عطا کی ہے تم کو چاہیئے کہ اپنی رعایا کا برابر خیال رکھو اور انھیں ایک آنکھ سے دیکھو۔ مسلمان رعایا کی مذہبی آزادی جو تم نے چھین رکھی ہے' ان پر بڑا ظلم ہے۔ تمھارے ملک میں نماز کے لئے ان کے پاس ایک مسجد تک نہیں ہے۔ راجہ نے فوراً اپنے اہلکاروں کو حکم دیا کہ بیس ہزار روپیہ کی مالیت سے ایک مسجد تیار کی جائے اور مُلک میں اذان دینے کی عام اجازت ہو۔ حضرتؒ نے راجہ سے کہا کہ تمھارے روپوں سے مسجد

بنے گی تو اس میں نماز نہیں ہو سکے گی۔ اللہ اپنے کام خود کرا لیتا ہے۔ الغرض وہ پہلی مسجد مسلمانوں کو واپس ملی اور حضرتؒ کے طفیل سے شہر میں بیسیوں مسجدیں تعمیر ہوئیں جو آج تک موجود ہیں۔

○

حضرت علی المرافقیؒ کو ایک رات اپنا ایک دوست یاد آیا جسے وفات پائے ہوئے مدت گزر چکی تھی۔ اس کا خیال آتے ہی سوچا کہ اس کی قبر پر جا کر ایصالِ ثواب کرنا چاہیئے، چنانچہ اسی وقت گھر سے نکلے اور اس کی قبر کے قریب پہنچ کر پہلے نماز پڑھی اور پھر اس کے لئے دعا کی۔ فوراً حضرتؒ پر غنودگی طاری ہوئی اور آپؒ نے دیکھا کہ وہ دوست زنجیروں میں جکڑا ہوا عذاب میں مبتلا ہے۔ حضرتؒ نے حال دریافت کیا تو اس نے بتلایا، جب سے دُنیا سے آیا ہوں، اسی عذاب میں مبتلا ہوں۔ فوراً ہی بیدار ہو گئے۔ اس عذاب کو دیکھنے کی وجہ سے آپؒ پر دہشت طاری تھی۔ گھر واپس آئے، اس کے لئے ایصالِ ثواب کیا۔ دوست پر عذاب ہونے کی وجہ سے بے حد رنجیدہ خاطر تھے کہ تین دن بعد اس دوست کو پھر خواب میں دیکھا، تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ نور کے سبز لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کے سر پر نور کا تاج تھا۔ حضرتؒ کے دریافت حال پر اس نے بتلایا، مصر کے آنے والے ایک قافلے میں سے ایک شخص نے اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر سورہ اخلاص پڑھی اور اللہ سے عرض کیا، جو کچھ میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب امتِ محمدیہ کے تمام مُردوں کو پہنچ جائے۔ اللہ رحیم و کریم نے اس کی دُعا قبول فرمائی۔ تمام مُردوں کو اس کا ثواب تقسیم ہوا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم اور رحمت سے مجھے بھی اس ثواب کی وجہ سے آزاد کر دیا۔

○

مشہور سیّاح ابنِ بطوطہ کی چشم دید شہادت ہے کہ عراق کے بادشاہ سلطان خدابندہ نے مذہب میں کچھ فساد کرنا چاہا اور ایسی باتیں اختیار کرنے کی کوشش کی جو تعلیماتِ اسلام کے خلاف ہیں اور اس نے شاہی حکم جاری کیا کہ ہماری مملکت کے تمام افراد عراقِ عرب، عراقِ عجم، فارس، آذربائیجان، اصفہان، کرمان، خراسان وغیرہ کے لوگ ان امور کی پابندی کریں۔ چنانچہ یہ فرمانِ شاہی بغداد، شیراز اور اصفہان پہنچا تو وہاں کے مسلمانوں نے اس کی سخت مخالفت کی، اور بغداد شریف کی جامع مسجد میں بارہ ہزار مسلمان مسلح ہو کر پہنچے تاکہ اس خلافِ شرع حکم کے خلاف جہاد کیا جائے اور انھوں نے قاصدِ سلطانی کو واضح الفاظ میں متنبہ کر دیا کہ اگر اس بدعت کے نفاذ کی کوشش کی گئی تو حامیانِ سلطان کے خلاف جہاد شروع کر دیا جائے گا۔

اصفہان اور شیراز میں بھی یہی صورت پیش آئی۔ سلطانی قاصد جب تینوں شہروں سے واپس ہو کر دربارِ شاہی میں پہنچے اور وہاں کی روداد سنائی تو سلطان خدابندہ قہر و غضب میں آگ بگولہ ہو گیا اور

فوراً حکم نافذ کیا کہ بغداد، شیراز اور اصفہان کے قاضی گرفتار کر کے بارگاہِ سلطانی میں حاضر کئے جائیں۔ سب سے پہلے شیراز کے قاضی حضرت مجدالدینؒ ایوانِ حکومت میں پیش کئے گئے۔ سلطان نے یہ طریقہ مقرر کر رکھا تھا کہ جب کسی مجرم کو پھانسی کا حکم دیتا تھا تو جلاد تنہا مجرم کو ایک میدان میں لے جاتا تھا اور وہاں اس کی بیڑیاں کاٹ دیتا تھا، اسی وقت اس پر شکاری کتے چھوڑ دیئے جاتے تھے اور چشم زدن میں یہ سدھے ہوئے شکاری کتے مجرم کو چیر پھاڑ کر تکہ بوٹی کر ڈالتے تھے۔ عام لوگ اس سزا کا تماشا دیکھتے تھے اور اس سے عبرت حاصل کرتے تھے۔ حضرت مجدالدینؒ قاضی اپنے وقت کے اولیائے کاملین میں سے تھے، جب ان کو میدان میں بیڑیاں کاٹ کر چھوڑا گیا تو آپؒ نے تیمّم کر کے فوراً نماز کی نیت باندھ لی۔ دوسرے مجرم تو کتوں کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر جان بچانے کے لئے بھاگتے تھے، مگر قاضی صاحبؒ عبادتِ الٰہی میں اس طرح مشغول ہوئے کہ خبر بھی نہ رہی۔ کتے جب قاضی صاحبؒ پر چھوڑے گئے تو قاضی صاحبؒ کو مطلق گزند نہ پہنچا پایا۔ صدہا لوگ قاضی صاحبؒ کی یہ کرامت دیکھ کر اپنے عقائدِ باطلہ سے تائب ہوئے اور صدہا غیر مسلم داخلِ اسلام ہوئے۔

بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو وہ قصرِ شاہی سے باہر نکلا اور عالمِ وارفتگی میں حضرت قاضی صاحبؒ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور اپنا تمام لباس قاضی صاحبؒ کو پہنانے لگا۔ اُس زمانے میں سب سے بڑا شاہی اعزاز یہ تھا کہ بادشاہ کسی کو اپنا لباس عطا کر دے۔ لیکن قاضی صاحبؒ لباسِ شاہی پہننے سے اعتراض کرتے لگے، مگر بادشاہ انتہائی خوشامد و لجاجت سے اپنا لباس قاضی صاحبؒ کو پہنانے پر اصرار کرتا رہا۔ قاضی صاحبؒ راضی ہوگئے اور سلطان قاضی صاحبؒ کو ملبوسِ شاہی پہنا کر اپنے محل سرا میں لے گیا اور خاندانِ شاہی کو حکم دیا کہ وہ قاضی صاحبؒ کی تعظیم و تکریم بجالائیں اور فیوض و برکات حاصل کریں۔ خود بادشاہ عقائدِ باطلہ سے تائب ہوا۔ خاندانِ شاہی اور مشیرانِ سلطنت نے اپنے عقائدِ باطلہ سے توبہ کی اور سچے مسلمان بنے اور نہایت تعظیم و تکریم سے قاضی صاحبؒ کو شیراز واپس بھیج دیا گیا۔

○

حضرت شیخ شاہ کلیم اللہ ولیؒ کے ایک مُرید خواجہ محمد یُوسفؒ تھے، جن کے رہائشی مکان میں ایک عمدہ باغ تھا۔ خواجہ صاحبؒ ایک بار علیل ہوئے تو حضرت شیخؒ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ عیادت سے فراغت کے بعد آپؒ باغ میں تشریف لے گئے۔ جہاں بر سبیلِ تذکرہ یہ بات بھی آئی کہ اس باغ میں دو انار کے درخت خشک ہوگئے ہیں۔ کئی برس گزر چکے ہیں،

لیکن ان میں ایک پتی بھی نہیں پھوٹی ہے۔ حضرت شیخؒ نے سُن کر تبسّم فرمایا۔ وہیں وضو کیا اور ۲ رکعت نماز نفل ادا فرمائی۔ اگلا دن ابھی پورا نہیں گزرا تھا کہ ان درختوں پر کونپلیں پھوٹنے لگیں اور پھر چند ہی دنوں میں وہ درخت ہرے بھرے ہو گئے۔

○

حضرت خواجہ حسن بصریؒ اموی حکومت کی پالیسی سے بہت سے بُنیادی امور میں اختلاف رکھتے تھے۔ لیکن حجاج اس بات پر مُصر تھا کہ آپؒ اس اختلاف سے باز رہیں اور اپنی زبردست شخصیت کے اثرات حکومت کی تائید میں صرف کریں۔ لیکن آپؒ جیسے حق گو مجاہد کے لئے یہ ناممکن تھا۔ اس لئے آپؒ نگاہِ عمال سے بچ کر گوشہ نشین ہو گئے۔ سرکاری جاسوسوں نے ہر چند تلاش کیا مگر ناکامی ہوئی۔ لیکن ایک خارجی کو کسی نہ کسی طرح آپؒ کی گوشہ نشینی کا علم ہو گیا اور اس نے آپؒ کو طرح طرح سے ڈرانے، دھمکانے اور حکومت کو مطلع کرنے کی باتیں شروع کر دیں۔ آپؒ اوّلاً تو برداشت کرتے رہے، لیکن ایک دن وہ اسی ارادے سے آپؒ کے پاس آ رہا تھا کہ اسے دیکھ کر آپؒ کو غصّہ آ گیا اور بارگاہِ ایزدی میں عاجزی کے ساتھ اس سے چھٹکارا پانے کی درخواست کی۔ چلتے چلتے وہ خارجی لڑکھڑایا، زمین پر گرا اور خاک کا ڈھیر ہو گیا۔

○

حضرت شیخ ابو العباس ابن عریفؒ سے روایت ہے کہ میں ایک دن صبح اٹھا تو طبیعت نہایت نڈھال تھی۔ میرے ایک مصاحب ابو محمدؒ طرابلسیؒ سے میں نے کہا۔ اے ابو محمدؒ! آج میرا دل پریشان ہے۔ تم کوئی ایسی حکایت سُناؤ جس سے قلبِ مضطرب کی اصلاح ہو سکے۔ انھوں نے کہا، ایک دن میں افریقہ میں تھا۔ ذی الحجہ کا مہینہ تھا، میں نے دیکھا کہ تین اشخاص میرے سر پر کھڑے ہیں۔ انھوں نے کہا: اے ابو محمدؒ حج کو چلتے ہو۔ میں نے کہا جیسے آپؒ حضرات کی مرضی۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص میرے آگے ہو گئے اور دوسرے پیچھے چلنے لگے۔ جب رات ہوئی تو ایک شخص ان میں سے ایک طرف جاتے اور کیلے لے آتے اور فرماتے کہ اس مقام پر ایک بڑھیا نے مجھے دئیے ہیں۔ تین دن کے بعد ناگاہ ان میں سے ایک نے مجھ سے آ کر کہا، اے ابو محمدؒ! خوش ہو جاؤ۔ یہ تہامہ کے پہاڑ ہیں۔ میں نے ان کے ساتھ حج کیا اور ان کی صحبت میں رہا۔ جب لوٹنے کا وقت آیا تو مجھ سے کہا تم اللہ کی امان میں رہو ہم چلتے ہیں۔ میں نے کہا آپؒ لوگ اپنی جدائی کا رنج دینا چاہتے ہیں۔ انھوں نے کہا یہ مجبوری ہے۔ پھر وہ لوگ چلے گئے۔ میں نے جنگل کا راستہ لیا۔ جب مجھے جنگل میں وضو یا پینے کے پانی کی ضرورت ہوتی تو کہتا قسم ہے رب العزت کی، میں جب تک پانی نہ پی لوں اور وضو نہ کر لوں یہاں سے آگے

نہ بڑھوں گا۔ اسی وقت ایک ابر آتا اور اتنا برستا کہ اس کا پانی جمع ہو کر ایک تالاب بن جاتا اور میں وضو کر لیتا، پانی پیتا اور پھر آگے بڑھتا۔ ابو العباسؒ نے یہ حکایت سنی تو فرمایا' اس حکایت کو میں مرتے دم تک نہیں بھولوں گا۔

حضرت شیخ ابو الفتح علائی قریشی کالپوریؒ جب سید محمد گیسو درازؒ کی خدمت بابرکت میں پہلی بار حاضر ہوئے تو سید صاحبؒ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اے طالب! اگر تو کہیں کسی پر عاشق ہوا ہے تو بتا دے۔ انھوںؒ نے کہا کہ میں تو عشق سیکھنے کو آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں کیا جانوں عشق کیا چیز ہے۔ سید صاحبؒ نے فرمایا کہ اس سوال سے تمہارا امتحان اور تمہارا مشرب معلوم کرنا مقصود ہے اس لئے تو سچ سچ بتا دے اور پردہ نہ کر۔ تب حضرتؒ نے عرض کیا کہ ہاں ایک مرتبہ مجھے ایک غیر مسلم عورت کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس کے دیدار کی کوئی صورت پیدا نہ ہوتی تھی۔ ناچار تنگ آ کر گلے میں زنار ڈال کر ایک مندر میں جا بیٹھا۔ جہاں وہ بے حجابانہ آیا کرتی تھی۔ یہ سنتے ہی سید صاحبؒ نے آپؒ کو بے اختیار گلے سے لگا لیا اور فرمایا کہ تو میدانِ عشق میں نہایت جری اور عالی ہمت ہے۔ ایسا عالی ہمت اور کہاں پاؤں گا کہ اس کو راہ و رسمِ عشقِ حقیقی سکھاؤں۔ واقعی یہ کام عالی ہمتوں کا ہے۔ لیکن عزیز! تو نے ناحق ایمان ایسی بیش قیمت چیز کو ایک عورت کی محبت میں صرف کیا۔ اب آ کہ تجھے عشقِ حقیقی کی تعلیم دوں، جو ایمان کا ماحصل ہے۔

حضرت بابا صاحبؒ جنگلوں اور پہاڑوں میں ریاضت فرماتے تھے' سوائے گھاس اور پتوں کے کچھ نہیں کھاتے پیتے تھے۔ ایک روز ایک کنوئیں پر پہنچے' ڈول اور رسی کی تلاش فرمانے لگے' تاکہ پانی پی سکیں۔ اتنے میں دور سے ہرنوں کی ڈار آئی۔ ان کے آتے ہی کنوئیں نے جوش مارا اور پانی اوپر چڑھ آیا۔ ہرن پانی پی کر جنگل کی طرف چوکڑیاں بھرتے چلے گئے۔ جب حضرتؒ نے پانی پینے کا قصد کیا' پانی سمٹ کر پھر کنوئیں کے اندر چلا گیا۔ حضرتؒ نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا کہ پروردگارِ عالم! تو نے جانوروں کو تو پانی دیا' میں جو تیری راہ میں چلا ہوں مجھ سے پانی کو کیوں دور رکھا۔ آواز آئی: "اے فریدؒ! تیری نظر ڈول اور رسی پر تھی' جبکہ ہرنوں کی نظر صرف ہماری طرف تھی۔ کہتے ہیں' اسی وقت سے حضرتؒ اس کنوئیں میں چالیس دن لٹکے رہے اور نفس کو پانی نہ دیا۔ چالیس دن کے بعد تھوڑی سی خاک منہ میں ڈال کر روزہ افطار فرمایا' وہ خاک منہ میں پڑتے ہی شکر ہو گئی۔

حضرت شاہ میراںؒ کے دَور میں ایک ہندو مسلمانوں کا سخت مخالف تھا۔ ایک بار اس نے مسلمانوں کے خلاف ہندو قوم کو بھڑکایا، جس کی وجہ سے اس کو گرفتار کرکے صُوبیدار سرہند کے روبرو پیش کیا گیا۔ صوبہ دار سرہند نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ سپاہی اس کو قتل گاہ کی طرف لے جا رہے تھے کہ راستے حضرت شاہ میرانؒ کی سواری ملی۔ وہ دوڑ کر حضرتؒ کے قدموں پہ گر پڑا اور عرض کی کہ اگر مَیں بچ گیا تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ میری مشکل کشائی کیجیے۔ حضرتؒ نے فرمایا، فکر نہ کر۔ اللہ کو یاد کر، سپاہی ہندو کو گھسیٹ کر قتل گاہ کی طرف لے چلے، ابھی راستے ہی میں تھے کہ صُوبہ دار نے حکم دیا کہ اُس شخص کو ہمارے رُوبرو پیش کرو۔ جب وہ صوبہ دار کے سامنے پہنچا تو اُس صوبہ دار نے اس کا قصور معاف کر دیا اور خلعت دے کر اس کی عزت افزائی کی۔ وہ شخص حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا، اور حضرتؒ کے فیضِ کرم سے مرتبہ کو پہنچا۔

○

حضرت عزیزانؒ نے باشارۂ غیبی بخارا سے خوارزم کا قصد کیا اور اُس شہر کے دروازے پر پہنچ گئے تو وہاں ٹھہر گئے اور دو درویشوں کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا کہ ایک فقیر تمہارے شہر کے دروازے پر آیا ہے اور اقامت کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگر تمہاری اجازت ہو تو شہر میں داخل ہو جائے ورنہ واپس چلا جائے۔ درویشوں سے آپؒ نے مزید کہا کہ اگر بادشاہ اجازت دے تو اجازت نامے پر بادشاہ کے دستخط اور شاہی مُہر لگوا لینا۔ جیسا وہ درویش بادشاہ کے پاس گئے اور مُدعا عرض کیا تو بادشاہ اور ارکانِ سلطنت ہنس پڑے اور کہنے لگے وہ سادہ نادان آدمی ہیں۔ پھر بطورِ مذاق اجازت نامے پر دستخط کر کے شاہی مُہر ثبت کی اور درویشوں کو دے دی۔ درویش اجازت نامہ لے کر حضرت عزیزانؒ کے پاس حاضر ہوئے۔ پھر حضرتؒ شہر میں داخل ہوئے اور گوشہ نشین ہو کر بطریقِ خواجگان اَوراد و اذکار میں مشغول ہو گئے۔ آپؒ ہر روز صبح کے وقت مزدوروں کی بستی میں جاتے اور دو ایک مزدُوروں کو اپنے مکان پر لے جا کر فرماتے کہ پورا وضو کرو اور نمازِ عصر تک باوضو ہمارے پاس رہو۔ اور ذکر کرو۔ بعد ازاں اپنی مزدوری لے کر چلے جاؤ۔

مزدُور بڑی خوشی سے ایسا کرتے اور نمازِ عصر تک آپؒ کی صحبت میں رہتے، مگر جو مزدُور ایک دن اس طرح آپؒ کے پاس رہتے۔ آپؒ کی صحبت کی برکت اور آپؒ کی تاثیر و تصرّفِ باطنی سے اُن میں یہ وصف پیدا ہو جاتا کہ آپؒ کی خدمت سے جدائی گوارا نہ کرتے۔ اس طرح کچھ مدّت کے بعد

وہاں کے لوگ آپؒ کے مرید بن گئے اور آپؒ کے گرد طالبوں کا ایک بڑا مجمع اکٹھا ہوگیا۔ رفتہ رفتہ کسی نے بادشاہ کو خبر دی کہ اس شہر میں ایک شخص آیا ہے۔ اکثر لوگ اس کے مرید ہو گئے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ اس کے سبب ملک میں کوئی فتنہ و فساد پیدا ہو جائے کہ پھر جس کا انسداد ممکن نہ ہو۔

بادشاہ نے اس بات کے ڈر سے حضرت عزیزانؒ کو شہر سے اخراج کا حکم دیا۔ حضرتؒ نے ان ہی درویشوں کے ہاتھ اجازت نامہ بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا کہ ہم تمہارے شہر میں تمہاری ہی اجازت و مصلحت سے آئے ہیں۔ اگر تم اپنے حکم سے پھرتے ہو تو ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ اس پر بادشاہ اور ارکانِ دولت بہت شرمندہ ہوئے اور آپؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؒ کے محبین و مخاصین میں شامل ہو گئے۔

○

حضرت شیخ شاہ کلیم اللہؒ کی خدمت میں ایک طالبِ علم حاضر ہوا کرتا تھا اور اس کے طالبِ علم دین ہونے کی وجہ سے حضرت الشیخؒ اس پر شفقت بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن اس نے حضرتؒ سے عرض کیا۔ نماز کی ہر نیت کے وقت میں کہتا ہوں "منہ میرا کعبہ کی طرف" لیکن آج تک کعبہ مجھے نظر نہیں آیا۔ حضرت شیخؒ اس کی شرارت پر مسکرائے اور از راہِ کرم فرمایا۔ اچھا آنکھیں بند کرو۔ اس نے آنکھیں بند کیں تو حضرت شیخؒ نے فرمایا کیا نظر آرہا ہے؟ اس نے عرض کیا۔ بیت اللہ شریف سامنے ہے پھر حضرتؒ نے ارشاد فرمایا "تقویٰ اختیار کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ ہر وقت ایسا ہو سکتا ہے۔

○

شیخ الاسلام حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر مسعود اجودھنی چشتیؒ کو ایک مرتبہ ایک ایسے دیوانہ شخص کو دیکھنے کا اتفاق ہوا جو ساٹھ سال سے جنون کی کیفیت میں گرفتار تھا اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں اس درجہ مشغول و مستغرق رہتا تھا کہ نور چمکتا تھا۔ لیکن یادِ الٰہی کے سوا چونکہ وہ تمام چیزوں سے بے نیاز تھا اس لئے اسے خود اس نور کی خبر نہ تھی۔

ایک رات کا واقعہ ہے کہ حضرت فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمتہ نے اس شخص کو خلوت میں دیکھا کہ وہ تلاوت میں مشغول تھا اور اس سے ایک ایسا نور فروزاں تھا جس کی ضیا پاشیاں عرش سے لے کر حجابِ عظمت تک منور کئے ہوئے تھیں۔ حضرت گنج شکرؒ آگے بڑھے تاکہ اس نعمتِ عظمیٰ سے کچھ آپؒ کو بھی حاصل ہو جائے۔ جوں ہی آپؒ کے پاؤں کی آہٹ اس مجنون کو سنائی دی، اُس نے فوراً مڑ کر دیکھا اور حضرت باباصاحبؒ سے فرمایا:

"اے درویش! چونکہ تو ہمارے بھید سے واقف ہو چکا ہے اب یہی بہتر ہوگا کہ تو اس راز کو فاش نہ کرے۔"
یہ کہنے کے بعد اس شخص نے آسمان کی طرف منہ کرکے کہا کہ اے پروردگار! چونکہ تو نے میرا بھید ایک شخص پر ظاہر کر دیا اور اس طرح تیرا بھید بھی ظاہر ہو گیا۔ اس لئے اب میرے لیئے یہاں اس دنیا میں رہنا گوارا نہیں۔

ابھی وہ مجنون یہ بات پوری بھی نہ کرنے پائے تھے کہ روحِ مبارک اللہ تعالےٰ نے اپنی تحویل میں لے لی۔

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمتہ نے ایک مرتبہ بغداد شریف میں ایک درویش کو دیکھا جس نے اپنے آپ کو اللہ کی یاد میں مستغرق کر رکھا تھا۔ اس کے لیئے دنیاوی زندگی کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔ ایک روز درویش عالی مرتبت جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے بعد جب مسجد سے باہر نکلے تو ان کی نگاہ ناگاہ ایک غیر محرم عورت پر جا پڑی۔ انھوں نے فوراً دونوں ہاتھوں سے چہرے کو ڈھانپ لیا اور یا غفور! یا غفور!! کہنے لگے۔ اسی حالت میں گھر پہنچے اور اللہ تعالےٰ سے دعا کی۔ اے پروردگار جن آنکھوں نے تجھے دیکھا ہے انھیں دوسرے کو نہ دیکھنے دے۔ ابھی وہ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ دونوں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ درویش نے فوراً شکرانے کی نماز ادا کی۔

اس کے بعد چند روز گذرے تو اچانک درویش نے ایسی بات سُنی جو سُننے کے قابل نہ تھی۔ انھوں نے دونوں اُنگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور کہا اے پروردگار! جن کانوں نے تیرا نام سُنا ہو وہ اور کچھ سُننے سے کہیں بہتر ہے کہ بہرے ہو جائیں۔ درویش بحکمِ خدا بہرے ہو گئے۔ انھوں نے فوراً وضو کرکے شکرانہ کی نماز ادا کی اور کہا اب امید ہے کہ اس دُنیا سے ایمان سلامت لے جاؤں۔

○

روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے بیس سال تک حق تعالیٰ کی عبادت کی اور اس عرصے میں کبھی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔ پھر اُس نے بیس سال تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس عرصے میں کبھی اطاعت نہ کی۔ ایک دن اس شخص نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو چند سفید بال نظر آئے۔ وہ شخص کانپ رہا تھا کہ افسوس تو نے نیکی کا راستہ چھوڑ کر گناہ کا راستہ اختیار کیا کہ اب بال سفید ہونے لگے۔ اپنے اللہ کو کیا منہ دکھائے گا۔ اسی وقت غسل کیا اور پاکیزہ لباس پہن کر اللہ تعالےٰ کے آگے گڑ گڑا کر تائب ہوا اور کہا اے مولا تو مجھ ایسے گنہگار کو جس نے بیس سال تیری عبادت

کرنے کے بعد اتنا ہی عرصہ معصیت میں گذارا ہے، کیا اسے قبول کرے گا؟" ناگاہ آواز آئی "ہم تجھے قبول کرلیں گے، تونے بیس سال ہماری عبادت کی۔ ہم نے تیرے مقاصد پورے کئے۔ تونے بیس سال نافرمانی کی۔ ہم نے بھی ڈھیل دی۔ اب تو نے پھر رجوع کیا ہے۔ ہم تجھے قبول کرتے ہیں۔

حضرت عبدالواحد بن حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ ایک راہب کے پاس سے گذرے اور اسے پکارا۔ وہ بولا "میں راہب نہیں ہوں۔ راہب وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اس کی کبریائی کی تعظیم کرتا ہے۔ اس کی بلاؤں پہ صبر کرتا ہے۔ اس کی قضا پر راضی اور اس کی بخشش پہ شکر ادا کرتا ہے۔ اس کی قدرت کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کی ہیبت کے آگے سر جھکاتا ہے۔ اس کے حساب وعذاب میں فکر کرتا ہے۔ دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے۔" حضرتؒ نے فرمایا اے بھائی! پھر کس چیز نے مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہکایا ہے؟" وہ بولا "حب اور زینتِ دُنیا نے۔ کیونکہ یہ گناہ کی جڑ ہیں۔ عاقل وہ ہے جو اسے قلب سے نکال دے اور گناہوں سے توبہ کرے۔" فرمایا "اور علم الیقین کیا ہے؟"

راہب بولا "اگر آپ علم الیقین کو جاننا اور حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اپنے اور شہوات دُنیا کے درمیان لوہے کی دیوار کھڑی کردیں۔"

○

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن گاؤں کے ارادے سے چلا کہ مجھے راستے میں ایک کمسن نوجوان جس کے کپڑے پھٹے ہوئے اور بال گرد آلود تھے، نظر آیا۔ جو قبرستان میں ایک قبر کے پاس بیٹھا رو رہا تھا۔ اس کی زبان پہ باری تعالیٰ کا نام تھا۔ جب میں نے اسے اس عالم میں دیکھا تو اس کی طرف بڑھا۔ وہ مجھے دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور بھاگنے لگا۔ میں نے پکار کر کہا۔ اے صالح نوجوان! کہاں جاتا ہے۔ براہِ مہربانی مجھ سے بات چیت کرو۔" وہ بولا ہرگز نہیں۔ میں نے کہا "خدا کے واسطے ٹھہر جاؤ۔" وہ ٹھہر گیا۔ انگلی سے اشارہ کیا اور تین بار اللہ اللہ کہا اور زمین پر گر پڑا۔ میں نے دیکھا وہ فوت ہو گیا تھا۔ اور اس کے دفن وکفن کے خیال سے ایک قبیلے کی طرف گیا۔ جب واپس آیا تو اس کی میت غائب تھی۔ میں نے اسے بہت ڈھونڈا لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ اتنے میں ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سُنا اور دیکھا کہ اے شبلیؒ تو اس جوان کی فکر نہ کر۔ فرشتوں نے وہ کام کردیا۔ تو بھی اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہ اور صدقہ دے۔"

حضرت شبلیؒ نے کہا "اے نیک مرد صدقہ سے کیا مراد ہے؟" بولا "یہ نوجوان زانی تھا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُسے ایک خوفناک خواب نظر آیا۔ یہ ڈر گیا اور دُنیا سے تعلقات توڑ کر اس ویرانے میں چلا آیا۔ اور گناہوں سے روز رو کر توبہ کرتا تھا۔ کل ایک سائل اس کے پاس آیا کہ میں بھوکا ہوں، میری مدد کرو۔ اس نوجوان نے اپنے بدن سے ایک کپڑا جو کم پھٹا ہُوا تھا اتار کر اسے دے دیا کہ میرے پاس مدد کے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

اس سائل کا جی بہت خوش ہُوا اور دُعا کی کہ یا اللہ جس طرح اس نوجوان نے میرا جی خوش کیا ہے تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ پس اس کی دُعا قبول ہوئی اور نوجوان کا صدقہ اور گریہ وزاری کام آ گئی۔

○

حضرت ابُو اسحاق فرازیؒ اکثر اپنے مریدوں اور احباب کی مجلس منعقد فرما کر درس دیا کرتے تھے۔ ایک روز حسبِ معمول آپؒ مجلس منعقد فرما کر وعظ کہہ رہے تھے کہ اچانک ایک شخص آپؒ کی مجلس میں آیا، جس کا آدھا چہرہ کپڑے سے ڈھکا ہُوا تھا۔ آپؒ نے اُس روز تو اس سے مُنہ کو آدھا ڈھکے رہنے کی وجہ دریافت نہ فرمائی، لیکن جب وہ ایسی مجالس میں باقاعدگی سے آنے لگا تو آپؒ نے ایک مرتبہ وعظ ختم کرنے کے بعد تخلیہ میں اس شخص سے پوچھا کہ تم اپنا چہرہ کپڑے سے کیوں ڈھکے رہتے ہو، اس کی کیا وجہ ہے؟

اس شخص نے حضرتؒ سے کہا کہ یہ راز میں آپؒ کو صرف ایک شرط پر بتا سکتا ہوں، کہ آپؒ اس کا کسی سے تذکرہ نہ کریں۔

آپؒ نے وعدہ فرما لیا کہ یہ راز آپؒ ہی تک محدُود رہے گا۔

تب اُس شخص نے کہا:۔ اپنی غربت اور افلاس سے مجبُور ہو کر میں قبروں سے کفن چوری کیا کرتا تھا اور اسی سے اپنی گزر اوقات کرتا تھا۔ ایک روز قبرستان میں ایک عورت کی لاش دفن ہوئی جب رات ہوئی تو میں قبرستان پہنچا اور اس تازہ قبر کو کھودنا شروع کر دیا۔ جب کھُدائی سے فارغ ہُوا تو میں قبر کے اندر اُتر گیا۔ پہلے میں نے اس کی پوٹ کی چادر کھینچی اور پھر کفنی کھینچنے لگا۔ لیکن کفنی اس قدر سخت محسوس ہوئی کہ میرے لاکھ زور لگانے کے باوجود نہ اُتر سکی۔ آخر میں نے اپنے دونوں گھٹنوں کو زمین پر ٹیک کر کفنی کو کھینچنے کی کوشش کی۔ اس لاش نے اچانک ہاتھ اُٹھا کر میرے مُنہ پر زور سے طمانچہ کھینچ مارا۔ پھر میں نے جو مُنہ پر ہاتھ لگا کر دیکھا تو اس کی پانچوں اُنگلیاں میرے مُنہ پر بنی ہوئی تھیں۔ میں نے شرمسار ہو کر کفن لاش کے گرد حفاظت سے دوبارہ لپیٹ دیا۔

اینٹیں برابر کیں اور قبر کو ٹھیک کر کے باہر آگیا۔ اس روز سے میں نے عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی یہ کام نہ کروں گا۔"

حضرتؒ نے یہ قصہ اوزاعی کو لکھ کر بھیجا۔ انھوں نے جواب میں لکھا کہ اس سے پوچھو کہ کیا وہ کم بخت ایسے مُردوں کے ساتھ بھی یہ کرتا تھا جو اہلِ توحید میں سے تھے اور ان کا مُنہ قبلے کی طرف تھا۔ اور وہ ذکر و فکر میں مشغول تھے۔

حضرتؒ نے کفن چور سے پوچھا تو اس نے کہا کہ اکثر کے مُنہ قبلے کی طرف سے پھرے ہوئے تھے۔

حضرتؒ نے اوزاعی علیہ الرحمۃ کو یہ واقعہ لکھ بھیجا۔

انھوں نے جواب میں تین مرتبہ انّا للہ و انّا الیہ راجعون لکھا اور فرمایا کہ یاد رکھو جس کا مُنہ قبلے سے پھر گیا تو وہ دین کے مخالف ہی مرا۔

حضرت شیخ ابو ہاشمؒ نے ایک دفعہ بصرہ تشریف لے جانے کا قصد فرمایا۔ اس ارادے سے آپؒ سمندر پر پہنچے۔ وہاں ایک کرائے کی کشتی دیکھی۔ لیکن کشتی کے مالک نے، جس کے ساتھ ایک لونڈی کشتی میں سوار تھی، آپؒ کو کشتی میں بٹھانے سے انکار کر دیا۔ مگر لونڈی نے اپنے مالک سے آپؒ کی سفارش کرتے ہوئے کہا کہ آپؒ کو ساتھ لے لے۔ وہ اس پر راضی ہو گیا اور آپؒ کو کشتی پر سوار ہونے کی اجازت دے دی۔

جب کشتی روانہ ہوئی اور سفر شروع ہُوا تو ایک مقام پر مرد نے لونڈی کو کھانا کھلانے کا حکم دیا۔ لونڈی نے فی الفور تعمیل کی اور دسترخوان بچھا کر اس کے اُوپر کھانا چن دیا۔ اس کے بعد آپؒ سے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ کھانا کھا لو۔ چنانچہ آپؒ اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے۔

جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے لونڈی کو حکم دیا کہ اب شراب لائے خود بھی پیئے اور اپنے مالک کو بھی پلائے اور آپؒ کو بھی پیش کرے۔ لیکن آپؒ نے انکار فرمایا۔ اور اس انکار پر اس شخص نے مزید اصرار نہیں کیا۔

تھوڑی دیر بعد جب خمار نے اس کے اعضا پر غلبہ پانا شروع کیا تو اس شخص نے اپنی لونڈی کو ساز لانے کا حکم دیا۔ اور جب وہ اس کی تعمیل میں ساز لے کر آئی تو اس نے گانے کی فرمائش کی۔

جب لونڈی بہت دیر تک ساز کے ساتھ گاتی رہی اور وہ شخص اسے سُن کر سیر ہو چکا تو اُس نے آپؒ سے مخاطب ہو کر پوچھا اور کہا کیا تم اس طرح دل کو خوش کر سکتے ہو؟

آپؒ نے جواب دیا۔ ہاں اس سے بہتر طریقے سے کر سکتا ہوں۔ اس شخص نے متعجب ہو کر دریافت کیا بھلا کیسے؟

آپؒ نے اس پر نہایت بلاغت کے ساتھ سورہ "الشمس" کی تلاوت فرمائی۔ وہ شخص سُن کر رونے لگا۔ جب آپؒ اذا الصُّحُفُ نُشِرَتْ تک پہنچے تو اُس شخص نے اپنی لونڈی سے مخاطب ہو کر کہا۔ آج سے تو خدا کی راہ میں آزاد ہے۔ اس نے اسی وقت ساغر و شراب سمندر میں پھینک دیئے اور پوچھا اے بھائی! کیا میں توبہ کروں تو خدا تعالےٰ میری توبہ قبول فرمالے گا؟"۔

آپؒ نے جواب دیا کہ خدا تعالےٰ توبہ کرنے والوں اور گناہ سے پاک ہونے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ وہ شخص چالیس سال تک آپؒ کی صحبت میں رہا حتیٰ کہ وفات پائی۔

آپؒ نے ایک رات اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کیا حال ہے۔ اس نے کہا: مجھ کو بہشت عطا ہوئی۔

آپؒ نے فرمایا: کس صلے میں۔

اس نے جواب دیا: اس عمل کی بدولت کہ تم نے اذا الصُّحُفُ نُشِرَتْ سُنائی!

○

۱۳ حضرت سہل ابن عبداللہؒ ایک مرتبہ جامع مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے اس وقت تک نمازیوں سے تمام مسجد پُر ہو چکی تھی۔ امام خطبہ کے لئے منبر پر چڑھ رہے تھے۔ آپؒ کسی طرح کوشش کر کے پہلی صف میں جا بیٹھے۔ آپؒ کی سیدھ میں ایک خوبصورت و شکیل نوجوان خوشبو لگائے اور اُونی چادر اوڑھے بیٹھا تھا۔ اس نے دیکھ کر پوچھا۔

سہل، آپؒ کا کیا حال ہے؟

آپؒ نے جواب دیا: اللہ کا فضل ہے۔

لیکن آپؒ دل میں سخت متفکر رہے کہ یہ نوجوان مجھے پہچانتا ہے لیکن میں اسے نہیں پہچانتا۔ اچانک آپؒ کو پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔ مگر اندیشہ تھا کہ اگر پیشاب کے واسطے جاتے ہیں تو لوگوں کے اُوپر سے پھلانگنا پڑتا ہے اور یہ بے ادبی ہے۔ اور اگر نہیں جاتے تو نماز جاتی ہے۔ ابھی اسی ادھیڑ بن میں تھے کہ اس نوجوان نے پوچھا:

"آپؒ پیشاب کے لئے جانا چاہتے ہیں"۔

آپؒ نے فرمایا "ہاں"

اس پر اس شخص نے اپنی چادر اُتار کر آپؒ کو اُڑھادی اور کہا کہ جلدی سے فارغ ہو کر نماز میں آکر شامل ہو جائیے۔

اس کے بعد آپؒ کی آنکھ بند ہو گئی۔ جب دوبارہ آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپؒ ایک بہت بڑے دروازے کے سامنے کھڑے ہیں۔ ایک شخص دروازے پر کھڑا تھا اس نے دیکھ کر آپؒ سے اندر آنے کے لئے کہا۔ آپؒ اندر گئے تو محل نظر آیا۔ ایک جانب ایک درخت تھا، اور اس درخت کے نیچے ایک پیشاب خانہ تھا جہاں پانی کا ایک لوٹا بھی رکھا ہوا تھا۔ آپؒ وہاں جاکر فارغ ہوئے اور پھر غسل کیا۔ جب وضو کر رہے تھے تو اسی محافظ کی آواز آئی کہ فارغ ہو چکے؟

آپؒ نے کہا "ہاں"

پھر اس نے چادر اُتار لی۔ آپؒ نے دیکھا وہیں بیٹھے ہیں جہاں پہلے تھے۔ کسی کو آپؒ کے اس واقعہ کا علم نہ تھا۔ اتنے میں جماعت کھڑی ہو گئی اور آپؒ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپؒ اس نوجوان کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ وہ ایک مکان کے سامنے جاکر رُک گیا اور پھر پلٹ کر آپؒ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا:

"اے سہل! معلوم ہوتا ہے تمہیں اپنی آنکھ سے دیکھی ہوئی چیز کا بھی یقین نہیں"

آپؒ نے فرمایا "نہیں"

تب اس نوجوان نے کہا "اچھا تو میرے ساتھ اندر چلو"

جب آپؒ اندر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ بجنسہ یہ وہی جگہ تھی جہاں آپؒ رفع حاجت کے لئے پہنچے تھے۔ محل، درخت، غسل خانے اور دیگر تمام چیزیں بجنسہ اسی طرح موجود تھیں۔

آپؒ نے فرمایا "آمنتُ باللہ" پھر اُس نے کہا: "اے سہل! جو شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہے ہر شئے اس کی اطاعت کرتی ہے۔ اے سہل! اسے ڈھونڈو گے تو اسے ضرور پاؤ گے۔"

یہ سُن کر آپؒ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ اس نوجوان نے آپؒ کے آنسو خشک کئے۔ پھر جب آنکھیں کھلیں تو نہ وہ نوجوان تھا اور نہ وہ محل۔ یہ نورانی صحبت ختم ہونے سے دل کو صدمہ ہوا اور اور پھر آپؒ عبادت میں مشغول ہو گئے۔

○

حضرت ذوالنون مصریؒ ایک مرتبہ دریائے نیل کے کنارے بغرض سیر تشریف لے جارہے تھے کہ اچانک آپؒ کو ایک بچھو نظر آیا۔ آپؒ نے اِدھر اُدھر دیکھ کر ایک پتھر اُٹھایا اور

ارادہ کیا کہ اس موذی جانور کو ہلاک کر دیں۔ لیکن بچھو جلدی سے بھاگ کر دریا کے کنارے پر جا ٹھیرا۔ اتنے میں دریا سے ایک مینڈک نکلا اور بچھو اس کے اوپر سوار ہو گیا۔ مینڈک دریا میں تیرتا ہوا دوسرے کنارے پر جا پہنچا۔ ان تمام واقعات کو دیکھ کر حضرت ذوالنون مصریؒ کے دل میں مزید مشاہدے کا اشتیاق پیدا ہوا اور آپؒ بھی ان کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ جب مینڈک نے دریا کا سفر طے کیا اور اپنے سوار بچھو کو دوسرے کنارے پر لے جا کر اُتارا تو آپؒ نے دیکھا کہ خشکی پر پہنچتے ہی بچھو نے تیزی سے بڑھنا شروع ہوا۔ آپؒ بھی اس کے ساتھ ساتھ رہے۔ پھر ایک جگہ پہنچ کر آپؒ نے دیکھا کہ ایک ویران اور چٹیل مقام پر ایک شخص شراب کے نشے میں زمین پر اپنی سُدھ بُدھ بسرائے سو رہا ہے اور اس کے اُوپر ایک بہت ہی خوفناک سیاہ اژدھا پھن کھولے موت کی تصویر بنا اس کے سر کے اُوپر رقص کر رہا تھا۔ بچھو تیزی کے ساتھ اس کے پاس پہنچا اور اس اژدہا کے اوپر اس طرح ڈنک مارا کہ اس کے اثر سے اژدہا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ بچھو اس کے بعد نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

آپؒ نے جب یہ واقعہ دیکھا تو اس شخص کو جگایا۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوا اور اپنے سامنے ایسے بھیانک اژدھے کو خاک و خون میں تڑپتے ہوئے دیکھا تو آپؒ سے اس کی وجہ دریافت کی۔ اسے تمام واقعہ کہہ سُنایا۔ یہ سُن کر وہ شخص سجدے میں گر گیا اور اللہ تعالےٰ سے رجوع ہو کر گڑگڑانے لگا کہ "اے اللہ! جب تو اپنے نافرمانوں پر اس قدر مہربان ہے تو اپنے اطاعت گزاروں کے ساتھ کس قدر لطف و کرم سے پیش آتا ہوگا۔ تیری عزّت و جلال کی قسم اب آئندہ تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔" اس کے بعد وہ یہ شعر پڑھتا ہوا چلا گیا:

"اے سونے والے! خدا تیری ہر اُس بُری چیز سے نگہبانی کرتا ہے جو اندھیرے میں چلتی ہے
ایسے بادشاہ کی طرف سے آنکھیں کیونکر سوتی ہیں جو عمدہ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔"

○

حضرت شیخ شاہ علی چشتیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شمس الدینؒ کا اسم مُبارک ہر مہم و ہر رنج و مشکل کے لئے "مشکل کُشا" ہے اگر کوئی شخص باوضو بعد نمازِ عشا ایک لاکھ مرتبہ پڑھے بحکم خداوند وہ کام پُورا ہوگا۔ بعض نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص خلوصِ دل سے سو مرتبہ یا ایک مرتبہ ہی یا شمس الدین ترکؒ پانی پتی مشکل کشا پڑھے" اس کا بھی کام بن جاتا ہے۔ لصحیح کی جگہ ما سوا اللہ پڑھے کا شرک ہے۔ ✗

لا حول ولا قوۃ الا باللہ ○

علم و عمل

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کا واقعہ ہے کہ جب مسلمانوں کو عراق کی لڑائی میں فتح مندی حاصل ہوئی تو عراق کا بادشا آپؓ کے دربار میں حاضر کیا گیا۔ آپؓ نے اس سے اسلام کی خصوصیتیں بیان فرما کر کہا اگر تم اسلام قبول کر لو گے تو تمہارا ملک تم کو واپس کر دیا جائے گا اور ہم تمہیں شاہِ عراق تسلیم کر لیں گے۔ شاہِ عراق نے کہا کہ میں مسلمان نہیں ہو سکتا۔ آپؓ نے فرمایا پھر ہمارے تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔ اِمَّا اَنَّ الاِسْلَامَ اِمَّا اَنَّ السَّیْفَ۔ بادشاہِ عراق نے کہا، کچھ بھی ہو مجھے اسلام منظور نہیں ہے۔ امیر المومنین عمرؓ نے غلام سے فرمایا تلوار اٹھا لاؤ تاکہ میں عراق کے بادشاہ کا قصہ ختم کر دوں۔ شاہِ عراق نہایت معاملہ فہم اور دُور اندیش آدمی تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ یہاں تک نوبت پہنچ گئی تو حضرت عمرؓ کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا میں بہت پیاسا ہوں، کسی کو حکم دیجیے تاکہ مجھے پانی پلا دیا جائے۔ عمرؓ نے فرمایا انھیں پانی پلاؤ۔ لوگوں نے کانچ کے گلاس میں شاہِ عراق کے سامنے پانی پیش کیا۔ بادشاہ نے کہا میں ایسے گلاس میں پانی نہیں پیوں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے لوگو! یہ عراق کا بادشاہ ہے اسے سونے چاندی کے گلاس میں پانی دینا چاہیے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مگر بادشاہ نے سونے چاندی کے گلاس میں پانی پینے سے انکار کر دیا۔ پوچھا گیا اے بادشاہ سلامت اب آپ کے انکار کی کیا وجہ ہے۔ کہنے لگا مجھے مٹی کے گلاس میں پانی پلاؤ۔ چنانچہ مٹی کے گلاس میں پانی دیا گیا۔ بادشاہ نے گلاس ہاتھ میں لے کر حضرت عمرؓ سے عرض کیا، آپؓ مجھ سے وعدہ کیجیے کہ جب تک میں یہ پانی نہ پی لوں مجھے قتل نہ کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں وعدہ کرتا ہوں جب تک تم پانی نہ پی لو گے، اس وقت تک تمہیں قتل کرنے کا حکم نہ دوں گا۔ بادشاہ نے فوراً مٹی کا گلاس زمین پر پٹک دیا۔ گلاس ٹوٹ گیا اور سارا پانی بکھر گیا۔

پھر حضرت عمرؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا' آپؓ نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ جب تک مَیں پانی نہ پیوں مجھے قتل نہ کیا جائے۔ اب آپؓ اپنے عہد کو پورا کیجئے۔ حضرت عمرؓ اس کی دانائی سے حیران رہ گئے۔ فرمایا اچھا مَیں نے تم کو امان دی۔ تم میرے فلاں دوست کے پاس جا کر رہو۔ یہ بزرگ جن کی صحبت میں شاہِ عراق رہتا تھا انتہا درجہ عبادت گزار اور متقی پرہیزگار تھے۔ تھوڑے ہی دنوں کی صحبت میں بادشاہ کی حالت بدل گئی اور اس کا دل خود بخود اسلام کی طرف کھنچنے لگا۔ حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ مجھے اپنے پاس بلا لیجئے اور اسلام کی تلقین کیجئے۔ حضرت عمرؓ نے اسے اپنے پاس بلا لیا اور اسلام پیش کیا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اچھا اب تم اپنے وطن جاؤ اور حکومتِ عراق اپنے ہاتھ میں لے لو۔ بادشاہ نے عرض کیا کہ مجھے اب سلطنت کی کیا ضرورت۔ ایسا ہی آپؓ کرم فرماتے ہیں تو عراق کا کوئی ویران و غیر آباد گاؤں مجھے عنایت فرما دیجئے تاکہ میرے لئے روٹیوں کا سہارا ہو جائے۔ آپؓ نے فرمایا اچھا اور کئی آدمیوں کو عراق کی ولایت میں غیر آباد گاؤں کے منتخب کرنے کے لئے بھیج دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہ لوگ واپس آ گئے اور یہ خبر لائے کہ عراق میں کوئی خراب گاؤں ہی نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے بادشاہ سے کہا یہ خبر آئی ہے' اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔ بادشاہ نے دست بستہ عرض کیا' اس سوال سے میرا مقصد ہی یہ تھا کہ آپؓ پر ظاہر ہو جائے کہ عراق میں کوئی چھوٹے سے چھوٹا گاؤں ایسا نہیں ہے جو ویران اور غیر آباد ہو۔ مَیں نے عراق سرسبز و شاداب حالت میں آپؓ کے حوالے کیا ہے۔ اس کے بعد اگر ویرانی اور خرابی پیدا ہو' تو اس کی ذمہ داری آپؓ پر عائد ہو گی' مَیں سبکدوش ہوں۔

○

خواجہ بایزیدؒ سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ تم نے یہ دولتِ ایمانی کہاں سے حاصل کی؟ فرمایا بچپن کا ذکر ہے' جب میں سات برس کی عمر میں مسجد میں قرآن پڑھنے جاتا تھا۔ مَیں نے اس آیت کا سبق پڑھا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا۔ اُستاد سے اس آیت کے معنی پوچھے' اُستاد نے کہا کہ اس آیت میں حکم ہے کہ ماں باپ کی تابعداری کرو جس قدر کہ تابعداری کا حق ہے اور اس طرح ان کی اطاعت کرو جس طرح میری اطاعت کرتے ہو۔ دیکھو! مَیں تمہارا اُستاد ہوں' جس وقت میں نے یہ بات اُستاد سے سُنی بستہ باندھ کر ماں کی خدمت میں آیا۔ سر اُن کے قدموں پر رکھ کر عرض کیا۔ اے ماں! میں نے سُنا ہے کہ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں ماں باپ کی اطاعت کے لئے اس طرح فرماتا ہے' آپ خدا سے دُعا کیجئے جو حق آپ کی خدمت کا ہے میں اسے ادا کر دوں' جب مَیں نے اپنے

ماں باپ کے سامنے یہ باتیں عرض کیں، انھوں نے میرے لئے دو رکعت نماز ادا کی، میرا ہاتھ پکڑا اور قبلہ کی طرف مُنہ کرکے کہا اے خُدا! میں نے اپنے بچّے کو تیرے سپرد کیا۔ یہ دولت جو مجھے حاصل ہوئی میری ماں ہی کی دُعاؤں کا صدقہ ہے۔

○

حضرت ابن سیرینؒ نے ایک عیالدار تنگ دست شخص سے پُوچھا کہ "تمہارا کیا حال ہے؟" اس نے کہا" اس شخص کا حال آپؒ کیا پوچھتے ہیں جس کے ذمّے پانسو درہم قرض ہوں اور وہ عیالدار بھی ہو"۔ یہ سُن کر حضرت ابنِ سیرینؒ گھر میں گئے اور ہزار درہم لاکر اس شخص سے فرمایا۔ پانسو سے قرض ادا کرو اور پانسو سے اپنے عیال کی خبر گیری کرو۔ اس رقم کے علاوہ حضرت ابنِ سیرینؒ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، اس لئے آپؒ نے عہد کیا کہ اب کسی کا حال نہیں پوچھیں گے، کیونکہ اگر اس کی امداد مقصُود نہیں ہے تو حال پوچھنا اس کی غربت کا مذاق اڑانا ہے۔

○

حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے عرض کیا، "آپؒ کی مجلس میں کچھ لوگ صرف اس غرض سے آتے ہیں کہ دیکھیں آپؒ کہاں کہاں وعظ میں غلطی کرتے ہیں یا وہ چاہتے ہیں کہ محض بیکار سوال کرکے آپؒ کو پریشان کریں۔ آپؒ نے تبسّم فرماکر اس شخص سے کہا کہ ان لوگوں کی باتوں کا بُرا نہ مانو کیونکہ میں انھیں کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ دُنیا کا خالق و رازق ہونے کے باوجود دُنیا کی بدگمانی و بدزبانی سے نہیں بچا تو پھر میں کیونکر بچ سکتا ہوں۔ بس یہ ایک عملِ خیر ہے جسے نیک نیتی سے کر رہا ہوں۔ دُنیا چاہے کچھ بھی کہے میں کرتا رہوں گا۔

○

حضرت عبداللہ بن مُبارکؒ جو کچھ بھی اللہ کے لئے خرچ کرتے تو اس کا مصرف صرف طلبا اور اہلِ علم ہوتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر آپؒ ان عطیات کا سلسلہ عام و وسیع کردیں تو بہت سے لوگوں کو اس سے یکساں فائدہ پہنچے۔ آپؒ نے فرمایا کہ علمِ دین سیکھنا اور سکھانا ضروریاتِ دین میں شامل ہے۔ اگر اہلِ علم اور طلبا کو ضروریاتِ دنیوی پریشان خاطر کردیں اور وہ سکون و للّٰہیت سے علم میں مشغول نہ رہ سکیں تو یہ ایک بہت بڑا نقصان ہوگا، جو میرے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔ اپنا مال خصوصیت کے ساتھ اہلِ علم کو دے کر میں دین کے اس اہم سلسلے کو جاری رکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ زندگی کے اعمال و فرائض میں پاک روزی حاصل کرنے اور سچ بولنے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اگر کوئی عابد اس قدر عبادت کرے کہ اس کی پیٹھ مثل کمان کے جھک جائے اور اس قدر روزے رکھے کہ مانند تیر کے لاغر ہو جائے۔ قسم ہے اللہ رب العزت کی کہ نہ نفع دے گی اس کو اس قدر عبادت اور مشقت جب تک کہ وہ حلال روزی حاصل نہ کرے اور جب تک کہ وہ سچ بولنا اختیار نہ کرے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ شخص کس قدر فریب کار ہے جو لوگوں کو دکھانے کے لئے عبادت کرتا ہے اور مکر و فریب اور جور و ستم کے ساتھ روزی حاصل کرتا ہے اور صبح سے شام تک بے دریغ جھوٹ بولتا ہے۔ کیا ایسے شخص کو کسی وقت بھی رضائے حق، اخلاص، لطافتِ طبع، رقتِ قلب، لطافتِ روح اور اثر پذیری کی نعمت حاصل ہو سکتی ہے؟ اور کیا اس شخص کی پند و موعظت، تعلیم و تربیت اور ارشاد و ہدایت میں کوئی اثر پیدا ہو سکتا ہے؟

○

حضرت ابراہیم ادہمؒ نے ایک عظیم سلطنت کو ٹھکرا کر درویشی اور حق شناسی کا راستہ اختیار کیا تھا۔ آپؒ سادہ لباس پہن کر محنت مزدوری کیا کرتے تھے۔

تذکرۃ الکرام میں لکھا ہے کہ حضرتؒ عراق کے ایک قصبے میں ایک باغبان کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ باغ کے مالک کو کسی طرح یہ معلوم ہو گیا کہ اس باغ کے پاسبان حضرت ابراہیم ادہمؒ ہیں۔ اس نے حضرتؒ کے قدموں کو بوسہ دیا اور حضرتؒ کی مزدوری میں اضافہ کر دیا۔ اس راز کے بے نقاب ہونے سے حضرتؒ کا دل پریشان ہو گیا۔ حضرتؒ نے باغ کی چابی مالک کے حوالے کر دی اور رخصت ہونے کی اجازت طلب کی۔ باغ کے مالک نے کہا، "میں ہر طرح آپؒ کو آرام پہنچاؤں گا۔ آپؒ تشریف نہ لے جائیے۔" حضرتؒ نے فرمایا "پہلے ہم مزدور تھے اور اب ایک بزرگ ہیں، ہم تقویٰ، طہارت اور بزرگی کو بیچنا نہیں چاہتے۔" یہ کہہ کر حضرتؒ دمشق کی طرف چلے گئے۔

○

حکایت ہے کہ ایک سال بغداد میں بارش نہیں ہوئی اور لوگ انتہائی پریشان و نیم جان ہو گئے۔ اہلِ بغداد پاک و صاف ہو کر جنگل کی طرف روانہ ہوئے تاکہ بارگاہِ خداوندی میں دعا کریں کہ انھیں بارش سے نوازے۔ لیکن اس کے باوجود بارش نہیں ہوئی۔ اسی وقت ایک شخص جنگل سے نکلا۔ اس کے بال پریشان اور گرد آلود تھے۔ وہ چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ اُس کے ساتھ تین کنواری لڑکیاں تھیں

جو نہایت خوبصورت اور حسین و جمیل تھیں۔ وہ شخص آکر لوگوں کے سامنے کھڑا ہوا اور سلام کیا۔ لوگوں نے جواب دیا۔ اس شخص نے پوچھا، اے لوگو! کیا بات ہے تم سب کیوں جمع ہوئے ہو۔ لوگوں نے کہا اے شیخ! ہم نے اللہ سے دعا کی ہے کہ ہم پر بارش برسا دے۔ لیکن بارش نہیں ہوئی۔ شیخ نے کہا اے لوگو! کیا اللہ تعالےٰ شہر سے غائب ہے جو تم لوگ جنگل میں آئے ہو۔ کیا اللہ تعالےٰ ہر جگہ حاضر نہیں ہے۔ کیا حق تعالےٰ نے اپنی کتاب میں یہ نہیں فرمایا ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور اللہ تعالےٰ تمہارے عمل دیکھتا ہے۔ ہارون الرشیدؒ کو اس کی خبر ملی۔ اُس نے کہا یہ کلام ایسے شخص کا ہے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی راز ہے۔ پھر کہا اسے میرے پاس لے آؤ۔ جب لوگ شیخ کو لے کر خلیفہ کے دربار میں پہنچے تو ہارون الرشید نے شیخ سے مصافحہ کیا اور اپنے آگے بٹھایا اور کہا، اے شیخ! اللہ تعالےٰ سے دعا کرو کہ ہم پر اپنا کرم فرمائے۔ شاید آپ کا اللہ تعالیٰ کے پاس کچھ رتبہ ہو۔ یہ سن کر شیخ مسکرایا اور کہا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے واسطے دعا کروں۔ ہارون الرشید نے کہا ہاں، شیخ نے کہا تو سب لوگ ہمارے ساتھ آؤ اور اللہ تعالےٰ سے توبہ کرو۔ لوگ شیخ کے ہمراہ محل سے باہر آئے۔ سب نے توبہ کی اور پھر اللہ کی طرف رجوع کیا، پھر شیخ نے ۲ دو رکعت نمازِ خفیف پڑھائی اور سلام پھیر کر اپنی لڑکیوں کو دائیں بائیں کھڑا کیا اور ہاتھ پھیلائے اور آنسو جاری کئے۔ ابھی دعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ آسمان پر ابر گھر آیا اور بادل گرجنے لگے۔ بجلی چمکنے لگی اور ایسی بارش ہوئی کہ تمام رعایا خوش ہو گئی۔ ارکانِ دولت ہارون الرشید کی خدمت میں پہنچ کر مبارک باد دینے لگے۔ ہارون الرشیدؒ نے کہا، اس شیخ صالح کو میرے پاس لے آؤ، جن کی بدولت اللہ تعالےٰ نے اپنا فضل فرمایا ہے۔ شیخ کو ڈھونڈا تو وہ اسی مقام پر کیچڑ میں اللہ تعالےٰ کے حضور سجدے میں پڑے تھے۔ لوگوں نے لڑکیوں سے پوچھا کہ تمہارے والد کو کیا ہوا ہے کہ وہ سجدے سے سر نہیں اُٹھاتے۔ لڑکیوں نے کہا ان کی یہی عادت ہے کہ جب وہ سجدہ کرتے ہیں تو تین دن تک سجدے سے سر نہیں اُٹھاتے۔ اس واقعہ کی ہارون الرشید کو خبر دی گئی۔ یہ سُن کر ہارون الرشیدؒ بہت روئے اور کہا اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اور تجھے صالحین کا واسطہ دیتے ہیں کہ تو ہمیں صالحین عطا کر اور ان کی برکتیں اپنے فضل سے ہم پر برسا۔

○

حضرت عمر ابن خطابؓ شب کے وقت مدینہ منوّرہ میں گشت فرمایا کرتے تھے۔ ایک شب چلتے چلتے تھک گئے تو ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ اس دوران حضرتؓ نے سُنا

ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی تھی کہ اس دودھ میں پانی ملا دے۔ لڑکی نے کہا اماں جان کیا تمھیں امیر المومنینؓ کا حکم معلوم نہیں ہے۔ ماں نے کہا کیا حکم ہے۔ لڑکی نے کہا اماں جان! امیر المومنین نے منادی کرائی ہے کہ کوئی شخص دودھ میں پانی نہ ملائے۔ ماں نے کہا تو پانی ملا دے، یہاں پر تجھے نہ عمرؓ دیکھیں گے نہ ان کا منادی۔ لڑکی نے کہا قسم ہے اللہ کی میں ایسا ہرگز نہ کروں گی، کہ سامنے ان کی اطاعت کروں اور پیچھے نافرمانی کروں۔ حضرت عمرؓ لڑکی کی اس صاف گوئی اور جذبہ سے بہت بہت خوش ہوئے اور اپنی اولاد میں سے ایک لڑکے سے اس کی شادی کر دی۔

حضرت جنید بغدادیؒ ابتدائی دور میں فنونِ سپہ گری اور پہلوانی میں نشہ زور بکتا ہے، روزگار اور دور دور تک مشہور تھے۔ ایک روز ایک شخص نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میں آپ کے پہلوان جنیدؒ سے لڑنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا، تم ان سے کیا مقابلہ کر سکتے ہو، ہمارا پہلوان بہت ہی زبردست طاقتور آدمی ہے، تم دُبلے پتلے آدمی ہو تمھیں ان سے کیا نسبت۔ مگر وہ شخص نہ مانا۔ اور برابر اصرار کرتا رہا۔ آخر الامر بادشاہ کے حکم سے کشتی کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ جس وقت یہ دونوں پہلوان اکھاڑے میں اُترے اور حضرت جنیدؒ نے اپنے مقابل کی گرفت کی تو اس شخص نے چپکے سے حضرت جنیدؒ کے کان میں کہا کہ میں سیّد ہوں محتاج ہوں آپؒ کو اختیار ہے۔ کشتی شروع ہو گئی، حضرت جنیدؒ لڑتے لڑتے گر پڑے، شور و غل بپا ہو گیا۔ بادشاہ نے دوبارہ سہ بارہ کشتی کرائی، دونوں مرتبہ حضرت جنیدؒ پھر پچھڑ گئے۔ بادشاہ نے اس شخص کو انعام دے کر رخصت کیا اور حضرت جنیدؒ کو بلا کر پوچھا سچ بتاؤ کیا بات ہے۔ حضرت جنیدؒ نے سارا واقعہ بیان کر دیا، بادشاہ بہت متعجب ہوا کہ آپؒ نے سیّد کی عزت کے مقابلے میں اپنی ذلّت گوارا کی۔ درحقیقت آپؒ بڑے پہلوان ہیں، بہادر ہیں۔ اسی شب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے خواب میں حضرت جنیدؒ سے فرمایا:

"شاباش جنید! تو نے ہماری اولاد کے ساتھ سلوک کیا۔ ہم بھی تیرے ساتھ سلوک کریں گے۔"

اگلے روز صبح ہی آپؒ نے شاہی ملازمت ترک کر کے فقراء کی جستجو شروع کر دی۔ آخر اپنے ماموں حضرت سری سقطیؒ سے بیعت ہوئے اور بلند مرتبہ پر پہنچے۔

حضرت سیّد غوث علی شاہ قلندر قادریؒ تذکرہ غوثیہ میں رقمطراز ہیں کہ ایک شخص کسی فقیر کے پاس مرید ہونے گیا۔ فقیر نے اس شخص کو چار ٹکے دے کر کہا کہ آج شب کسی کسبی عورت کے

پاس نہ ہو پھر آؤ گے تو مرید کر لیں گے۔ وہ شخص چونکہ متشرع تھا، لاحول پڑھ کر چلا گیا کہ اچھے پیر ملے اور خوب ہدایت کی۔ اتفاقاً وہ شخص اپنی اہلیہ سے شب باش ہوا۔ نو ماہ بعد لڑکی پیدا ہوئی اور سن بلوغ کو پہنچ کر فاحشہ ہو گئی اور بازار میں جا بیٹھی۔ لڑکی کی اس حرکت سے اس شخص کی اس قدر بدنامی ہوئی کہ منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ مجبور ہو کر پھر اُسی فقیر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا دردِ دل بیان کیا۔ فقیر نے کہا اُس روز چار ٹکے اسی لئے تو دیئے تھے کہ یہ بلا تمھارے گلے نہ پڑے، نہ رنڈیوں میں پیدا ہوتی رنڈی بنتی، تمھارا نام بدنام نہ ہوتا۔ اب جب تم نے ہماری بات نہ مانی تو اپنے کیئے کو بھگتو۔

ایک مُرید اپنے شیخ سے یہی سوال کیا کرتا تھا کہ پیر کا حق مُرید پر کیا ہے اور مُرید کا حق پیر پر کیا ہے۔ شیخ کچھ جواب نہ دیتے تھے۔ چند روز بعد وہ مُرید راسخ الاعتقاد حاضر ہوا تو شیخ نے حکم دیا تم فوراً چلے جاؤ۔ وہ مُرید فوراً کسی طرف کو چل دیا۔ ساتویں روز ایک شہر کے قریب پہنچا۔ اس شہر کا حاکم بھی اسی بزرگ کا مُرید تھا۔ اُس پر اس مُرید مسافر کا حال منکشف ہوا۔ اس شخص کو بُلا کر دریافتِ حال کیا۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہاں جا رہا ہوں۔ حاکم نے کہا تم کو میرے ہی پاس بھیجا گیا ہے۔ چند روز میرے پاس ٹھہرو ——— چند روز کے بعد اس شہر کے حاکم نے ایک ہزار روپیہ دے کر اسے رخصت کیا۔ اثنائے راہ میں وہ شخص ایک شہر میں پہنچا تو وہاں ایک بازاری عورت پر جو حسن و جمال میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھی، دل و جان سے فریفتہ و شیدا ہو گیا۔ ایک ہزار روپے پر ملاقات طے ہوئی۔ جب خلوت میں جا کر ارادہ فاسد کیا تو غیب سے زوردار طمانچہ منہ پر لگا۔ تین بار یہی معاملہ گزرا۔ عورت نے پوچھا تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو اور یہ معاملہ کیا ہے؟ اس شخص نے ساری سرگزشت بیان کی۔ وہ بولی معلوم ہوتا ہے تمھارا شیخ مردِ کامل ہے۔ اس خیالِ باطل کو چھوڑ دو۔ آؤ ہم تم دونوں ان کی خدمت میں چلیں۔ یہ لو اپنا روپیہ کمر سے باندھو۔ دونوں اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عورت نے افعالِ بد سے توبہ کی۔ شیخ نے اس عورت کا نکاح اسی مرید سے کر دیا اور وہ ہزار روپے بھی ان کو عطا فرمائے۔ چند روز بعد اس مُرید نے پھر اپنے مُرشد سے وہی پُرانا سوال کیا۔ شیخ نے جواب دیا کہ پیر کا حق وہ تھا جو تو نے بے چون و چرا ادا کیا، اور مُرید کا حق وہ تھا جو فلاں شہر میں تجھ پر اس عورت کے ساتھ گزرا تھا۔

۳۸

حضرت ابوسلیمان دارانیؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال قصد کیا کہ تجرید کے ساتھ بیت الحرام کا حج اور حضور رسول اللہؐ کے روضہ مطہرہ کی زیارت کروں۔ دورانِ سفر مجھے راستے میں ایک عراقی ملا، وہ بھی اسی جذبے کے تحت سفر کر رہا تھا۔ جب سب رفیقِ سفر چلتے تھے تو وہ قرآن شریف کی تلاوت کرتا تھا۔ اور جب منزل پر اترتے تھے تو وہ نماز پڑھتا تھا اور باوجود اس کے دن کو روزہ رکھتا تھا، اور تہجد پڑھا کرتا تھا۔ اسی حالت سے وہ مکہ معظمہ تک پہنچا، اس کے بعد اس جوان نے مجھ سے جدا ہونا چاہا اور مجھے خدا حافظ کہا، میں نے کہا اے بیٹے! کس چیز نے تجھے ایسی آزمایش میں مبتلا کیا ہے، نوجوان عراقی نے کہا، اے ابوسلیمانؒ! مجھے ملامت نہ کرو۔ میں نے خواب میں جنّت کا ایک محل دیکھا ہے، وہ ایک ایک چاندی کی اور ایک ایک سونے کی اینٹ سے بنا ہے۔ اسی طرح اس کے بالاخانہ اور درمیان بالاخانوں کے ایک ایک ایسی حُور تھی کہ کسی دیکھنے والے نے ایسے حسن و جمال اور رونق والی صورتیں کبھی نہ دیکھی ہوں گی۔ وہ زلفیں لٹکائے ہوئے تھیں۔ ان میں سے ایک مجھے دیکھ کر مسکرائی تو اس کے دانتوں کی روشنی سے جنّت روشن ہوگئی اور کہا اے جوان! اللہ کی راہ میں مجاہدہ اور کوشش کرتا کہ میں تیری ہوجاؤں اور تو میرا ہوجائے۔ پھر میں بیدار ہُوا۔ یہ میرا قصّہ ہے اور یہ حال ہے۔ مجھے اے سلیمانؒ! اس لئے ضرورت ہے کہ میں کوشش کروں اور زیادہ کوشش کروں۔ کوشش کرنے والا ہی کچھ حاصل کرتا ہے۔ یہ جو کچھ مجاہدہ میں نے دیکھا وہ ایک کی منگنی کی غرض سے تھا۔ میں نے اس سے دُعا کی درخواست کی۔ اس نے میرے واسطے دُعا کی اور مجھ سے دوستی کی اور رخصت ہو کر چلا گیا۔

حضرت ابوسلیمانؒ فرماتے ہیں، میں نے اپنے نفس پر عتاب کیا اور کہا اے نفس بیدار ہوجا اور یہ اشارہ سُن لے جو ایک بشارت ہے، جب ایک عورت کی طلب میں اتنی کوشش اور مجاہدہ ہے، تو اس شخص کو جو حُور کے رب کا طالب ہے، کس قدر مجاہدہ اور کوشش کرنی چاہئے۔

○

صالحہ حضرت سفوانہؒ کو اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکا عطا فرمایا۔ اس کی اچھی طرح سے تربیت کی۔ جب وہ بڑا ہُوا، اور جوان ہُوا تو کہا اے امّاں! میں تم سے خدا کے واسطے سوال کرتا کہ مجھے خدا کی راہ پر چھوڑ دو اور ہبہ کر دو۔ حضرت سفوانہؒ نے فرمایا، اے بیٹے! قاعدہ یہ ہے کہ بادشاہوں اور رئیسوں کو ایسا ہی ہدیہ دیا جاتا ہے جو ادب حاصل کیا ہُوا ہو اور تقویٰ والا ہو، اور تو اے میرے بیٹے! سیدھا لڑکا ہے، نہیں جانتا کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اور ہنوز اس کا وقت بھی نہیں آیا۔

اور چپ ہو رہے اور انھیں کوئی جواب نہ دیا۔ ایک روز لکڑیاں لانے کے واسطے پہاڑ پر گئے اور ساتھ جانور بھی لے گئے تھے، جس پر لکڑیاں لاد کر لایا کرتے تھے، پہاڑ کے درمیان پہنچ کر اس پر سے اترے اور لکڑیاں جمع کر کے رسّی پر اکٹھی کرتے رہے، یہاں تک کہ ایک گٹھا ہو گیا، اسے باندھا اور جانور کو ڈھونڈنے لگے، تاکہ اس پر لاد کر لائیں۔ تلاش کرتے کرتے ایک جگہ پہنچے، دیکھا کہ ان کے جانور کو شیر پھاڑ کر جا چکا ہے۔ آپؒ نے شیر کی گردن میں ہاتھ ڈال کر کہا: اے خدائی درندے! قسم ہے مالک کی کہ تجھی پر یہ لکڑیاں لادوں گا، جیسا کہ تو نے میرے جانور پر ظلم کیا ہے۔ یہ کہہ کر اس کی پیٹھ پر لکڑیوں کا بوجھ لادا، اور اسے کھینچتے ہوئے لے گئے۔ اور وہ بلا چوں و چرا راستہ طے کرتا رہا حتیٰ کہ گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ انھوں نے پوچھا کون ہے۔ آپؒ نے کہا میں تمہارا بیٹا اللہ کی رحمت کا محتاج۔ انھوں نے دروازہ کھول دیا۔ جب انھوں نے لکڑیوں کا بوجھ شیر کے اوپر لدا دیکھا تو فرمایا بیٹا! یہ کیا ہے، انھوں نے تمام واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر آپؒ کی والدہ خوش ہوئیں اور سمجھ گئیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی اور اسے اپنی خدمت کے لئے پسند فرمایا ہے۔ پھر کہا اب اے بیٹے تو بادشاہوں کی خدمت کے قابل ہو گیا۔ جاؤ میں نے تمہیں خدا کے واسطے ہبہ کر دیا تو اس کے پاس میری امانت ہے، پھر اپنے لڑکے کے لئے دعا فرمائی۔

○

حضرت مولانا غوث علی شاہ قلندر پانی پتیؒ کے چچازاد بھائی جناب سیّد قاسم علیؒ کی ایک انگریز افسر سے شکر رنجی ہو گئی اور آپؒ کو سنگین پہرے میں نظر بند ہونا پڑا۔ دو دن تو آپؒ نے گزار دیئے تیسرے دن رائفل بدوش پہرہ داروں سے کہنے لگے، اب تو اس قید سے جی گھبرا گیا ہے، یہاں سے جاتے ہیں اور فوراً ہی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ پہرے دار سناٹے میں آ گئے۔ انگریز افسر کے خوف سے ان کا جسم کانپنے لگا کہ حضرتؒ کی آواز آئی، دیکھا تو کچھ فاصلے پر کھڑے کہہ رہے ہیں، ہم جا رہے ہیں اگر ہمارے تعاقب کا حوصلہ رکھتے ہو تو آؤ کوشش کر دیکھو۔ پہرے دار دوڑے تو آپؒ غائب ہو گئے۔ انگریز افسر کو اطلاع ہوئی تو اس نے مسلح سپاہیوں کے ایک دستے کو گرفتاری کا حکم دے کر روانہ کیا تو آپؒ کچھ فاصلے پر کھڑے تھے۔ سپاہیوں نے چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کا دائرہ کم کرنا شروع کیا کہ آپؒ کو گرفتار کیا جا سکے۔ قریب پہنچے تو حلقے میں آپؒ نہیں تھے اور وہاں خودرو جھاڑیوں کا ایک جھنڈ کھڑا تھا۔ اسی طرح دوسری بار محاصرہ کیا تو حضرتؒ کی بجائے ببول کا ایک جھنڈ نظر آیا۔ سپاہی تھک گئے۔ پیاس لگی تو سامنے کے دریا سے پانی پینے لگے۔ نظریں اٹھیں تو حضرتؒ اس دریا کے پار

کھڑے تھے سپاہیوں نے مایوس نگاہوں سے دیکھا تو آپؒ نے فرمایا کیوں تعاقب کرتے ہو؟ اب ہم نہیں چاہتے کہ گرفتار ہوں تو بتلاؤ ہمیں کون پکڑ سکتا ہے۔ ہم خدا کے بندہ ہیں اور خدا ہمارا محافظ ہے اور جس کی خدا حفاظت کرتا ہے کس کی مجال ہے کہ اسے گرفتار کیا جا سکے اور حضرتؒ غائب ہو گئے اور اس طرح خدا کے اس برگزیدہ بندہ کے سامنے مسلح سپاہیوں کی طاقت مفلوج ہو گئی اور انگریز افسر کا انتظام اور حکومت کی قوّت ناکارہ و ناکام بن کر رہ گئی۔

○

حضرت امام اعظم ابُوحنیفہؒ کی عادت تھی کہ آپؒ کے پاس جب کوئی شخص آتا تو اس کا حال پوچھتے اور حاجت روائی کرتے۔ شاگردوں میں جو تنگ حال تھے ان کی ضروریاتِ خانگی کی بھی کفالت فرماتے، تاکہ بہ اطمینان علم کی تحصیل و تکمیل کر سکیں۔ ایک بار آپؒ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک مقروض آپؒ کو آتا دیکھ کر کترا کر دوسری طرف چلنے لگا۔ آپؒ نے اسے آواز دی اور کترانے کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ آپؒ کے دس ہزار درم میرے ذمّہ واجب ہیں جو ہنوز ادا نہ ہو سکے اس سبب سے آنکھ ملاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یہ سُن کر حضرت امامؒ نے اپنا سب قرضہ معاف کر دیا، اور وہ شخص وہاں سے خوش و خرّم چلا گیا۔

○

حضرت داؤد طائیؒ سے کچھ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپؒ شادی کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا میں کسی مومنہ کو فریب دینا نہیں چاہتا۔ لوگوں نے کہا وہ کس طرح آپؒ نے فرمایا جب میں اس سے شادی کر دوں گا اس کا کھانا کپڑا اپنے ذمّہ لوں گا اور یہ صریح فریب ہوگا کیونکہ سب کا رازق و کفیل حق تعالیٰ ہی ہے۔

○

حضرت بایزید بسطامیؒ سنتِ نبویؐ کے اس قدر دلدادہ تھے کہ آپؒ نے تمام عمر خربوزہ نہیں کھایا۔ لوگوں نے آپؒ سے ایک مرتبہ پوچھا کہ خربُوزہ کیوں نہیں کھاتے؟ فرمایا مجھے کوئی ایسی حدیث نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ تناول فرمایا ہے تو پھر اس چیز کو کیونکر کھا سکتا ہوں جس کے متعلق مجھے علم نہیں، کہ میرے محبوبؐ نے اسے کھایا ہے یا نہیں۔

○

ایک نہایت عابد زاہد بزرگ بیمار ہو گئے۔ بیماری کے ایام میں انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کی موت واقع ہو گئی اور ان کی رُوح کو فرشتے آسمان پہ لے گئے۔ غیب سے ندا آئی اے فلاں ہمارے واسطے دُنیا سے

کیا لایا ہے۔ عرض کیا الٰہی دُنیا قید خانہ ہے، قید خانے سے قیدی کچھ کھو کر آتا ہے لے کر نہیں آتا۔ حکم ہُوا کہ تمھاری ایک عبادت بھی قبول نہیں ہوئی مگر یہ بات قبول ہو گئی، جاؤ ہم نے تم کو بخش دیا۔

○

حضرت ابُوسعید خرازؒ اس شخص کے ہمراہ دریا کے کنارے کنارے جا رہے تھے کہ حضرتؒ نے دُور سے ایک شخص کو دیکھا اور ہمراہی سے کہا کہ آؤ یہاں بیٹھ جائیں۔ یہ جو آ رہے ہیں ولی اللہ معلوم ہوتے ہیں۔ جب وہ قریب آئے تو نہایت خوبصورت جوان تھے۔ ان کے ہاتھ میں لوٹا اور کندھے پر گدڑی تھی۔ حضرتؒ نے ان سے پُوچھا "اے جوان! اللہ تعالےٰ کی جانب کیونکر راستہ ملتا ہے۔" بولے "اے ابُوسعید! جان لو کہ اللہ کی طرف جانے والے دُو راستے ہیں، ایک خاص اور ایک عام۔ عام وہ ہے جس پر تم اور تمھارے ساتھی جا رہے ہیں اور خاص راستہ یہ ہے" یہ کہہ کر وہ پانی کے اندر اُترے اور تھوڑی دُور جا کر غائب ہو گئے۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا ایک مسجد سے گذر ہُوا جہاں چند فقرا بیٹھے کرامات کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ فلاں بزرگ ایسا ہے کہ اگر وہ مسجد کے چوبی ستون پر نظر ڈالے تو یہ ستون آدھا چاندی اور آدھا سونے کا ہو جائے معاً حضرت جنیدؒ کی نظر اس ستون پر پڑی وہ فوراً سونے اور چاندی کا ہو گیا۔ حضرتؒ وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

ایک بزرگ فرات کے کنارے جا رہے تھے کہ انھیں مچھلی کھانے کا شوق ہُوا۔ ناگاہ پانی سے ایک بڑی مچھلی اُچھل کر کنارے پر آ پڑی۔ بزرگ نے سوچا کہ اب اسے پکایا کیونکر جائے کیونکہ وہاں تو اُن کے پاس کھانے پکانے کا کوئی سامان نہ تھا۔ اسی وقت ایک شخص دوڑا دوڑا آیا اور وہ مچھلی اُٹھا کر بولا۔ میں اسے ابھی پکائے دیتا ہوں"۔ اس شخص نے دیکھتے ہی دیکھتے مچھلی پکا دی اور ان کے سامنے چُن دی۔ بلاشُبہ اولیاء اللہ کی کرامات کے آثار معجزات حضُور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم سے ہیں اور یہ بحرِ نبوّت کے چشمے ہیں جو اطراف و اکناف میں پھیلے پڑے ہیں اور جن کا اظہار بوقتِ ضرورت اولیاء اللہ سے ہوتا رہتا ہے۔

○

حضرت شیخ کبیر عارفِ ربّانی علیسیٰ ہتار یمنیؒ ایک دن ایک رنڈی کے پاس سے گذرے اور اس سے کہا ہم آج رات کو تیرے ہاں آئیں گے۔ وہ یہ مژدہ سُن کر بہت خوش ہوئی اور خوب بناؤ سنگار کر کے حضرت شیخؒ کا انتظار کرنے لگی۔ عشاء کے بعد حضرت شیخؒ اس کے ہاں آئے اور کہا ہم دو رکعت نماز

ادا کریں گے۔ رنڈی نے فوراً اس کا بندوبست کر دیا۔ نماز سے فارغ ہو کر شیخؒ باہر چلے۔ رنڈی بولی "واہ آپؒ تو مجھ سے بات چیت کیے بغیر ہی چل دیئے میں تو جب سے انتظار کر رہی ہوں۔" فرمایا "ہم جس مقصد کے لئے آئے تھے' وہ حاصل ہو گیا۔ اس لئے اب جاتے ہیں۔" وہ بولی "یہ بات ہے تو ٹھہریئے میں بھی آپؒ کے ہاتھ پر توبہ کرتی ہوں۔ اور یہ سب سامان راہِ مولا دیتی ہوں۔ اگلے روز حضرت شیخؒ نے اس کا نکاح ایک درویش سے کر دیا اور فرمایا ولیمہ میں صرف روٹیاں پکاؤ' سالن کی ضرورت نہیں۔ اُس نیک بخت رنڈی نے شیخؒ کے فرمان پر صرف روٹیوں کا اہتمام کیا۔ اس کے ملنے والوں میں ایک امیر آدمی بھی تھا۔ جب اس نے اس کے توبہ کرنے اور نکاح کے بارے میں سُنا تو اپنے ایک ملازم کے ہاتھ شراب کی دو بوتلیں بھجوائیں کہ دعوتِ ولیمہ میں چونکہ مہمانوں میں صرف روٹیاں تقسیم ہوں گی میں اپنی طرف سے یہ شراب بھیجتا ہوں' ان سے مہمانوں کی تواضع کی جائے۔ حضرت شیخؒ نے تبسّم فرمایا اور وہ بوتلیں لے کر رکھ لیں۔

جب لوگ کھانے پر بیٹھے تو حضرتؒ نے وہ بوتلیں کھانے کے پیالوں میں انڈیل دیں۔ پیالے مہمانوں کے آگے رکھ دیئے گئے۔ دیکھا کہ شراب نہایت ہی عمدہ اور لذیذ روغن بن گئی تھی۔ مہمانوں نے کھانا سیر ہو کر کھایا۔ اس امیر نے جب یہ دیکھا تو حضرت شیخؒ کے ہاتھ پر تائب ہُوا اور صالحین میں شامل ہو گیا۔ اللہ جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔

○

جس زمانے میں شاہجہاں ایّامِ شہزادگی میں ملکۂ نورجہاں کی مخالفت کی وجہ سے پریشان تھا۔ حضرت شہباز بھاگل پوریؒ کی شہرت سُن کر آپؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ حضرتؒ طلباء کو درس دے رہے تھے شہزادے کی جانب متوجہ نہ ہوئے۔ کچھ دیر کے بعد حضرتؒ کے چہرے پر ناخوش گواری کے آثار ظاہر ہوئے۔ شاہجہاں نے ہمّت کر کے عرض کیا' حضرتؒ! میں ایک حاجت لے کر حاضر ہُوا ہوں اور آپؒ بیزار معلوم ہوتے ہیں کیا میں سبب پُوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ تم سلطنت کی آرزو رکھتے ہو لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھاری قبا کا دامن حدِ شریعت سے بڑھا ہُوا ہے اگر تم شریعت محمدیؐ کے پابند نہ رہے تو دنیا کی گمراہی کا سبب بن جاؤ گے۔ شاہجہاں نے عرض کیا جو حکم ہو بجا لاؤں' حضرتؒ نے فرمایا جس قدر تمھارا دامن حدِ شرعی سے زیادہ ہے' اس کو پھاڑ کر طلباء کے حوالے کر دو تاکہ وہ ٹوپیاں بنا لیں۔ شاہجہاں نے فوراً اُسی وقت دامن چاک کر دیا اور عرض کیا کہ میں سلطنت کی تمنّا رکھتا ہوں۔ جنگ کے اسباب پیدا ہو گئے ہیں۔ اگر سلطنت میری قسمت میں ہے تو اس کے لیے

جدوجہد کروں۔ حضرتؒ نے فرمایا آثار تو ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ شاہجہان حضرتؒ کا اشارہ پاکر سلطنت کے حصول میں کوشاں ہوگیا اور ایک دن وہ آیا کہ نورجہاں کی انتہائی مخالفت کے باوجود حضرتؒ کی پیش گوئی کے مطابق وہ تخت و تاج کا مالک بن گیا۔ تخت نشین ہونے کے بعد شاہجہاں نے ہرچند کوشش کی کہ حضرتؒ اپنی خدمت میں باریابی کی اجازت دیں مگر حضرتؒ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ پہلے تم شہزادے تھے تو تم سے ملاقات جائز تھی۔ اب تم بادشاہ ہو اس لئے تم سے ملاقات جائز نہیں۔ بس یہی کافی ہے کہ میں تمھارے حق میں دعا کرتا رہوں۔

○

حضرت باباصاحبؒ ایک دفعہ لاہور تشریف لائے۔ یہاں ایک بزرگ جو صاحبِ اسرار و کشف تھے کھیتی باڑی پر اپنا گذارا کرتے تھے۔ اپنی بزرگی اور نیک دلی کے لئے خلق میں اس قدر عزت و احترام سے دیکھے جاتے تھے کہ انھیں کھیتوں اور زمینوں کا کوئی محصول ادا نہیں کرنا پڑتا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ لاہور میں کوئی سخت گیر حاکم آگیا اور اس نے ان بزرگ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ آپ اتنے سال سے مفت پیداوار کھا رہے ہیں یا تو پچھلے سالوں کا محصول ادا کیجئے یا پھر کوئی کرامت دکھائیے۔

بزرگ نے کہا کہ میں مسکین آدمی ہوں۔ مجھے کشف و کرامت سے کیا تعلق۔

لیکن حاکم نے ایک نہ سُنی اور اپنے اصرار پر قائم رہا۔ تب بزرگ نے مجبور ہو کر اس سے کہا کہ اچھا بتاؤ، پھر کیا کرامت دیکھنا چاہتے ہو۔ حاکم نے کہا کہ پانی پر چل کر دکھا سکتے ہو۔ بزرگ ایک دریا پر پہنچے اور انھوں نے تمام دریا پیدل چل کر عبور کر لیا۔ جیسے کہ خشکی کے اوپر چل رہے ہوں۔ جب وہ دوسرے کنارے پر پہنچے تو انھوں نے کشتی کے لئے آواز دی تاکہ واپس آسکیں۔ اس پر حاکم نے کہا کہ جس طرح آپ گئے ہیں اسی طرح واپس کیوں نہیں آسکتے؟

بزرگ نے فرمایا کہ اس واسطے کہ نفس میں غرور پیدا نہ ہو جائے۔

○

حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ سلطانِ واصلانِ حق و برہانِ فانیانِ ذاتِ مطلق تھے۔ تمام مشائخ حضرتؒ کے کمال و عرفان و محویت اور وجدان پر متفق ہیں۔ بعض ملفوظات پیرانِ چشت میں لکھا ہے کہ جب حضرت گنج شکرؒ شکم مادر میں تھے تو حضرتؒ کی والدہ ماجدہؒ کو بیر کھانے کی خواہش ہوئی۔ حضرتؒ کے ہمسایہ میں ایک بیری کا درخت تھا۔ حضرتؒ کی والدہ نے درخت کے مالک کی

اجازت کے بغیر چند بیر توڑے، کھانا چاہتی تھیں کہ حضرتؒ نے شکم کے اندر بے قراری کا اظہار کیا، جس کی وجہ سے حضرتؒ کی والدہ بھی بے قرار ہوگئیں اور بیر ہاتھ سے گر پڑے۔ جب حضرتؒ بڑے ہوئے تو حضرتؒ کی والدہ نے ارشاد فرمایا کہ فرزند تمھارے حمل کے دنوں میں نے کبھی کوئی مشکوک چیز نہیں کھائی۔ حضرتؒ نے جواب دیا کہ مالک کی اجازت کے بغیر بیری کے چند بیر آپؒ نے توڑے تو تھے، لیکن میں نے بے چینی کا اظہار کرکے مال مشکوک کھانے سے آپؒ کو بچالیا۔ یہ سُن کر حضرتؒ کی والدہ متحیر ہوئیں کہ میں نے تو اس کا اظہار کبھی کسی سے نہیں کیا، انھیں کیسے معلوم ہُوا۔

○

حضرت شیخ عثمان زندہ پیرؒ کی خدمت میں دو شخص ایک ہندو اور ایک مسلمان حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ان کے باہمی نزاع کے متعلق انصاف فرمائیں۔ آپؒ نے دونوں فریقین کے بیانات سُنے اور جو فیصلہ فرمایا وہ مسلمان جاٹ کے حق میں تھا۔ اس پر ہندو فریق بہت چلّایا کہ آپؒ نے اپنی ملت کا پاس کیا ہے اور مجھے کافر ہونے کی وجہ سے نظر انداز کر دیا ہے۔ آپؒ نے یہ سُن کر مراقبہ فرمایا اور اس کے بعد سر اُٹھا کر کہا کہ تم دونوں کی بیویاں اس وقت حاملہ ہیں۔ جو سچّا ہے اس کے گھر لڑکا اور جو جھوٹا ہے اس کے گھر لڑکی پیدا ہوگی۔ دونوں نے منظور کر لیا۔ تھوڑے دن بعد ہندو فریق کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ اور مسلمان فریق کے لڑکا۔ اس وقت دونوں کا جھگڑا ختم ہُوا اور اس عدالت کی سچائی اور انصاف پروری کا سکہ بیٹھ گیا۔

○

حضرت خواجہ محمد سلیمان چشتیؒ ایک مرتبہ نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد حجرہ شریف میں وظیفہ ادا ادا کر رہے تھے کہ ایک عورت روتی ہوئی آئی اور عرض کیا کہ یا حضرتؒ میرا ایک ہی بیٹا تھا وہ مرگیا۔ اب میں کیا کروں؟ آپؒ نے فرمایا کہ صبر کر۔ لیکن اس ضعیفہ کی گریہ وزاری دیکھ کر آپؒ کے خادم کو بے حد ترس آیا اور اس نے خواجہ صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرتؒ ایک بیماری سکتہ کی ہوتی ہے۔ اگر حضرتؒ از راہِ کرم چل کر اس بچے کو ملاحظہ فرمائیں تو شاید کچھ تسلّی ہو جائے۔ یہ سُن کر حضرتؒ اس ضعیفہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ضعیفہ کا لڑکا مُردہ حالت میں بستر کے اوپر پڑا ہُوا تھا۔ آپؒ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ یہ تو مُردہ معلوم ہوتا ہے۔ اس پر خادم نے پھر عرض کیا کہ یا حضرتؒ! سکتہ کی کیفیت بھی بالکل موت کی طرح ہوتی ہے۔ حضرتؒ اس کی نبض ملاحظہ فرمائیں۔ جب آپؒ نے لڑکے کی نبض پر ہاتھ رکھا تو وہ ساکن تھی۔ آپؒ نے فرمایا کہ نبض میں تو حرکت ہی نہیں ہے۔ خادم نے پھر عرض کیا کہ حضرتؒ، ذرا غور سے نبض کو

ملاحظہ فرمائیے۔ جیسے ہی آپؒ کی توجہ قلبی نبض کی جانب مرکوز ہوئی، نبض حرکت میں آگئی۔ آپؒ نے فرمایا ہاں، نبض چلتی تو ہے۔ خادم نے عرض کیا پھر غور سے دیکھئے۔ دوسری بار جب پھر توجہ مرکوز ہوئی تو نبض بالکل قدرتی عمل کے ساتھ چلنے لگی اور لڑکا بالکل تندرست ہو کر اٹھ بیٹھا۔ ضعیفہ نے لڑکے کو حضرتؒ کے حوالے کیا تاکہ خدمت گذاری کر کے دین و دُنیا میں سرخرو ہو۔

حضرت شیخ محمد سعید صابری شرقپوریؒ ایک مرتبہ تجارت کا غلّہ لے کر دریائے راوی کے قریب سے گذر رہے تھے کہ اچانک بیل کا پیر اُلجھا اور گر پڑا۔ بیل ٹانگوں سے معذور ہو گیا۔ آپؒ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ وہ اس بوجھ کو اپنے بیلوں پر لاد لیں لیکن وہ نہ مانے اور سکھوں کے خوف سے وہاں سے چلے گئے۔ جب رات ہوئی تو حضرتؒ نے بارگاہِ ایزدی میں دُعا کی کہ کوئی سبب پیدا کر کہ یہ غلّہ صحیح سلامت لاہور پہنچ جائے۔

جب تقریباً نصف شب گذر چکی تو دُور سے ایک سوار کے گھوڑا دوڑاتے ہوئے آنے کی آواز آئی۔ انھوں نے نزدیک آکر آواز دی کہ تو کون ہے۔ جو اس ویرانے میں اور اندھیری رات میں غلّہ لئے پڑا ہے۔ حضرتؒ سمجھے کہ یہ کوئی راہزن ہے اور لوٹنے آیا ہے۔ آپؒ نے نرمی سے فرمایا کہ مَیں ایک غریب مُسافر ہوں۔ میرا نام سعیدؒ ہے۔ میرے پاس اس غلّے کے سوا اور کچھ نہیں۔ ایک بیل تھا سو وہ لنگڑا پڑا ہے۔ سوار نے کہا کہ غلّے کی بوری اُٹھا کر میرے پاس لاؤ۔ آپؒ نے کہا کہ اتنی وزنی مجھ سے نہیں اُٹھ سکتی۔ بیل لنگڑا ہے۔ وہ بھی اسے اٹھانے سے معذور ہے سوار نے کہا کہ تم سہارا دے کر اسے کھڑا کرو۔ آپؒ نے جب بیل کو سہارا دیا وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا لنگ بھی جاتا رہا۔ تب آپؒ کو معلوم ہوا کہ امداد منجانب اللہ ہے۔ اور یہ سوار رہزن نہیں بلکہ رہنما ہے پھر انھوں نے کہا کہ یہ گون بھاری ہے اور مَیں تنہا اٹھا نہیں سکتا۔ سوار نزدیک آیا اور بھالے کی نوک سے اسے اُٹھا لیا۔ یہ کرامت دیکھ کر حضرت شیخؒ نے سوار کے پاؤں پکڑ لئے اور عرض کیا کہ آپؒ کی زیارت تو نصیب ہوئی اب اسم مبارک بھی بتا دیجئے۔

سوار نے بہت اصرار کے بعد فرمایا کہ مَیں "علی کرم" ہوں اور خدا کے حکم سے تیری امداد کے لئے آیا ہوں۔

یہ فرما کر نظروں سے غائب ہو گئے۔

جب حضرت سعیدؒ واپس شرقپور پہنچے تو جو کچھ گھر میں تھا اسے راہِ مولا میں لٹا کر عبادتِ حق میں

مشغول ہوگئے اور کامل ولی کے درجے کو پہنچے۔

○

حضرت میاں میرؒ کے ایک فاضل ملا سنگی خادم تھے۔ ایک بار میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ تم بائیس سال سے ہندوستان میں ہو ایک بار تم کو اپنے وطن ضرور جانا چاہیئے اور متعلقین کی خبر لینی چاہیئے۔ اگرچہ فاضل ملا سنگی کا دل نہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے آقا سے لمحہ بھر کے لیئے بھی جدا ہوں مگر پاسِ احترام ارشاد کی تعمیل ضروری تھی۔ اس لیئے وہ بدخشاں کے لیئے اسی وقت روانہ ہوگئے۔

جب وہ اپنے وطنِ عزیز میں داخل ہوئے تو آفتاب غروب ہوچکا تھا۔ گھر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ بہت سے لوگ جمع ہیں مشعلیں روشن ہیں۔ دیگیں پکی ہوئی تیار ہیں۔ آپ نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ ہنگامہ اور اہتمام کس سلسلے میں کیا جارہا ہے، اس شخص نے کہا کہ یہاں ایک ملا سنگی نامی ایک شخص رہا کرتا تھا۔ بائیس برس ہوئے کہ وہ ہندوستان چلا گیا تھا۔ اب اس کے مرنے کی خبر آئی ہے اور اس کی اہلیہ کا عدت کی مدت گذارنے کے بعد عقدِ ثانی کا انتظام ہو رہا ہے۔ اتنے میں بعض عزیز و اقارب نے آپ کو پہچان لیا۔ سب لوگ ملے۔ وہ معاملہ درہم برہم ہُوا۔ ملا ایک مُدت تک گھر میں رہے۔ ایک فرزند تولد ہُوا۔ چند سال بعد پھر واپس ہندوستان تشریف لائے اور حضرت میاں میرؒ کی قدمبوسی کے لیئے حاضر ہوئے۔ ان کو دیکھتے ہی حضرتؒ نے ارشاد کیا کہ ملا اگر ایک ساعت کے لیئے بھی دیر کر دیتے تو بہت مشکل ہوتی۔ ملا نے سر حضرتؒ کے قدموں پر رکھ دیا اور شکریہ ادا کیا۔

○

شیخ مغاوریؒ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں چند سال تک جنگ کا شوقین رہا۔ اور چند سال سیر و سیاحت میں گزارے۔ بعض کاموں کے سلسلے میں حکماء کفار کے شہروں میں داخل ہُوا۔ کفار کی نظروں سے غائب ہوجانا میرے اختیار میں تھا۔ اگر میں چاہتا تو وہ مجھے دیکھ سکتے تھے، اور اگر میں نہیں چاہتا تو وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ایک بار اللہ تعالےٰ کی جانب سے حکم ہُوا کہ میں ان کے مُلک میں جاؤں اور ایک صدیق سے ملاقات کروں۔ چنانچہ جب میں ان کے ملک میں پہنچا اور ان لوگوں نے مجھے دیکھا تو مجھے گرفتار کر لیا۔ مجھے گرفتار کرنے والا بہت خوش ہُوا اور میری مشکیں باندھ کر بازار میں لے آیا تا کہ مجھے بیچے۔ میں بھی یہی چاہتا تھا۔ مجھے ایک معتبر آدمی نے خرید لیا اور مجھے گرجے کی خدمت کے لیئے وقف کر دیا۔ میں ایک مدت تک گرجے کی خدمت کرتا رہا۔ ایک دن گرجے میں ان لوگوں نے بہت قیمتی فرش بچھائے اور خوشبو جلائی گئی۔ میں نے دریافت کیا، کیا بات ہے، ان لوگوں نے کہا

بادشاہ کی عادت ہے کہ سال میں ایک بار گرجے میں آتا ہے اور تنہا ہی گرجے میں عبادت کرتا ہے، جب بادشاہ آیا۔ اور ان لوگوں نے گرجے کو خالی کر کے گرجے کے دروازے بند کر دیئے تو میں صرف ان لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رہا۔ جب بادشاہ نے اطمینان کر لیا تو قربان گاہ میں پہنچا، جو گرجے میں تھی اور قبلے کی جانب منہ کر کے تکبیر کہی۔ اس وقت مجھ سے فرمایا گیا کہ یہ وہی ہیں جن سے ہم تمھیں ملانا چاہتے تھے۔
چنانچہ میں ظاہر ہو کر ان کے پیچھے سلام پھیرنے تک کھڑا رہا، انھوں نے میری طرف دیکھا تو کہا تم کون ہو، میں نے کہا آپ جیسا مسلمان ہوں۔ فرمایا تمھیں یہاں کونسی چیز لے آئی ہے۔ میں نے کہا مجھے آپ سے ملنے کا حکم ہوا تھا اور آپ سے ملاقات کا یہی طریقہ میری سمجھ میں آیا۔ مجھ سے مل کر وہ بہت خوش ہوئے۔ میں نے ان کا حال کشف سے معلوم کیا۔ انھوں نے میرا حال دیکھا۔ میں نے انھیں صدیقین میں پایا۔
میں نے ان سے دریافت کیا، آپ کی ان کفار کے درمیان باطنی حالت کیا ہوگی۔ فرمایا اے ابُوالحجاج! مجھے ان کے درمیان بڑا نفع ہے اور مسلمانوں کے درمیان رہ کر ویسے فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔ میں نے دریافت کیا وہ کیا فوائد ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میرا توحید اور اسلام اور اعمال صرف اللہ ہی کے واسطے ہیں۔ کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہے۔ حلال کھاتا ہوں جس میں کوئی شبہ نہیں ہے اور مسلمانوں کو نفع پہنچاتا ہوں۔ انھیں کفار کے شر سے بچاتا ہوں، کوئی ان تک نہیں پہنچ سکتا اور کفار کے درمیان قتل و فساد ایسے ایسے کراتا ہوں کہ میں اگر مسلمانوں کا سب سے بڑا بادشاہ ہوتا تو بھی نہ کر سکتا۔ انشاءاللہ میں عنقریب اپنے تصرفات تمھیں دکھاؤں گا۔ پھر ہم نے ایک دوسرے کو وداع کیا اور میں لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہو گیا اور بادشاہ نکل کر گرجے کے دروازے پر جا بیٹھے اور کہا گرجے کے سارے مخصوص لوگوں کو حاضر کرو۔ چنانچہ لوگ پیش کئے گئے اور کہا گیا، یہ عالم ہیں، یہ محافظ ہیں، یہ راہب ہیں۔
بادشاہ نے دریافت فرمایا، گرجے کی خدمت کون کرتا ہے۔ وزیر نے اس شخص کو پیش کیا، جس نے مجھے خرید کر اس گرجے کی خدمت پر مامور کیا تھا۔ بادشاہ اس پر سخت ناراض ہوا اور کہا تم سب کے سب خدا کے گھر کی خدمت سے منکر ہو گئے ہو اور ایک ایسے شخص کو اس خدمت کے لئے مقرر کیا ہے جو غیر مذہب کا ہے۔ تم نے خدا کے گھر کو ناپاک کر دیا۔
یہ کہہ کر بادشاہ نے اس شخص کو قتل کر دیا۔ بادشاہ نے وزیر کو مخاطب کر کے کہا کہ باوجود اس کے کہ یہ شخص غیر مذہب کا تھا لیکن اس نے اِس طرح گرجے کی خدمت کی ہے کہ یہ عزت کا مستحق ہے۔ اس کو خلعت اور سواری دے کر وطن روانہ کیا جائے۔ چنانچہ میں اپنے وطن لوٹ آیا۔

○

شیخ ابو محمد ابن کبش اکثر حضرت خضرؑ سے ملاقات کرتے تھے۔ ایک دن ان کے ایک امیر مصاحب نے کہا، آپؒ اکثر حضرت خضرؑ سے ملاقات کرتے ہیں، حضرت خضرؑ سے فرمایئے ایک دن ہمیں بھی زیارت کا شرف بخشیں۔ شیخ ابو محمدؒ نے فرمایا میں ان سے کہوں گا۔ جب حضرت خضرؑ سے شیخؒ کی ملاقات ہوئی تو شیخؒ نے کہا میرے ایک مصاحب آپؑ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا، تمھارا مصاحب مجھ سے ملنا نہیں چاہتا۔ یوں ہی اس نے کہہ دیا ہے' اچھا اس سے کہہ دو کہ میں جمعہ کے روز ان سے ملوں گا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو اس شخص نے حضرت خضرؑ کی ملاقات کے شوق میں خیرات کی اور پھر وضو کیا' اور دروازہ بند کرکے جانماز پر اللہ تعالےٰ کے ذکر میں محو ہوگیا۔ اور حضرت خضرؑ کی آمد کا منتظر رہا' اتنے میں ایک شخص نے دروازے پر دستک دی۔ مصاحب نے اپنی لونڈی سے کہا' دیکھو دروازے پر کون ہے۔ لونڈی نے دروازہ کھول کر دیکھا کہ ایک شخص چادر اوڑھے کھڑے ہیں۔ اس شخص نے کہا اپنے آقا سے جاکر کہہ کہ ایک شخص تم سے ملنا چاہتا ہے۔ لونڈی نے جاکر اپنے مالک سے کہا۔ مصاحب نے پوچھا کیسا آدمی ہے۔ لونڈی نے کہا ایک شخص چادر اوڑھے کھڑا ہے۔ مصاحب نے کہا کوئی فقیر ہوگا۔ خیرات کی خبر سُن کر آیا ہے اس سے کہہ دو کہ نماز پڑھ کر آئیں گے۔ اُس نے باہر آکر کہہ دیا کہ مالک نماز پڑھنے میں مشغول ہیں' نماز سے فارغ ہوکر آئیں گے۔ وہ شخص چلے گئے۔ جب نماز ہو چکی تو مصاحب ابن کبشؒ سے ملا اور کہا کہ میں حضرت خضرؑ کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ نہ آئے اور میں نے انھیں نہیں دیکھا۔ ابن کبشؒ نے فرمایا۔ اے بدنصیب! وہی تو حضرت خضرؑ تھے جنھیں تم نے لوٹا دیا کہ میں نماز پڑھ کر آؤں گا۔ حضرت خضرؑ سے ملاقات کی تمنّا بھی کرتے ہو اور دروازے پر پہرہ لگا دیتے ہو۔ یہ سُن کر مصاحب بہت پشیمان ہُوا۔ اسی دن اس نے تمام لونڈیوں کو آزاد کر دیا۔ جب بھی کوئی دروازے پر دستک دیتا خود باہر نکل آتا۔

○

حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی مقبولیت عام تھی' اور سب امیر و غریب آپؒ سے یکساں محبّت و عقیدت رکھتے تھے۔ چنانچہ اسی عقیدت مندی کی وجہ سے ایک بار والیِ لاہور نے حضرت بابا صاحبؒ کے ایک مرید شہاب الدین غزنوی کی معرفت سَو دینار پیش کئے۔ غزنوی نے پچاس دینار رکھ کر پچاس دینار حضرت بابا صاحبؒ کی نذر کئے۔ آپؒ کو اللہ تعالےٰ نے بذریعہ الہام واقعہ کی پوری کیفیت فوراً ہی بتلا دی اور آپؒ نے بطیبِ خاطر وہ نذرانہ قبول فرماکر ارشاد فرمایا' تم نے سَو دینار میں نصف نصف کی تقسیم تو خوب کی ہے' لیکن درویشوں کے لئے ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس ارشاد کو سُن کر غزنوی

بہت ہی محجوب ہوئے اور بقیہ دینار بھی آپؒ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ آپؒ نے وہ دینار ان سے لے کر وہ پورے سَو دینار غزنوی ہی کو دے دیئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ خیانت بہت بڑا گناہ ہے اس کی ظلمت اس طرح دل کو گھیر لیتی ہے کہ خائن خواہ کتنی ہی عبادت کرے، نورِ حق کی تجلّیات سے وہ محروم ہی رہتا ہے۔ آپؒ کے اس ارشاد کو سُن کر شہاب الدین غزنوی تائب ہوئے اور آپؒ سے دوبارہ بیعت کی۔

○

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ بغداد میں ایک مردِ خدا رہا کرتا تھا، جو سردی گرمی میں صرف ایک ہی کپڑا پہنتا تھا۔ لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ آپؒ ہمیشہ ایک ہی کپڑا پہنتے ہیں، اس کا سبب کیا ہے؟ وہ بولے اس سے پہلے میں بھی آپ لوگوں کی طرح دوہرے کپڑے پہنتا تھا، لیکن ایک رات خواب میں مَیں نے بہشت کو دیکھا۔ اُس میں بہت سے دوست بیٹھے تھے، دسترخوان اُن کے آگے چُنا ہُوا تھا۔ مَیں نے چاہا کہ اُن کے ساتھ بیٹھ کر وہ پُرتکلف کھانے کھاؤں کہ فرشتوں نے مجھے وہاں سے ہٹا دیا۔ میں نے پوچھا "آپ میرے ساتھ ایسا کیوں کرتے ہیں یہ لوگ میرے دوست ہیں"۔ بولے "تم میں اور ان میں فرق ہے۔ یہ بدن پر ایک قمیص رکھتے ہیں اور تم دو پہنتے ہو"۔ میری آنکھ کُھلی تو عہد کر لیا کہ آئندہ صرف ایک ہی کپڑا پہنوں گا۔ اہل اللہ زر و مال کو دولتمندی خیال نہیں کرتے، بلکہ باطنی نعمت کو دولت سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں ارسطاکیس سے کسی نے پُوچھا کہ فلاں شخص غنی ہے یا نہیں؟ اُس نے کہا "مجھے اِتنا معلوم ہے کہ اُس کے پاس مال ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ غنی بھی ہے کہ نہیں کیونکہ اِس بات کی کسوٹی عمل ہے نہ کہ زر و مال"۔

○

حضرت بایزید بسطامیؒ کی والدۂ ماجدہؒ نے رات کے وقت حضرتؒ سے پانی مانگا۔ آپؒ پانی لینے گئے۔ کوزے میں پانی نہ تھا۔ گھڑے میں دیکھا، گھڑا بھی خالی تھا۔ آپؒ ندی پہ گئے مگر ندی سے پانی لانے تک حضرتؒ کی والدۂ ماجدہ سو گئیں۔ جاڑے کی رات تھی مگر حضرتؒ ہاتھ میں کوزہ لئے کھڑے رہے۔ جب حضرتؒ کی والدہ ماجدہ کی آنکھ کھلی تو پانی پیا اور حضرتؒ کو دُعا دی۔ حضرتؒ کی والدۂ ماجدہ نے فرمایا "کوزہ نیچے رکھ دیتے، اتنی دیر ناحق لئے کھڑے رہے۔ حضرتؒ نے عرض کی کہ مجھے ڈر تھا کہ آپؒ جاگ اٹھیں اور مَیں حاضر نہ ہُوا تو آپؒ کو دُکھ ہو گا۔

ایک دفعہ حضرتؒ حج کو جا رہے تھے۔ اپنا اور مریدوں کا سارا اسباب ایک اونٹ پر لاد دیا تھا۔

کسی نے کہا' اس بے چارے اونٹ پہ بوجھ زیادہ ہے' یہ بڑا ظلم ہے۔

حضرت بایزیدؒ یہ سن کر فرمانے لگے۔" اے نوجوان! بوجھ کا اٹھانے والا اونٹ نہیں ہے۔غور سے دیکھو کہ اونٹ کی پیٹھ پر کچھ بوجھ ہے یا نہیں۔

اُس نے دیکھا تو بوجھ اونٹ کی پیٹھ سے ایک ہاتھ اونچا تھا۔وہ شخص کہنے لگا۔"یہ تو عجیب معاملہ ہے۔"

حضرتؒ نے فرمایا کہ" اگر میں اپنا حال تم سے پوشیدہ رکھتا ہوں تو تم مجھے ملامت کرنے لگتے ہو' اور اگر ظاہر کرتا ہوں تو اس کی طاقت نہیں رکھتے کہ برداشت کر سکو۔"

○

پیر محمد خاں نے پچاس ہزار سواروں کے ساتھ سمرقند پر چڑھائی کی۔ باقی محمد خاں حاکم سمرقند کے پاس صرف چودہ ہزار سوار و پیادہ تھے۔حاکم سمرقند گھبرایا ہُوا حضرت مولانا خواجگی امکنگیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر امداد کا طالب ہُوا۔حضرتؒ نے خود پیر محمد خان کے پاس جا کر نصیحت کی کہ مخلوقِ خدا کے قتل و غارت سے کوئی فایدہ نہیں۔تم اپنے ارادے سے باز آ جاؤ۔ مگر وہ صلح پر راضی نہ ہُوا۔حضرتؒ خفا ہو کر واپس آئے اور باقی محمدؒ خان سے فرمایا کہ اگر تو دل سے توبہ کر لے کہ آئندہ خلقِ خدا پر کبھی ظلم نہیں کرے گا اور عدل و انصاف سے حکومت کرے گا تو فتح پائے گا۔ باقی محمدؒ نے عہد کیا کہ میں آیندہ کبھی ظلم و ستم نہیں کروں گا۔ حضرتؒ نے فرمایا" جاؤ اور حملہ کر دو۔ تمھاری سلطنت تمھیں مبارک ہو"۔حضرتؒ نے باقی محمدؒ کی پیٹھ پر دستِ شفقت رکھا۔باقی محمدؒ رخصت ہُوا۔ اور اس کے پیچھے حضرت مولاناؒ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ شہر کے کنارے ایک پرانی مسجد میں قبلہ رُو مراقب ہو بیٹھے اور بار بار سر اُٹھا کر پُوچھتے تھے کہ کیا خبر ہے۔ اس اثنا میں یہ خبر آئی کہ باقی خاں نے فتح پائی اور پیر محمد مارا گیا۔ اس وقت مولاناؒ مراقبہ سے اٹھ کر اپنی قیام گاہ میں تشریف لائے۔

○

حضرت ذوالنّون مصریؒ طریقت کے ــــــ یُوسف اور حقیقت کے کنعان کے یعقوب تھے۔ ذوالنون حضرتؒ کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت کشتی میں سوار تھے کہ ایک سوداگر کا قیمتی موتی گم ہو گیا۔ چونکہ حضرتؒ کا لباس پھٹا پرانا تھا' انھوں نے کہا' یہی چور ہے۔ اور سختی کرنی شروع کی۔حضرتؒ دریا کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے" اے دریا میں رہنے والو! یہ لوگ تو مجھے نہیں جانتے' تم تو پہچانتے ہو" یہ فرمانا تھا کہ دریا کی تمام مچھلیاں منہ میں موتی لیے آ موجود ہوئیں۔ حضرتؒ نے سوداگر کا موتی پہچان لیا' اور مچھلی سے لے کر سوداگر کو دیا اور کشتی سے اُتر کر پانی میں پاؤں رکھا اور گُم ہو گئے۔

ایک دفعہ حضرتؒ ایک دیوار کے پاس بیٹھے تھے، ہاتھ دیوار پر مار کر فرمایا "جو لوگ خدا کو پہچانتے ہیں اگر دیوار پر ہاتھ مار کر اُسے کہیں کہ اے دیوار ہمیں تازہ کھجوریں دے تو دیوار سے یہ میوہ برآمد ہوگا" اُسی وقت دیوار سے تازہ کھجوریں نکلنے لگیں۔

کہتے ہیں جب حضرتؒ کا جنازہ نکلا، تو اتفاقاً اس وقت مؤذن اذان کہہ رہا تھا۔ جب شہادتین پر پہنچا تو حضرتؒ نے اپنی انگلیاں باہر نکالیں۔ لوگوں نے جانا شاید ابھی زندہ ہیں، حالانکہ یہ اُن کی بھول تھی۔ حضرتؒ کو اسی حالت میں دفن کیا گیا۔

حضرت شیخ ابن حریفؒ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں غمگین اُٹھا اور شیخ ابوالقاسم ابن رہیلؒ سے کہا، کوئی ایسی حکایت بیان کریں جس سے اللہ تعالےٰ میرے غم کو کم فرمائے۔ شیخ ابوالقاسم ابن رہیلؒ نے کہا مجھ سے ایک شخص کے متعلق کہا گیا کہ وہ قابلِ تعظیم اور بزرگ ہیں۔ میں ان سے ملاقات کے لئے گیا، جو ساحل پر رہتے تھے۔ ان کی خدمت میں پہنچ کر سلام کیا اور خاموش بیٹھا رہا۔ نہ انھوں نے مجھ سے گفتگو کی اور نہ میں نے ان سے کچھ کہا۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت آگیا۔ ~~کچھ کہا۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت آگیا~~۔ کچھ لوگ جو اطراف و اکناف میں رہتے تھے آپؒ کے پاس جمع ہوئے۔ ان میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، پھر وہ لوگ منتشر ہو گئے اور کسی نے ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کی۔ حضرت شیخؒ بھی اپنی جگہ آ بیٹھے اور میں بھی ان کی خدمت میں جا بیٹھا۔ پھر جب نماز کا وقت آیا تو اسی طرح لوگ اکٹھے ہوئے۔ نماز پڑھی اور پھر منتشر ہو گئے۔ حتیٰ کہ عصر کی نماز کا وقت آگیا تو پھر اسی طرح لوگ جمع ہوئے اور نماز پڑھ کر صلحا کے حالات اور تذکرے بیان کرتے رہے۔ پھر مغرب کی نماز کے لئے اکٹھے ہوئے۔ نماز ادا کی اور پھر منتشر ہو گئے۔ اسی طرح تین دن تک ہوتا رہا۔ میں نے شیخؒ سے استفسار کی نیت سے ایک سوال کرنے کی ٹھان لی اور عرض کیا، اے شیخؒ! میں آپؒ سے ایک سوال دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہو، اور لوگ میری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے ان کے تیور سے اندازہ لگایا کہ وہ مجھے اس حرکت سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔ میں گھبرا گیا۔ لیکن اس کے باوجود حضرت شیخؒ سے پوچھا، یا شیخؒ! مرید کو اپنا مرید ہونا کب معلوم ہوتا ہے۔ شیخؒ نے منہ پھیر لیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ میں گھبرا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو شیخؒ مجھ سے ناراض ہو جائیں۔ میں وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔ دوسرے دن پھر میں نے دل میں سوچا کہ یہ سوال شیخؒ سے ضرور پوچھنا چاہیئے۔ اس خیال سے آگے بڑھا اور کہا یا شیخؒ! مرید کو کب اس بات کا علم ہوتا ہے کہ میں مرید ہوں۔ شیخؒ

نے پہلے ہی کی طرح منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ میں اُٹھ کر چلا آیا۔ تیسرے دن میں نے پھر اپنا سوال دُہرایا۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا، ایسا سوال مت کرو۔ شاید تم یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ مرید ارادت میں پہلا قدم کب رکھتا ہے۔ میں نے عرض کیا میرا یہی مقصد ہے۔ شیخؒ نے فرمایا مرید کو مرید ہونے کا علم اُس وقت تک نہیں ہوتا، جب تک کہ اس میں چار صفات پیدا نہ ہو جائیں۔ ایک تو یہ کہ زمین اس کے واسطے لپیٹی جائے اور ساری زمین ایک قدم ہو جائے۔ پانی پر چلنے لگے اور جو چیز جس وقت دُنیا میں کھانا چاہے کھا سکے اور اس کی دُعا رد نہ ہو۔ جب یہ صفات مرید میں پیدا ہو جاتی ہیں تو مرید ارادت میں پہلا قدم رکھتا ہے۔ اور جب مرید اپنے کو مرید جاننے لگے تو وہ ہمارے نزدیک حدِ ارادت سے گر جاتا ہے۔

حضرت شیخ ابوالعباسؒ فرماتے ہیں، یہ سُن کر میں چیخ اٹھا۔ اور کہا تم نے ہمیں ارادت سے ناامید ہی کر دیا۔ اے ابوالقاسمؒ میں اس شیخؒ کی عالی ہمتی سے حیران ہوں۔

حضرت شیخ ابوعبداللہ قریشیؒ سے روایت ہے کہ انھوں نے شیخ ابویزید قرطبیؒ سے سُنا، جب ابوعبداللہ قریشیؒ نے شیخؒ سے ان کی ابتدائی حالت دریافت کی تاکہ ان سے کچھ فیض حاصل کر سکیں۔ شیخؒ نے فرمایا اے بیٹے! یہ ایک نئی بات ہے۔ مجھے اس طریق میں ایک اضطراب کی چیز نے داخل کیا ہے۔ میں تاجر تھا اور عطاروں میں میری دکان تھی۔ میں وہی چیز فروخت کرتا تھا جو بہت گراں اور نایاب ہوتی تھی۔ میرا لباس ایسا ہی نادر ہُوا کرتا تھا۔ ایک دن جامع مسجد میں گیا تاکہ صبح کی قضا نماز ادا کروں۔ جب نماز پُوری کر چکا، تو میں نے ایک بڑا حلقہ دیکھا۔ میں اس طرف گیا۔ ان دنوں مجھے صالحین کی کوئی خبر نہ تھی۔ میں بھی اسی قدر جانتا تھا کہ صالحین پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتے ہیں۔ جب میں اس حلقے کے قریب پہنچا تو ایک بزرگ صلحاء کی حکائتیں اور ان کے مجاہدات پڑھ کر سنا رہے تھے۔ میں نے آہستہ سے کہا، ایسی باتوں سے بھی کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ ایک بزرگ نے میری طرف دیکھ کر کہا، پھر کن باتوں سے کتابیں لکھی جائیں۔ میں نے کہا جو حکایات پڑھ کر سُنائی گئی ہیں، مجھے جھوٹ معلوم ہوتی ہیں۔ ایک شخص سال بھر تک پانی نہ پئے اور پھر بھی زندہ رہے۔ اس بزرگ نے کہا، ان حکایات سے انکار نہ کرو۔ میں اس بزرگ سے سوال و جواب میں الجھا ہُوا تھا کہ اتنے میں حلقے میں سے ایک شخص اٹھا، جو بہت دُبلا پتلا تھا اور کہا تمھیں صالحین کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ میں نے کہا صالحین کہاں ہیں۔ وہ خاموش رہا اور میں اپنی

دُکان پر چلا آیا اور ان لوگوں کی باتوں پر تعجب کرنے لگا۔ ظہر کے وقت میں اپنی دُکان پر بیٹھا خرید و فروخت میں مصروف تھا کہ ناگاہ اس لاغر شخص کو دیکھا جو میری دُکان کے سامنے سے گزر گیا اور مجھے نہ دیکھا۔ پھر لوٹ کر آیا اور مجھے دیکھ کر سلام کیا اور پوچھا تیرا نام کیا ہے۔ مَیں نے کہا میرا نام عبدالرحمٰن ہے۔ اس شخص نے دریافت کیا مجھے پہچان لیا۔ مَیں نے کہا ہاں آپ کو مسجد میں دیکھا تھا اور آپ سے گفتگو کی تھی۔ اس شخص نے دریافت کیا کیا تم ابھی تک اسی عقیدے پر ہو توبہ نہیں کی۔ میں نے کہا میرا کوئی ایسا عقیدہ تو نہیں ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہو۔ وہ شخص میری دُکان کے آگے پتھر سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور کہا، ابویزید! تم صالحین کے عمل کی نسبت کیا کہتے ہو، مَیں نے کہا وہ صالح کہاں ہیں۔ اس شخص نے کہا یہیں بازار میں پھرتے ہیں۔ وہ اگر پتھر کی طرف اشارہ کر دیں تو پتھر ان کے ساتھ ہو جائے۔ پھر اُس شخص نے ایک پتھر کی طرف اشارہ کیا جو دُکان کے اندر تھا، اس میں دو سوراخ ہوئے اور اس میں سے لوگوں کی مرہونہ چیزیں نکل کر باہر آگئیں۔ میں نے جلدی سے انھیں پکڑا اور دوبارہ انھیں احتیاط سے رکھ کر پُوچھا، کیا آدمی کو ایسی قدرت مل جاتی ہے؟ اس شخص نے کہا انسان کی قدرت کے مقابل یہ کیا چیز ہے۔ میں نے کہا اس کے سوائے اور کسی میں آدمی تصرف کر سکتا ہے؟ اس شخص نے کہا اگر دُکان سے کہہ دے اپنی جگہ سے اکھڑ جا تو اُسی وقت اُکھڑ جائے گی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ دُکان نے حرکت کی اور اس کی ہر چیز ہل گئی حتیٰ کہ مجھے خطرہ لاحق ہُوا کہ کہیں دُکان مجھ پر نہ آگرے۔ مَیں حیران تھا کہ وہ شخص مجھے اسی عالم میں چھوڑ کر چلا گیا۔ مَیں نے دل میں سوچا کہ مجھ جیسا شخص اگر اپنی ساری عمر دُکان میں صرف کر دے تو ایسے لوگوں سے ملاقات کیونکر نصیب ہو۔

جب دوسرا دن ہُوا تو پھر میں حلقے میں گیا، تاکہ صالحین کی باتیں دوبارہ سُنوں۔ جب مَیں نے دوسرے دن صالحین کا وعظ سُنا تو مجھ میں اتنی بھی وسعت نہ رہی کہ دُکان تک جاؤں۔ مَیں اپنے ماموں کے پاس گیا اور دکان کی چابیاں ان کے حوالے کیں۔ ماموں نے دریافت کیا کہاں جاتے ہو۔ میں نے کہا کہیں نہیں۔ اپنے ارادے سے انھیں آگاہ نہیں کیا اور پھر دُکان پر نہیں گیا۔ اور اُس راستے پر چل پڑا جو اللہ تعالیٰ نے صالحین کے لئے مقرر کیا ہے۔

○

تسلیم و رضا
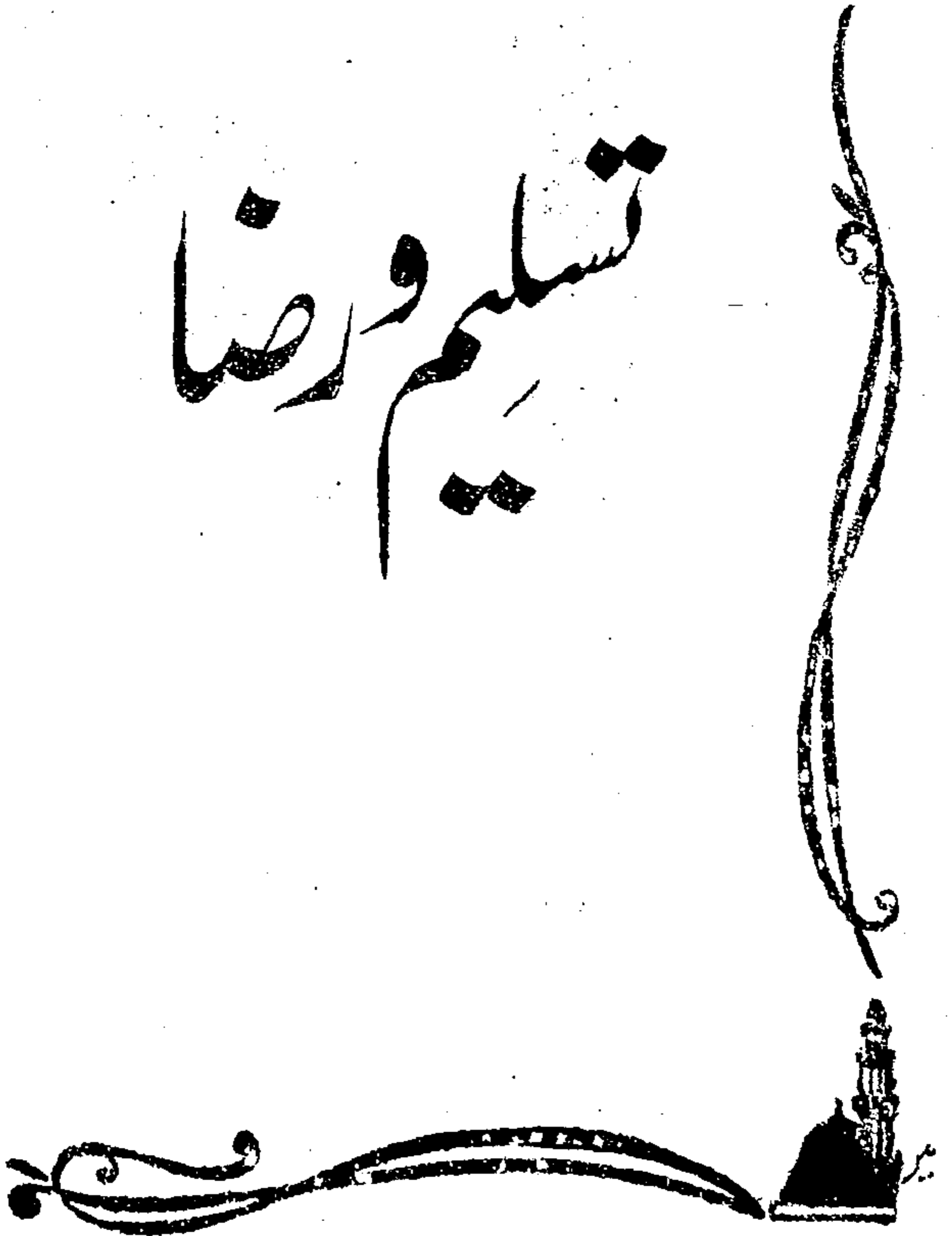
حضرت سلمان فارسیؓ کو سیّدنا عمر فاروقؓ نے مدائن کا گورنر مقرر کیا تھا اور پانچ ہزار درہم سالانہ حضرتؓ کو گورنری کا معاوضہ ملتا تھا، حضرتؓ اپنا تمام معاوضہ راہِ خدا میں خرچ کر دیتے اور بوریا بانی سے اپنی گزر اوقات کرتے تھے، حضرتؓ نے باوجود گورنر ہونے کے اپنا کوئی مکان نہ بنوایا تھا، دیواروں اور درختوں کے سائے میں رہا کرتے تھے۔ ایک شخص نے حضرتؓ کی خدمت میں درخواست کی کہ میں آپؓ کے لئے گھر بنا دیتا ہوں۔ حضرتؓ نے فرمایا مجھے گھر کی ضرورت نہیں۔ اُس نے اصرار کیا کہ میں آپؓ کے لئے آپؓ کے حسبِ منشاء گھر بناؤں گا۔ حضرتؓ نے فرمایا تم میرے لئے کس قسم کا مکان بناؤ گے، بیان کرو۔ اُس شخص نے کہا میں آپؓ کے لئے ایسا گھر بناؤں گا کہ جب آپؓ کھڑے ہوں تو سر مبارک اُس کی چھت سے لگے اور جب آپؓ پاؤں پھیلائیں تو پاؤں کی انگلیاں دیوار سے جا لگیں، مکان کی ہیئت سے آگاہ ہو کر حضرتؓ نے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ اُس شخص نے حضرتؓ کے لئے حضرتؓ کے حسبِ منشاء مکان تیار کرا دیا!

حضرتؓ کا کُل سرمایہ ایک دھاری دار کملی تھی، جس کا کچھ حصّہ آپؓ اوڑھ لیتے اور کچھ حصہ نیچے بچھا لیتے۔ گورنری کے دَور میں بھی کملی حضرتؓ کے پاس رہتی تھی۔ بعض ناواقف لوگ حضرتؓ کی ظاہری حالت دیکھ کر حضرتؓ کو مزدور سمجھتے اور اپنا مال و اسباب اُٹھواتے، جب راستے میں انھیں اِس بات کا علم ہوتا کہ حضرتؓ مزدور نہیں، بلکہ امیرِ شہر ہیں تو مارے شرم کے حضرتؓ سے معذرت کرتے کہ ہمیں معلوم نہ تھا، آپؓ یہ تکلیف نہ اُٹھائیں ہم خود اُٹھا لیتے ہیں مگر حضرتؓ فرماتے کہ حسبِ وعدہ میں یہ سامان منزل تک پہنچا آؤں گا۔

حضرت بایزید بسطامیؒ اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں: میں شروع سے اللہ تعالےٰ کے انعام واکرام سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اگر کبھی نفس نے شرارت کی تو میں نے فوراً اس کی اصلاح کر دی۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ رات کے آخری حصے میں آنکھ کھلی، میں نے چاہا کہ تہجد کی نماز پڑھوں، نفس نے کاہلی کی۔ کچھ دیر کے بعد پیاس محسوس ہوئی۔ کوزے میں ٹھنڈا پانی رکھا ہُوا تھا، اُٹھ کر خوب سیر ہو کر پیا، ایک آواز سُنائی دی:۔

ہماری یاد میں یہ سُستی اور کاہلی اور اپنے کام میں یہ مستعدی، میں نے عہد کیا کہ سال بھر تک ٹھنڈا پانی نہیں پیوں گا۔ اللہ کے فضل و کرم سے سال بھر تک ایسا ہی ہُوا، مَیں نفس کی خواہش پر غالب رہا۔

گرمی کے شدید موسم میں جب پیاس سے جاں بلب ہونے کے قریب ہوتا تو ذرا سا گرم پانی لے کر حلق میں ڈال دیتا، اس اصلاحِ نفس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ ادائے فرض میں نفس نے کاہلی کا ثبوت نہیں دیا۔ اس کے بعد حضرت شیخؒ کہتے ہیں جب انسان ریاضت اور مجاہدے کے بعد اصلاحِ نفس میں کامیاب ہو جاتا ہے تو حق تعالےٰ کی طرف سے اس کے لئے آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور انعام واکرام الٰہی کی بارش مسلسل ہوتی ہے۔ انسان اپنے نفس پر قابو پا کر اس مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے، جو اللہ تعالےٰ نے نیک بندوں، عابدوں کے لئے مقرر فرمایا ہے۔

○

موسمِ گرما میں ایک مرتبہ ایک بزرگ سفر پر روانہ ہوئے۔ اتفاق سے راستہ بھول گئے۔ جنگل میں ایک جگہ قیام کیا اور رات کو نوافل شروع کر دئے۔ روزے سے تھے، طبیعت پریشان ہو گئی۔ آپ کچھ دیر کے لئے لیٹ گئے، پھر دو رکعت نماز شروع کی۔ پہلی رکعت میں سورۂ بقر اور دوسری رکعت میں سورۂ آلِ عمران پڑھی۔ نفس کو یہ بات بے حد شاق گذری۔ اس نے کہا گرمی کا یہ شدید موسم طویل سفر روزہ یہ محنت و مشقت اور بھوک پیاس۔ بزرگ نے کہا صبر سے کام لو۔ یکایک ایک شخص نمودار ہُوا۔ کھانے کا خوان اور سرد پانی اس کے ساتھ تھا سلام علیکم کے بعد اس نے کھانا سامنے رکھ دیا۔ بزرگ نے کہا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا مَیں سو گیا تھا۔ خواب میں حکم ہُوا کہ جلد اُٹھ اور جو کچھ کھانا موجود ہے اسے لے کر فلاں مقام پر حاضر ہو کہ ایک خاص بندۂ خدا نے ابھی تک روزہ افطار نہیں کیا۔ پس جو کچھ حاضر تھا لے کر آ گیا۔

بزرگ نے روزہ افطار کیا کھانا کھایا۔ اس شخص نے کہا، شاید آپ راستہ بھول گئے ہیں۔ اس کے بعد وہ ان بزرگ کو ان کی منزل پر چھوڑ کر نظروں سے غائب ہو گیا۔ بزرگ نے منزل پر پہنچ کر خدا تعالےٰ کا شکر ادا اور اللہ تعالےٰ سے دُعا کی کہ باری تعالےٰ تو مجھے اپنے نفس پر قابو

دے، تاکہ میں اپنی منزل سے نہ بھٹکنے پاؤں۔

○

حضرت محمدؒ بن یعقوب خراسانیؒ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اپنے شہر سے سیاحت کے ارادے سے نکلا اور بیت المقدس جا پہنچا۔ اور بنی اسرائیل کے ایک غار میں بہت دنوں تک عبادت میں مشغول رہا۔ اس عرصہ میں نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ یہاں تک کہ موت کے قریب پہنچ گیا۔ اسی حالت میں میں نے دو راہبوں کو سیر کرتے دیکھا۔ ان کے بال پریشان اور گرد آلود تھے۔ میں ان کے پاس گیا۔ انھیں سلام کیا اور پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو۔ انھوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ میں نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ تم کہاں ہو۔ ان راہبوں نے کہا ہاں ہم اللہ کے ملک میں اس کے سامنے ہیں۔ میں اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوا اور اسے ملامت کرنے لگا اور کہا کہ یہ دونوں راہب باوجود غیر مسلم ہونے کے توکل پر قائم ہیں اور تو مسلمان ہوتے ہوئے توکل پر قائم نہیں رہ سکتا۔ پھر میں نے ان سے کہا کیا تم مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے سکتے ہو۔ انھوں نے کہا بہتر ہے۔ چنانچہ ہم تینوں چلے۔ جب شام ہوئی تو وہ دونوں راہب اپنے معبود کی عبادت کرنے لگے اور میں نے اللہ تعالےٰ کی عبادت کیلئے تیمّم کیا۔ وہ مجھے مٹی سے تیمّم کرتے دیکھ کر مسکرائے۔ جب اپنی نماز پڑھ چکے تو ان میں سے ایک نے اپنے ہاتھ سے زمین کھودی تو موتی کی طرح چمکتا ہُوا صاف شفاف پانی وہاں سے نکلا۔ میں حیران رہ گیا، اور پھر دیکھا تو ان کے دائیں جانب کھانا تیار رکھا ہُوا تھا۔ اس سے اور تعجب ہُوا۔ انھوں نے مجھ سے کہا تجھے کیا ہُوا ہے جو حیران ہے۔ آگے بڑھو اور اسے کھاؤ جو حلال روزی ہے اور یہ ٹھنڈا پانی پی اور اللہ کریم کی عبادت کر۔ میں آگے بڑھا اور سب نے مل کر کھانا کھایا اور پانی پیا۔ پھر نماز کے واسطے میں نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔

صبح ہوئی اور ہم تینوں سفر کے لئے تیار ہوئے اور شام تک چلتے رہے۔ جب شام ہوئی تو ایک جگہ ٹھہرے۔ ایک راہب نے ہم سے ذرا دور نماز پڑھ کے چکنے سے دُعا کی اور پھر اپنے ہاتھ سے زمین کھودی تو پانی کا چشمہ ویسا ہی نکل آیا جیسے کل اس کے ساتھی نے کھودا تھا۔ اور اس کے پہلو میں کھانا بھی رکھا تھا۔ اس راہب نے مجھ سے کہا، آگے بڑھ کر کچھ کھاؤ پیو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ چنانچہ ہم نے کھایا کے نماز کے واسطے وضو کیا اور بعدازاں دیکھا تو پانی زمین میں اس طرح چلا گیا تھا جیسے یہاں تھا ہی نہیں۔ جب تیسری شب آئی تو انھوں نے کہا، اے محمدی یہ رات تیری ہے اور آج تیری باری ہے۔ حضرتؒ فرماتے ہیں، مجھے ان کے اس سوال سے بہت شرم آئی

اور دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ میں نے ان سے کہا انشا اللہ اچھا ہی ہوگا۔ پھر ان سے ہٹ کر ایک طرف گیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور کہا اے میرے مولا! اے میرے مالک! تو جانتا ہے کہ میرے گناہ بہت ہیں۔ جس کی وجہ سے تیرے نزدیک میرا رتبہ اور مرتبہ کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ میرا منہ اس قابل ہے، لیکن میں حضور رسول اللہ صلعم کے وسیلے سے مانگتا ہوں کہ مجھے ان لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ کیا جائے۔ جب میں دعا سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک چشمہ جاری ہے اور میرے پہلو میں کھانا رکھا ہوا ہے۔ میں نے ان سے کہا آگے بڑھو اور کھانا کھاؤ۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے اور ہم تینوں نے کھانا کھایا، پانی پیا اور اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا اور اسی حالت میں جب میری دوسری باری آئی، پھر میں نے پہلے ہی کی طرح اللہ تعالےٰ سے دعا کی اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے چشمہ جاری ہوا اور کھانا بھی مہیا ہوا۔ جب تیسری باری آئی اور میں نے اسی طرح دعا کی تو دو آدمیوں کا کھانا میسر آیا۔ میرا دل ٹوٹ گیا۔ انھوں نے کہا اے محمدی! یہ حادثہ کیونکر ہوا۔ تم اپنے کھانے اور پانی میں کمی نہیں دیکھتے ہو۔ میں نے کہا تمھیں معلوم نہیں، یہ اللہ تعالےٰ کا کام ہے اور ہم اس کے حکم اور ارادے کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمارا دین یہ چاہتا ہے کہ کبھی تکلیف ہو، کبھی راحت۔ کبھی سختی ہو، کبھی آرام۔ تاکہ ہمارے صبر کی آزمائش ہو جائے۔ انھوں نے کہا، اے محمدی! تم نے سچ کہا۔ وہ بڑا رب ہے اور تمھارا دین اچھا ہے۔ اپنا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ ہم کلمۂ شہادت پڑھیں۔ ان دونوں راہبوں نے کلمۂ شہادت پڑھا اور کہا دینِ اسلام حق ہے اور اس کے سوائے سب باطل ہے۔ میں نے ان سے کہا، اے بھائیو! کیا تم کسی شہر میں چلو گے تاکہ جمعہ کے اجتماع میں شریک ہوں۔ کیونکہ جمعہ حج مساکین ہے۔ انھوں نے مجھ سے کہا، یہ اچھی رائے ہے اور اچھا فعل ہے جب ہم اس ارادے سے چلے تو سامنے ایک عمارت نظر آئی، اندھیری رات تھی، غور سے دیکھا تو ہم بیت المقدس میں تھے۔ ہم اس میں داخل ہو گئے اور ایک عرصہ تک اس میں رہے اور اللہ تعالیٰ عبادت کرتے رہے۔ ہمارا رزق ایسی جگہ سے ہمیں ملتا تھا جس کا گمان بھی نہ ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ میرے دونوں ساتھی رحلت کر گئے۔

○

حضرت ربیع ابن خشیم رح ایک دن نماز پڑھ رہے تھے اور آپ رح کا گھوڑا آپ رح کے سامنے بندھا ہوا تھا۔ ایک چور آیا اور گھوڑے کو کھول کر اس پر سوار ہوا اور چلا گیا۔ حضرت دیکھ رہے تھے لیکن حضرت نے نماز نہ توڑی۔ یہ گھوڑا بیس ہزار درہم کا تھا۔ آپ رح کے پاس آپ رح کے اصحاب آئے اور افسوس

کرنے لگے اور کہنے لگے۔ یہ کس قدر نادانی ہے کہ چور کو گھوڑا لے جاتے ہوئے دیکھ رہے ہو اور پھر خاموش رہے۔ اس وقت نماز توڑ کر گھوڑا لوٹا لیتے پھر نماز پڑھ لیتے تو کیا حرج تھا۔ حضرتؒ نے کہا اے لوگو! میں اللہ تعالےٰ کے کام میں مصروف تھا اور وہ کام مجھے گھوڑے سے زیادہ پسندیدہ تھا بلکہ لاکھوں گھوڑوں سے بھی زیادہ محبوب تھا۔ میں نے گھوڑے کو اللہ تعالےٰ کی عبادت پر قربان کر دیا۔

○

حضرت ذوالنون مصریؒ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض اصحاب کو موت کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ اللہ تعالےٰ نے تم سے کیا کیا کہا' ان لوگوں نے کہا' ہمیں اللہ تعالےٰ نے آپؒ کی برکت سے بخش دیا اور آپؒ کی محبّت کی وجہ سے ہمیں جنّت میں داخل کر کے ہمیں جنّت میں مقامات دکھائے ہیں۔ حضرتؒ فرماتے ہیں لیکن ان کہنے والوں کا چہرہ غمگین تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ میں تمھیں غمگین پاتا ہوں' حالانکہ تم جنّت میں داخل ہو چکے ہو اور اللہ تعالےٰ کی نعمتوں سے سرفراز ہوئے ہو۔ انھوں نے ایک زور کی سانس لی اور کہا اے ذوالنونؒ! قیامت تک ہم اسی طرح غمگین رہیں گے۔ میں نے پوچھا یہ کیوں انھوں نے کہا' جب ہم جنّت میں داخل ہوئے تو ہمیں مقامات علیین دکھائے گئے۔ ویسے ہم نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ جب ہم نے انھیں دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا' اتنے میں ایک منادی نے آواز دی کہ اسے یہاں سے لوٹا کر لے جاؤ یہ جگہ اس کے لئے نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کے واسطے ہے جو سبیل کو اللہ کے راستے میں جاری کرتے ہیں۔ یعنی جب ان پر دُنیا میں کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے۔ پھر اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اگر تم بھی اس راستے پر چلتے تو تمھیں بھی یہ رُتبہ حاصل ہوتا۔

○

حضرت ذوالنون مصریؒ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ میں مکّہ معظّمہ کی زیارت کے ارادے سے روانہ ہُوا۔ جب جنگل میں پہنچا تو مجھے شدّت کی پیاس لگی' میں قبیلہ مخزوم میں چلا گیا۔ وہاں میں نے ایک چھوٹی سی خوب صورت حسین وجمیل لڑکی دیکھی۔ وہ گنگنا کے اشعار پڑھ رہی تھی۔ میں اس کے اس فعل کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کیونکہ وہ ابھی بچّی تھی۔ میں نے اس لڑکی سے کہا' اے لڑکی! کیا تجھے ایسے اشعار پڑھتے شرم نہیں آتی۔ اس نے کہا چپ رہ اے ذوالنونؒ! میں نے رات شرابِ محبّت خوشی کے ساتھ نوش کی ہے اور صبح کے وقت مولا کی محبّت میں مخمور اٹھی ہوں۔ میں نے کہا اے لڑکی میں تجھے عقل مند پاتا ہوں۔ مجھے کچھ نصیحت کر۔ لڑکی نے کہا اے ذوالنونؒ! سکوت کو

لازم پکڑو اور دنیا سے تھوڑی روزی پر راضی رہو تو تم جنت میں اس حی قیوم کی زیارت کرو گے جو کبھی نہیں مرتا ہے۔ میں نے کہا تیرے پاس کچھ پانی ہے۔ لڑکی نے کہا میں تجھے پانی بتاتی ہوں۔ میں نے گمان کیا کہ وہ مجھے پانی کا کنواں یا چشمہ بتائے گی، میں نے کہا بتاؤ۔ لڑکی نے کہا، لوگ قیامت کے دن چار فریق ہو کر پانی پئیں گے، ایک فرقے کو ملائکہ پلائیں گے۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے وہ شراب سفید ہوگی اور اپنے پینے والوں کو لذت بخشے گی اور ایک فرقے کو داروغۂ جنت پانی پلائیں گے۔ حق تعالےٰ فرماتے ہیں، اس شراب میں تسنیم کا پانی ملایا جائے گا۔ اور ایک فرقے کو حق جل جلالہ پلائیں گے اور وہ لوگ بندگانِ خاص ہوں گے۔ حق تعالےٰ فرماتے ہیں شرابِ طہورا انھیں پلائیں گے۔ پس تم دنیا میں اپنا راز کسی پر اپنے مولا کے سوا ظاہر نہ کرو تاکہ آخرت میں حق تعالےٰ تمھیں اپنے ہاتھ سے پلائیں۔

○

روایت ہے کہ ایک عورت بنی اسرائیل میں بڑی عابدہ تھی اور وہ ان کے بادشاہ کی لڑکی تھی۔ ایک شہزادے نے ان سے منگنی کی درخواست کی۔ اس نے نکاح کرنے سے انکار کیا، پھر اپنی ایک لونڈی سے کہا کہ میرے واسطے ایک عابد زاہد نیک آدمی تلاش کر، جو فقیر ہو۔ لونڈی عابد اور زاہد آدمی کی تلاش میں نکلی اور ایک عابد زاہد کو شہزادی کی خدمت میں لے آئی۔ شہزادی نے اُس سے پوچھا کہ اگر تم مجھ سے نکاح کرنا چاہو تو میں تمھارے ساتھ قاضی کے پاس چلی چلوں۔ فقیر نے اس بات میں رضامندی کا اظہار کیا اور یہ دونوں قاضی کے پاس پہنچے اور نکاح ہوگیا۔ شہزادی نے فقیر سے کہا مجھے اپنے گھر لے چلو۔ فقیر نے کہا: واللہ اس کمبل کے سوا کوئی چیز میری ملک نہیں ہے۔ اس کو رات کے وقت اوڑھتا ہوں اور یہی دن میں پہنتا ہوں۔ اس نے کہا میں تیری اس حالت پر راضی ہوں۔ چنانچہ فقیر شہزادی کو اپنے گھر لے گیا۔ وہ دن بھر محنت کرتا تھا اور رات کو اتنا پیدا کر لاتا تھا جس سے افطار ہو جائے۔ شہزادی دن کو روزہ رکھتی تھی اور شام کو افطار کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی تھی اور کہتی تھی اب میں عبادت کے واسطے فارغ ہوئی۔ ایک دن فقیر کو کوئی چیز نہ ملی، جو شہزادی کے واسطے لے جاتے۔ اس سے انھیں شاق گزرا اور وہ بہت گھبرائے اور جی میں کہنے لگے میری بی بی روزہ دار گھر میں بیٹھی انتظار کر رہی ہے کہ میں ان کے لئے کچھ لے آؤں گا۔ یہ سوچ کر وضو کیا اور نماز پڑھ کر دعا مانگی، اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ میں دنیا کے واسطے کچھ نہیں طلب کرتا۔ صرف اپنی نیک بی بی کی رضامندی کیلئے مانگتا ہوں۔ اے اللہ! تو مجھے اپنے پاس سے رزق عطا فرما۔ تو ہی سب سے اچھا رازق ہے۔ ہے۔ اسی وقت آسمان سے ایک موتی گر پڑا۔ فقیر موتی لے کر اپنی بی بی کے پاس گئے، جب

انھوں نے اسے دیکھا تو ڈر گئیں اور کہا یہ موتی تم کہاں سے لائے ہو۔ ایسا قیمتی موتی تو میں نے اپنے باپ کے پاس بھی نہیں دیکھا۔ درویش نے کہا آج میں نے رزق کے واسطے محنت کی لیکن کہیں نہ ملا تو میں نے سوچا میری نیک بی بی افطار کے لئے گھر میں میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔ میں خالی ہاتھ کیسے جاؤں۔ میں نے اللہ تعالٰے سے دُعا کی تو حق تعالٰے نے یہ موتی عنایت فرمایا۔ اور آسمان سے نازل فرمایا۔ شہزادی نے کہا اسی جگہ جاؤ' جہاں تم نے اللہ تعالٰے سے دُعا کی تھی' اور اس سے گریہ وزاری کے ساتھ دُعا کرو۔ اور کہو اے اللہ! اے میرے مالک!! اے میرے مولا!!! اگر یہ موتی تو نے ہمیں دُنیا میں روزی کے طور پہ عطا فرمایا ہے تو اس میں ہمیں برکت دے۔ اور اگر ہماری آخرت کے ذخیرے میں سے عطا فرمایا ہے تو اسے واپس لے لے۔ درویش نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالٰے نے موتی واپس لے لیا۔ فقیر نے واپس آکر اس کے واپس لینے کی حقیقت سے شہزادی کو آگاہ کر دیا تو شہزادی نے اللہ تعالٰے کا شکریہ ادا کیا اور کہا اے اللہ! تو بڑا رحیم اور کریم ہے۔

حضرت محبوب الٰہی مولانا شاہ درگاہیؒ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ کے روحانی تربیت یافتہ تھے۔ آپؒ کو دُنیا سے اس درجہ نفرت تھی کہ آپؒ کسی کا نذرانہ وغیرہ از قسم نقد و جنس قبول نہ کرتے تھے اور مال دار لوگوں سے ملنے جلنے کو بھی کراہت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ بے ہوشی کی حالت میں اگر کوئی شخص آپؒ کی چادر میں درہم یا دینار باندھ جاتا تو آپؒ کے دماغ میں فوراً بوئے نجاستِ دُنیا آجاتی اور آپؒ ہوشیار ہو جاتے اور اُسی وقت دریا پہ جا کر اس درہم و دینار کو اس احتیاط کے ساتھ دریا میں ڈال دیتے کہ ان کو دستِ مبارک سے لمس کی نوبت نہ آتی۔

حضرت امام مالکؒ علم کی بے حد تعظیم کیا کرتے تھے۔ آپؒ حدیث پڑھاتے وقت باوضو کمال ہیبت و وقار سے بیٹھا کرتے اور فرماتے میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ حضورِ رسول خدا کی حدیث شریف کی تعظیم کروں۔ حدیث پڑھاتے وقت ایک زانو ہی بیٹھے رہتے تھے' جب تک درس ختم نہ ہوتا' ہرگز زانو نہ بدلتے۔ ایک بار درسِ حدیث کے وقت دس گیارہ بچھوؤں نے نیش مارے۔ اور شدّتِ تکلیف سے رنگِ مُبارک متغیّر ہو کر پیشانی پر پسینہ آگیا' مگر آپؒ نے زانو نہ بدلا۔ درس کے بعد لوگوں نے تغیّر رنگ اور پسینہ آنے کا سبب دریافت کیا تو آپؒ نے

بچھوؤں کی نیش زنی کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ یہ بات صرف تعظیم حدیث کی وجہ سے تھی۔

○

حضرت سیّد محمد اعظم لدہڑی رحؒ ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار رہڑ سے دوسرے گاؤں میں جا رہے تھے۔ کہ ایک اجاڑ جگہ پر رہزنوں کی ٹولی نے آپؒ کو گھیر لیا اور گھوڑا لینا چاہا۔ آپؒ ان رہزنوں سے کمال حلم اور مہربانی سے پیش آئے اور فرمایا کہ یہ گھوڑی جس پر میں سوار ہوں، دبلی اور بہت کم قیمت کی ہے۔ دوسری گھوڑی جو میرے مکان پر موجود ہے، نہایت تندرست اور بہتر ہے، اگر تم لوگ اس وقت ٹھہرو تو میں وہ گھوڑی لاکر تم کو دوں۔ رہزنوں نے آپؒ کی بات مان لی۔ چنانچہ آپؒ وہاں سے واپس گھر آئے اور دوسری تندرست اور توانا گھوڑی کو لے کر واپس پہنچے اور رہزنوں کے حوالے کر دی۔ اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

دوسرے روز وہ تمام رہزن اپنے بال بچّوں سمیت حضرت سیّد صاحبؒ کے گھر حاضر ہوئے اور گھوڑی واپس کر کے اپنے گناہوں کے لئے معذرت کی اور ایک اور گھوڑی بطور نذرانہ پیش کی۔

○

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم چند فقرا کی ایک جماعت تھی ہم جس وقت چاہتے تھے چلتے تھے۔ اور جہاں چاہتے تھے پہنچ جاتے تھے۔ ایک دن میں نے اپنی اولاد کے واسطے ایک مکان خریدا، اور اس کا بیعنامہ میں نے حاصل کیا۔ میرے دوستوں نے مجھے پیغام بھیجا کہ ہم فلاں مقام پر ہیں ہم سے آملو۔ میں اپنے اس حال کی طرف رجوع ہُوا جس کے سبب دُور دُور کی مسافت تھوڑے عرصہ میں طے کرتا تھا۔ لیکن وہ کیفیت مجھ میں نہ رہی۔ میں نے اپنے ساتھیوں کے پاس آدمی کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ وہ پر جن پر میں اُڑتا تھا، میرے پاس نہ رہے وہ کٹ گئے ہیں۔ ساتھیوں نے کہلا بھیجا کہ دنیاداری کی وجہ سے یہ نقصان تمہیں پہنچا ہے، تم دُنیاداری کو چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے اسی وقت بیعنامہ پھاڑ کر پھینک دیا اور میری حالت بھی پہلی جیسی ہو گئی اور پل جھپکتے میں اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔

○

ایک بزرگ سے روایت ہے کہ ایک تاجر نے ان سے بیان کیا، کہ میں مسافر تھا۔ ایک خچر پر تجارت کا سامان لاد کر مصر میں داخل ہُوا اور کاروباری لوگوں سے ملا۔ لیکن جب خچر کو تلاش کیا تو وہ کہیں گم ہو گیا تھا۔ میں نے لوگوں سے اپنے خچر کے سلسلے میں دریافت کیا۔ لیکن کسی نے اس کے متعلق صحیح اطلاع نہ دی۔ بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم شیخ ابو العباسؒ کے پاس جاؤ۔ شاید وہ تمہارے

لئے دُعا کریں۔ مَیں شیخ ابوالعباسؒ کو جانتا تھا۔ ان کی خدمت میں پہنچا اور سلام کر کے سارا واقعہ سُنایا۔ شیخؒ نے میری بات پر کوئی توجہ نہیں کی۔ بلکہ مجھ سے کہا ہمارے پاس دو مہمان آئے ہیں ان کے واسطے آٹا، گوشت اور چند چیزیں لے آؤ۔ مَیں شیخؒ کے پاس سے اٹھا اور دل ہی دل میں کہنے لگا۔ اب مَیں دوبارہ ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔ یہ فقیر لوگ اپنی ہی ضرورتوں کو جانتے ہیں دوسروں کی مصیبتوں کا انھیں احساس نہیں۔ یہ سوچتا ہُوا مَیں جا رہا تھا کہ راستے میں مجھے میرا ایک قرض دار مل گیا۔ مَیں نے اسے پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ جب تک تم قرض ادا نہیں کرو گے میں تمھیں نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے مجھے ساٹھ درہم دئے۔ جب ساٹھ درہم مجھے مل گئے تو میں نے دل میں سوچا، مجھے آج شیخؒ کی آزمائش کرنی چاہیے۔ اگر میرا مال مل گیا تو اچھا ہے ورنہ اس کے ساتھ ساتھ یہ ساٹھ درہم بھی اللہ کی راہ میں چلے جائیں گے۔ مَیں نے شیخؒ کی حسبِ فرمائش تمام چیزیں خرید کر ان کی خدمت میں پہنچا۔ جب شیخؒ کی خانقاہ پر پہنچا تو دیکھا کہ میرا خچر کھڑا ہے اور اس پہ تمام مالِ تجارت لدا ہُوا ہے۔ مجھے تعجب ہُوا۔ مَیں خانقاہ کے اندر داخل ہُوا اور تمام چیزیں شیخؒ کے سامنے رکھ دیں۔ شیخؒ نے ایک ایک چیز دیکھ کر کہا، یہ شیرینی کیوں لائے ہو۔ مَیں نے تو نہیں کہا تھا۔ مَیں نے عرض کیا یا شیخؒ! کچھ درہم بچ گئے تھے، سوچا کہ شیرینی بھی لیتا چلوں۔ شیخؒ نے کہا تم قیساریہ جا کر اپنا مال فروخت کر دو۔ مال فروخت کرتے ہوئے جلدی نہ کرنا۔ جتنا مال بیچو دام نقد لینا۔ مَیں شیخؒ کے ارشاد کے مطابق قیساریہ پہنچا، میرا تمام مال ہاتھوں ہاتھ گراں قدر قیمت پر بک گیا۔ اور مَیں خوش خوش خشکی کے راستے وطن پہنچا۔

○

حضرت شیخ ذوالنون مصریؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہُوا، جس کو ترکہ پدری میں ایک ہزار دینار ملے تھے۔ وہ دینار حضرت شیخؒ کی نذر کئے، اور عرض کیا مجھے مرید کر لیجئے، اور یہ دینار خانقاہ کے درویشوں میں تقسیم فرما دیجئے۔ چنانچہ شیخؒ نے اس کو مرید کیا اور وہ تمام دینار فقرا کو تقسیم کر دیئے۔ ایک دینار بھی حضرت شیخؒ نے دوسرے دن کے لئے باقی نہیں رکھا۔ چنانچہ اس مرید نے آہ سرد بھر کر کہا، اب ہزار دینار کب میسر ہوں گے، کاش! مجھے آج بھی اتنے ہی دینار میسر آجائیں تو مَیں اخراجاتِ خانقاہ کے لئے شیخؒ کی خدمت میں پیش کر دوں۔

حضرت ذوالنون مصریؒ نے اس کی اضطرابی دعا کو سُنا اور فرمایا، یہ تین درہم لے کر عطار کی دوکان پہ جاؤ اور فلاں دوا خرید لاؤ۔ اس نے تعمیلِ حکم کی تو شیخؒ نے فرمایا، اس دوا کو ہاون دستہ میں

کوٹ کر روغن میں گوندھو اور تین گولیاں خرمہرہ کے برابر بناؤ۔ اور سُوئی سے گولیوں میں سوراخ کر کے میرے پاس لے آؤ۔ وہ حسبِ ارشاد گولیاں بنا کر لایا، شیخؒ نے ان گولیوں کو اپنے دستِ مُبارک سے مل کر کچھ کلمات گولیوں پر دم کئے، تینوں گولیاں، تین یاقوتِ سُرخ بن گئیں۔ حضرت شیخؒ نے اُس مرید سے فرمایا، ان گولیوں کو بازار لے جاؤ۔ فروخت نہ کرنا۔ صرف قیمت معلوم کر کے واپس آجاؤ۔ مرید گولیوں کو لے کر جب جوہریوں کی دوکانوں پر گیا۔ انھوں نے ہر یاقوت کی قیمت ایک ہزار دینی بخوشی منظور کی۔ لیکن فروخت نہ کرنے کا حکم تھا۔ اس لئے قیمت معلوم کر کے گولیاں شیخؒ کی خدمت میں واپس لے آیا تو آپؒ نے فرمایا، ان گولیوں کو پھر ہاون دستہ میں ڈال کر کوٹ دو اور چھوٹے چھوٹے ریزے کر کے دریا میں ڈال دو، اور فرمایا، اللہ والے درویش دولتِ دُنیا کے بھُوکے نہیں ہوتے، بلکہ ان کے لئے بھُوکا رہنا ہی معراجِ کمال ہے۔

○

حضرت عبدالواحد بن زیدؒ کو فالج کا مرض ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے آپؒ جہاں اور بہت سی ضروریات سے معذور ہو گئے تھے، وہیں آپؒ وضو سے بھی مجبور ہو گئے تھے۔ لیکن تمام مجبُوریاں تو آپؒ گوارا فرما سکتے تھے لیکن طہارت کے ساتھ نماز ادا نہ ہو، یہ ناقابلِ برداشت تھا۔ چنانچہ آپؒ نے بارگاہِ رب العالمین میں عرض کیا، یہ مرض مجھے قبول ہے۔ مَیں تیری اس مرضی میں راضی ہوں، لیکن اتنی عنایت فرما کہ نمازوں کے اوقات میں میرے اعضا تندرست ہو جایا کریں تاکہ وضو کر سکوں، اور طہارتِ تامہ کے ساتھ تیرے عالی مقام دربار میں حاضری دے سکوں۔ گزارش منظور ہوئی۔ شب و روز کے ایک ایک لمحہ میں اُن پر فالج کا اثر رہتا تھا۔ لیکن جب بھی نمازوں کے اوقات آتے تو ان کے اعضا بالکل تندرست ہو جاتے تھے اور جب وہ خوب اچھی طرح وضو کر لیتے اور نماز ادا کر چکتے تو پھر تمام اعضا فالج زدہ ہو جاتے۔

○

حضرت عامر بن قیسؒ کو بہت فتوحات حاصل ہوتی تھیں جن میں سے آپؒ اپنے لئے کچھ بھی نہ رکھا کرتے تھے بلکہ خلق اللہ پر تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور آپؒ کی اسی سخاوتِ نفس اور دریا دِلی کی بدولت خدا نے آپؒ کو یہ کرامت عطا فرمائی تھی کہ روزانہ علی الصباح آپؒ دو ہزار درہم ایک بکس میں ساتھ لے کر مکان سے باہر تشریف لاتے تھے۔ اور جو بھی فقیر و مسکین اس وقت آپؒ کے سامنے آتا آپؒ اس میں سے مٹھی بھر کر اسے دیتے تھے۔ یہ سلسلہ چلتا رہتا، یہاں تک کہ پورے شہر کا چکر لگا کر جب آپؒ گھر واپس تشریف لاتے تو وہ بکس بدستور دو ہزار درہموں سے بھرا رہتا تھا۔ آپؒ اپنے

اپنے مصلّے پر پہنچ کر دو نفل پڑھتے۔ خدا کا شکر ادا کرتے اور اس بکس کو ایک کونے میں رکھنے کی ہدایات فرما دیتے۔ بخشش و عطا کا یہ سلسلہ آپؒ کی زندگی بھر چلتا رہا۔ لیکن اس بکس کے دو ہزار درہموں میں سے کبھی بھی ایک درہم کم نہیں ہُوا۔

○

حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں ایک پہاڑ پر گیا، جہاں بہت انار تھے۔ میرے نفس نے انار کی خواہش کی، مَیں نے ایک دانہ لے کر مُنہ میں ڈالا، ترش معلوم ہُوا۔ مَیں نے تھوک دیا۔ آگے بڑھا تو ایک آدمی کو دیکھا، بہت سی بھِڑیں اس کے گرد جمع تھیں۔ مَیں نے اُسے سلام کہا۔ اُس نے میرا نام لے کر سلام کا جواب دیا۔ مَیں نے پُوچھا "آپؒ نے مجھے کیونکر پہچانا؟" وہ بولے "جس نے اللہ تعالےٰ کو پہچان لیا، اُس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔" مَیں نے کہا: "آپؒ اس مصیبت میں گرفتار ہیں، کیوں اس سے رحمت طلب نہیں کرتے تاکہ یہ بھِڑیں آپؒ سے دُور ہو جائیں۔" بولے "اے ابراہیمؒ! تجھے بھی اللہ کا قُرب حاصل ہے، تم نے کیوں نہ نفس سے بچاؤ کی درخواست کی تاکہ انار کی خواہش دُور ہو جاتی۔"

لوگ درویش اُسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، حالانکہ درویش وہ ہے جس کے پاس سب کچھ ہو۔

ایک مرتبہ ایک بادشاہ کا ایک درویش کے پاس سے گزر ہُوا۔ درویش پاؤں پھیلائے گُدڑی سی رہا تھا، اُس نے بادشاہ کی طرف نہ آنکھ اُٹھا کر دیکھا اور نہ تعظیماً پاؤں ہی سُکیڑے۔ جب بادشاہ نے بہت اصرار کیا، اور بے اعتنائی کا سبب پُوچھا، تو بولے۔ "بادشاہ! جس نے خلقت سے ہاتھ سکیڑ لیے ہیں اُسے پاؤں سکیڑنے کی حاجت نہیں رہتی۔"

○

حضرت شیخ علی متقیؒ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے باکمال بزرگ تھے۔ آپؒ نے بادشاہوں کے ساتھ رہ کر بہت کچھ مال دنیا جمع کیا۔ جب جذبۂ حق سے سرشار ہوئے تو تمام مال و متاع راہِ مولےٰ میں لُٹا کر شیخ عبدالحکیمؒ کی خدمت میں رہ کر خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ بعد ازاں گجرات میں تشریف لائے۔ سلطان بہاءالدین والئ گجرات نے قدم بوسی کی اجازت چاہی، لیکن حضرتؒ نے اُسے اجازت نہیں دی۔ دوبارہ قاضی عبداللہؒ سندھی سلطان کا پیغام ملاقات لے کر حاضر ہوئے۔ مجبُوراً حضرتؒ نے بادشاہ کی درخواست منظور فرمائی۔ جب سلطان حضرتؒ کی زیارت کے لئے حاضر ہُوا

تو ایک کھرڑ روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ حضرتؒ نے وہ روپیہ قاضی عبداللہ سندھی کو دے کر فرمایا کہ تمھاری وجہ سے یہ دولت ہمیں نذرانہ میں ملی ہے، مَیں یہ تم کو دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت نے وہ تمام رقم قاضی عبداللہ سندھی کو دے دی۔

بادشاہ کے ایک وزیر نے اپنے گھر حضرتؒ کی دعوت کی۔ حضرتؒ نے فرمایا، مَیں اس شرط پر دعوت قبول کرتا ہوں کہ جہاں مَیں چاہوں بیٹھوں گا جو چاہوں کھاؤں گا اور جب دل چاہے چلا جاؤں گا۔ وزیر نے آپؒ کی شرائط منظور کرلیں۔ جب حضرتؒ دعوت میں چلے تو ایک ٹکڑا خشک روٹی کا جیب میں رکھ لیا۔ وزیر کے مکان پر پہنچے، زمین پر بیٹھ گئے۔ وزیر نے درخواست کی فرش پر تشریف رکھئے حضرتؒ نے فرمایا کہ تم نے میری شرطیں منظور کی ہیں۔ تب مَیں اس دعوت میں شریک ہُوا ہوں۔ وزیر خاموش رہا۔ جب کھانا آیا۔ حضرتؒ نے خشک روٹی جیب سے نکال کر کھانی شروع کی۔ وزیر نے پھر اصرار کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا "میرا جو جی چاہے کھاؤں گا۔" اور پھر وہاں سے اٹھ کر اپنے مکان پر چلے آئے۔

ایک مرتبہ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ مَیں کشتی پر سوار تھا اور کشتی دریائے شور کو عبور کر رہی تھی۔ ناگاہ طوفان آیا اور کشتی ٹوٹ گئی۔ ہم کئی فقیر ایک تختہ پر رہ گئے۔ پانی کے تلاطم سے جو کتابیں میرے پاس تھیں، بھیگ گئیں۔ جب ہم کنارے پر پہنچے۔ مَیں نے تمام کتابوں کو دھوپ دی۔ ان کے اوراق جُدا ہو گئے لیکن خدا کے فضل و کرم سے ایک حرف بھی ضائع نہیں ہُوا۔ وہاں سے ہم خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں پیاس کی شدّت سے نڈھال ہو گئے۔ لیکن دُور دُور تک پانی کا نشان نہ تھا۔ ہم نے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کی۔ اُس نے اپنی رحمی کا جلوہ دکھایا اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ ہم نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور پھر تازہ دم ہو کر خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے۔

○

عبداللہ خاں والیِ تُوران نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان خیمہ کھڑا ہے جس میں حضورِ رسالت مآبؐ تشریف فرما ہیں۔ ایک بزرگ بارگاہ کے دروازے پر ہاتھ میں عصا لئے کھڑے ہیں اور خلائق کے معروضات حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں پیش کر کے جواب لا رہے ہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے اُس بزرگ کے ہاتھ ایک تلوار عبداللہ خاں کو بھیجی ہے اور اُنھوں نے آ کر اُس کی کمر میں لٹکا دی، اس خواب کے بعد عبداللہ خاں کی آنکھ کُھل گئی۔ خان موصوف نے اس بزرگ کا

حلیہ بتا کر تلاش شروع کی۔ آخر کار اس کے ایک مصاحب نے عرض کیا کہ اس حلیہ کے بزرگ حضرت مولانا امکنگیؒ ہیں۔ بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا، اور بڑے شوق سے گراں بہا تحفے لے کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؒ کا حلیہ وہی پایا جو خواب میں دیکھا تھا۔ نہایت تواضع اور نیازمندی سے نذرانہ قبول کرنے کی التماس کی مگر حضرت مولاناؒ نے قبول نہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ فقر کی حلاوت نامرادی اور قناعت میں ہے۔

○

حضرت ابو حفصؒ نے حضرت شبلیؒ کے ہاں چار ماہ تک بطور مہمان قیام فرمایا۔ اس عرصے میں حضرت شبلیؒ نے ہر طرح سے آپؒ کی خاطر تواضع فرمائی۔ ہر طرح کے طعام اور مٹھائی آپؒ کے لئے حاضر کئے جاتے۔ جب حضرت ابو حفصؒ رخصت ہونے لگے تو حضرت شبلیؒ سے فرمایا کہ اگر آپؒ کبھی ہمارے ہاں نیشاپور تشریف لائیں تو میں آپؒ کو میزبانی سکھاؤں۔ حضرت شبلیؒ نے عرض کیا کہ حضرتؒ! مجھ سے کیا کوتاہی ہوئی۔ حضرت ابو حفصؒ نے فرمایا کہ آپؒ نے تکلف کیا ہے اور تکلف کرنے والا جواں مرد نہیں ہوتا۔ مہمان کو اس طرح رکھنا چاہیئے کہ مہمان کسی بھی طرح میزبان کے اوپر بوجھ محسوس نہ ہو۔ جب آپ اس کے لئے تکلیف اٹھائیں گے تو اس کا آنا آپ کے اوپر گراں گذرے گا۔ اور اس کا جانا آپ کیلئے خوشی کا موجب ہوگا۔

کچھ عرصہ بعد حضرت شبلیؒ کو نیشاپور جانے کا اتفاق ہوا تو آپؒ نے حضرت ابو حفصؒ کے یہاں قیام فرمایا۔ حضرت شبلیؒ کے ہمراہ چالیس آدمی تھے۔ حضرت ابو حفصؒ نے اکتالیس چراغ روشن کئے۔ حضرت شبلیؒ نے عرض کیا کہ حضرت" آپؒ نے تو فرمایا تھا مہمان کے ساتھ تکلف روا نہیں رکھنا چاہیئے۔ حضرت ابو حفصؒ نے فرمایا کہ اٹھو اور بجھا دو۔ حضرت شبلیؒ اٹھے اور ہر چند کوشش کی کہ چراغ کو بجھائیں۔ مگر ایک چراغ کے سوا کوئی گل نہ ہو سکا۔ باقی سب چراغ جلتے رہے۔ تب ابو حفصؒ نے فرمایا کہ یہ چالیس شخص خدا کے بھیجے ہوئے تھے۔ کیونکہ مہمان حق تعالےٰ کا بھیجا ہوا ہوتا ہے۔ ہر ایک اللہ تعالےٰ کے کے بھیجے ہوئے شخص کے لئے میں نے ایک ایک چراغ روشن کر دیا تھا۔ اور یہ محض خدا تعالےٰ کی رضا کے لئے تھا۔ اس لئے وہ نہ بجھائے جا سکے۔ اور جو میرے لئے تھا وہ بجھ گیا۔ تم نے بغداد میں میرے لئے جو کچھ کیا وہ تکلف تھا۔ اور یہ تکلف نہیں۔ کیونکہ اس میں تمھاری خوشنودی نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی خوشنودی کو دخل تھا۔

○

احمد بن عبداللہ مقدسیؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مَیں ابراہیم بن ادھمؒ کا مصاحب رہا اور آپؒ سے آپؒ کا ابتدائی حال دریافت کیا اور ملک فانی کو ترک کر کے ملک باقی کی طرف رجوع کرنے کی وجہ دریافت کی تو حضرت احمد بن عبداللہؒ نے فرمایا' اے بھائی! ایک دن مَیں اپنی سلطنت کے بلند قصر پر بیٹھا تھا' اور خواص میرے سر پر دست بستہ کھڑے تھے' مَیں نے کھڑکی میں سے جھانکا تو صحن میں ایک فقیر کو بیٹھے دیکھا' اس کے ہاتھ میں ایک سوکھی روٹی تھی۔ اس نے اسے پانی میں بھگو کر نمک سے کھایا' مَیں دیکھ رہا تھا۔ جب وہ کھا چکا پھر کچھ پانی پیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر اور حمد بجا لایا اور وہیں صحن میں سو گیا۔ اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں کہا کہ جب یہ فقیر جاگے تو اسے میرے پاس بُلا لا۔ جب وہ نیند سے بیدار ہُوا تو اُس سے غلام نے کہا اے درویش! اس محل کے مالک تجھ سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔ درویش اُٹھ کر غلام کے ہمراہ میرے پاس آیا۔ مجھے دیکھ کر سلام کیا۔ مَیں نے جواب دیا' اور بیٹھنے کی درخواست کی۔ وہ بیٹھ گیا۔ جب وہ بیٹھ کر مطمئن ہُوا تو اس نے درویش سے پُوچھا' اے فقیر تو بھُوکا تھا۔ روٹی کھانے سے تیرا پیٹ بھر گیا۔ درویش نے کہا ہاں' اور شوق سے پانی پیا اور سیراب ہو گیا۔ درویش نے کہا ہاں' پھر بلا کسی رنج وغم کے سویا اور راحت پائی۔ درویش نے کہا ہاں' اس وقت میں نفس کی طرف متوجہ ہُوا اور عتاب کے ساتھ اس سے کہا اے نفس! میں دُنیا کو لے کر کیا کروں۔ نفس تو اس چیز پر جو کہ تو نے اس فقیر پر دیکھا ہے' قناعت کر لیتا ہے۔ اسی وقت مَیں نے اللہ سے توبہ کا عزم کر لیا۔ جب دن گزرا اور رات آئی تو مَیں نے اُونی ٹاٹ پہنا اور ایک اُونی ٹوپی اوڑھی اور ننگے پیر اللہ کی طرف سیر کرتا چلا' اتنے میں مجھے ایک خوش پوش خوبصورت نوجوان ملے۔ ان سے خوشبو آ رہی تھی' میں نے آگے بڑھ کر انھیں سلام کیا اور مصافحہ کیا' انھوں نے جواب دیا اور فرمایا اے ابراہیمؒ! کہاں کا قصد ہے' مَیں نے کہا کہ دُنیا سے بھاگ کر اللہ کی طرف جاتا ہوں' مجھ سے کہا' کیا تم بھوکے ہو' میں نے کہا ہاں' شیخ نے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور مجھ سے کہا تم بھی دو رکعت نماز میری طرح پڑھو۔ مَیں نے نماز پڑھی' پھر کے دیکھا تو ان کے پاس کھانا اور ٹھنڈا پانی رکھا ہُوا تھا' مجھ سے کہا اے ابنِ ادھمؒ آگے آؤ اور اللہ کے فضل سے کھاؤ اور اس کا شکر بجا لاؤ۔ مَیں نے آگے بڑھ کے کھانا کھایا اور پانی پیا لیکن کھانا اور پانی جُوں کا توں تھا۔ مَیں نے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر مجھ سے شیخ نے کہا' اے ابنِ ادھمؒ عقل وفہم کو کام میں لاؤ' اور جان لو کہ حق تعالےٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں تو اسے اپنے لئے برگزیدہ بناتے ہیں اور اس کے قلب میں اپنے قدس کا چراغ روشن فرماتے ہیں۔

حضرت چراغ دہلویؒ اپنے کمرے میں نمازِ ظہر میں مشغول تھے۔ آپؒ کا ایک دشمن تراب نامی آپؒ کو تنہا دیکھ کر حجرہ میں گھس آیا، اور چھرے سے جسم مبارک پر گیارہ زخم لگائے، اور سمجھا کہ آپؒ کا کام تمام ہو چکا ہے، وہاں سے بھاگ گیا۔ آپؒ کے مریدوں نے دیکھا اور اُسے گرفتار کر کے حضرتؒ کے رُو برو لائے اور چاہا کہ اُسے زد و کوب کریں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ کوئی اس سے مزاحمت نہ کرے۔ شیخ صدر الدین کلیمؒ اور شیخ زین العابدینؒ کو قسم دی کہ ہرگز اس کو تکلیف نہ پہنچائیں، اگر اس کو تکلیف دی گئی تو یہ فعل خلافِ وصیتِ شیخؒ ہوگا، کیا تعجب ہے کہ اس کا ہاتھ چھرا چلاتے ہوئے دُکھا ہو۔

○

حضرت سید محمد گیسو درازؒ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ سیادت، کرامت اور ولایت میں شانِ عالی اور بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ ایک روز چند مریدوں کے ہمراہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی پالکی کندھے پر لئے ہوئے جا رہے تھے۔ چونکہ آپؒ کے بال بہت بڑے بڑے تھے۔ پالکی اُٹھاتے وقت پالکی کے ڈنڈے کے نیچے دب گئے۔ دُور دراز کی مُسافت طے کرنا تھی لیکن آپؒ خاموش رہے۔ اگرچہ بے حد تکلیف محسوس کر رہے تھے۔ مگر بوجہ ادب اور عشق و محبت آپؒ اپنے گیسو پالکی کے ڈنڈے کے نیچے سے نہ نکال سکے اور اسی طرح تمام راستہ طے کر کے منزل پر پہنچے۔ جب اس بات کا حضرت شیخؒ کو علم ہوا تو اُن کی عقیدت اور محبتِ صادق سے بہت خوش ہوئے اور زبانِ فیض ترجمان سے یہ بیت ارشاد فرمائی ؎

ہر کہ مُریدِ سیدِ گیسو دراز شُد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شُد

○

حضرت غوث علی شاہؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک گاؤں میں ایک بزرگ کو دیکھا کہ فقیری کے علاوہ ان میں دو کمالات اور بھی تھے، ایک تو وہ کیمیا گر تھے۔ دوسرے عمل جانتے تھے۔ چنانچہ ایک زمیندار اُن کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضرتؒ میری گائے گم ہوگئی ہے۔ اُن بزرگ نے ایک تعویذ لکھا اور جس طرف گائے کا نشان دیا تھا، اُس طرف تعویذ کا رُخ کیا۔ تھوڑی دیر میں گائے اس طرف سے دوڑی چلی آئی۔ حضرتؒ نے یہ کیفیت دیکھ کر تعویذ کا رُخ اپنی طرف کر لیا۔ وہ گائے الٹی پھر گئی۔ آپؒ فرمانے لگے اگر کہو تو اسی طرح گائے کو دوڑ دوڑا کر ہلاک کر دوں۔ پھر آپؒ نے تعویذ سامنے کیا گائے چلی آئی۔

ایک دن بزرگ ہماری بڑی تعریف و توصیف فرمانے لگے۔ ہم نے کہا کہ آج کیا بات ہے کہ چھ مہینے بعد آپؒ نے ہماری تعریف کی، آخر ہماری ملاقات تو ایک عرصے سے ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ تمہاری تعریف اس لئے کر رہا تھا کہ تم چھ مہینے سے یہاں ہو اور خوب جانتے ہو کہ میں کیمیا گر ہوں لیکن تم نے کبھی اس کی خواہش ظاہر نہیں کی۔ ہم نے کہا صاحب! اگر خواہش کی جاتی تو ہمیں علم تھا کہ آپؒ ہمیں یہ بات نہ بتاتے۔ اسی لئے ہم نے خواہش ظاہر نہیں کی۔ ہم تنہا ہیں ہمیں دنیاداری کی فکر نہیں، خداوند کریم اپنی عنایت سے دو روٹیاں ہمیں پہنچا دیتا ہے۔ پھر ہمیں کیا ضرورت اور جس چیز کی حاجت نہ ہو اس کی خواہش کرنا لاحاصل ہے۔

○

حضرت یعقوب بصریؒ ایک مرتبہ، جب آپؒ حرم شریف میں تھے، دس دن تک بھوکے رہے۔ یہاں تک کہ جسم میں شدت کے ساتھ کمزوری طاری ہونے لگی۔ تب آپؒ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہونے لگی کہ جنگل میں جائیں شاید وہاں کھانے پینے کی کوئی چیز دستیاب ہو سکے۔ اس ارادے سے آپؒ جنگل میں نکل گئے۔ وہاں پہنچ کر آپؒ کی نگاہ ایک جگہ گلے سڑے ہوئے شلجم پر پڑی۔ آپؒ نے اسے اٹھا لیا۔ لیکن اس عمل سے دل میں ایک عجیب سا اضطراب اور بے چینی سی پیدا ہوئی۔ یوں محسوس ہوا جیسے کوئی آپؒ سے کہہ رہا ہو۔

"اے یعقوب بصریؒ! تم دس روز تک بھوکے رہے، آخر تمہارا حصہ یہ سڑا ہوا شلجم نکلا۔"

آپؒ نے وہ شلجم اسی وقت زمین پر پھینک دیا اور خدا کی رضا پر راضی رہتے ہوئے مسجد حرام میں تشریف لے آئے اور بیٹھ رہے۔ تھوڑی دیر گذری ہو گی کہ اچانک ایک شخص داخل ہوا اور آپؒ کے قریب آکر بیٹھ گیا۔

اس نے اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی نکالی اور آپؒ کو پیش کرتے ہوئے بولا کہ یہ خصوصی طور پر آپؒ کے لئے ہے۔ آپؒ نے دریافت فرمایا کہ میرے لئے خصوصی طور پر کیوں؟ اس نے جواب دیا کہ ایک روز دریا میں سفر کر رہا تھا اور میری کشتی طوفان میں آپھنسی تھی۔ کشتی میں ایک شخص نے یہ دعا کی اگر خدا ہمیں غرقابی سے نجات دے تو اس کی راہ میں ہم کچھ خیرات کریں گے۔

میں نے بھی یہ منت مانی تھی کہ اگر خدا نے میری جان بچالی تو میں پانچ سو اشرفیاں خیرات کروں گا اور مسجد حرام میں جس شخص پر سب سے پہلے میری نظر پڑے گی اسی کو دوں گا۔ آپؒ چونکہ سب سے پہلے ملے اس لئے یہ آپؒ کی نذر ہیں۔

آپؒ نے جب تھیلی کھولی تو اس میں اشرفیوں کی بجائے میدے کی روٹی، مصری اور بادام نکلے۔ آپؒ نے اس میں سے ایک مٹھی خود لی اور باقی اسے واپس کرتے ہوئے کہا کہ اسے جاکر اپنے بچوں میں تقسیم کر دے۔ پھر اپنے نفس سے فرمایا "اے نفس! تیرا رزق تیری طرف خود چلا آرہا ہے اور تو اُسے جنگل میں جاکر ڈھونڈتا ہے۔"

حضرت شیخ جلال الدین تبریزیؒ اولیاکرام میں مشہور بزرگ گذرے ہیں۔ حضرتؒ نے سلطنت ترک کرکے درویشی اختیار کی تھی۔ اور حضرت شیخ ابوسعید تبریزیؒ کے مُرید ہوئے۔ پیرومرشد کے وصال کے بعد عرصہ دراز تک شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت میں حاضر رہ کر مراتبِ کمال حاصل کیے۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ہر سال حج کے لئے تشریف لے جاتے تو حضرتؒ پیدل ساتھ جاتے۔ حضرت شیخؒ کے کھانے پکانے کی دیگچی اور انگیٹھی ہر وقت اپنے سرِ مبارک پر رکھتے تھے۔ جس وقت بھی حضرت شیخؒ کو بھوک لگتی تو حضرتؒ تازہ تازہ کھانا پیش کرتے۔ باوجود انگیٹھی میں آگ ہونے کے سرِ مبارک کو آگ سے نقصان نہیں پہنچتا تھا۔

ایک مرتبہ سفرِ حج میں حضرت جلال الدین تبریزیؒ کے ہمراہ احدالدین کرمانیؒ بھی تھے حضرت کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ اتفاق سے ہمارا قافلہ ایک ایسے گرم ریگستان سے گذرا کہ اکثر اہلِ قافلہ کے پاؤں میں چھالے پڑگئے۔ سواری کے جانور بھی چلنے سے عاجز ہوگئے لیکن کچھ دُور چل کر ہمیں شتر فروشوں کا ایک کارواں ملا۔ ہمارے رفقاء میں جو لوگ صاحبِ ثروت تھے انھوں نے تو بیس بیس اشرفی دے کر اپنے لئے تازہ دم اونٹ خرید لئے۔ لیکن جو نادار تھے وہ بے حد افسردہ نظر آتے تھے۔ وہ لوگ نہ تو اونٹ خرید سکتے تھے۔ اور نہ چھالے پڑجانے کی وجہ سے چل ہی سکتے تھے۔ حضرتؒ اپنے ساتھیوں کی اس بے بسی سے بہت متاثر ہوئے شتر فروشوں کو طلب فرمایا اور دریافت کیا کہ کس قدر اونٹ تمہارے پاس ہیں۔ اور کتنی قیمت پر فروخت کرو گے۔ تاجروں نے بتایا کہ ان کے پاس پانچ سو اونٹ ہیں اور فی اونٹ کی قیمت بیس اشرفی ہے۔ حضرت جلال الدین تبریزیؒ نے ارشاد فرمایا۔ امیرِ قافلہ کو بلاؤ تاکہ اس کو اونٹوں کی قیمت ادا کی جاسکے۔" بیوپاریوں کے قافلہ کا سردار حاضر ہوا تو حضرتؒ وہیں زمین پر بیٹھ گئے اور بالفاظ بلند تین مرتبہ فرمایا۔ یالطیف! یالطیف!! یالطیف!!!" پھر دستِ مبارک ریت کے اندر ڈالا اور فوراً باہر نکال لیا اور بیس اشرفیاں امیرِ قافلہ کے سامنے ڈال دیں۔ حضرتؒ نے پانچ سو مرتبہ ایسا ہی عمل فرمایا اور تمام اونٹ خرید کر اپنے ساتھیوں

کو دیئے مگر خود پیدل مکہ معظمہ تک تشریف لے گئے۔

○

حضرت شقیق بلخیؒ ایک روز ایک قبرستان کے پاس سے گزرے' ساتھیوں نے فرمایا۔ "یہاں سب جھوٹے لوگ سوئے پڑے ہیں۔" ساتھی متعجب ہوئے اور بولے۔ "حضرتؒ یہ کیسے؟" فرمایا "یہ لوگ زندگی میں کہا کرتے تھے کہ ہمارے پاس مال ہے' اور ہمارا بال بچہ ہے' اگر یہ سب درحقیقت ان کی ملکیت ہوتے تو ان میں سے کسی ایک کو ہی اپنے ساتھ لاتے۔"

سکندر نے مرتے وقت حکم دیا تھا کہ جب میں مر جاؤں تو میرے دونوں ہاتھ تابوت سے باہر نکال دینا' لوگوں نے پوچھا اس میں کیا حکمت ہے' اُس نے کہا۔ "تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ میں جاتے وقت خالی ہاتھ جاتا ہوں۔"

ایک دفعہ ایک بادشاہ نے کسی درویش کو کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کر' درویش نے کہا "کیا تم اپنے مال کو دوست رکھتے ہو' یا اپنے دشمن کو؟" بادشاہ نے کہا "اپنے مال کو۔" درویش بولے: پھر یہ کیا معاملہ ہے کہ تم مال کو تو اس جہان میں چھوڑتے ہو' اور اپنے دشمن کو ہمراہ لے جاتے ہو۔ انصاف تو یہ ہے کہ دشمنوں کو یہاں چھوڑ دو' اور مال کو ہمراہ لے جاؤ۔"

○

ایک دفعہ ایک وزیر کو جو بہت سخی تھا' بادشاہ نے کہا "تم اپنا مال کیوں ضائع کرتے ہو؟ اگر تمھیں مال و دولت پسند نہیں تو مجھے دے دو۔ تاکہ میری دولت میں اضافہ ہو۔" وزیر نے کہا "تم مال کو دوست نہیں رکھتے جو جمع کرنا پسند کرتے ہو۔ جبکہ میں اسے راہِ خدا میں لٹا کر اپنے ساتھ لے جانے کا بندوبست کرتا ہوں۔"

○

حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے فضائل و برکات کا جب عام شہرہ ہوا تو اہلِ مکہ نے ایک دن کہا کہ افسوس مولانا نظام الدینؒ نے ابھی تک حج ادا نہیں کیا۔ اس موقع پر وہ بزرگ بھی تشریف فرما تھے جو چالیس برس سے خانہ کعبہ کے مجاور تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ نہیں یہ بات غلط ہے مولانا نظام الدینؒ ہمیشہ صبح کی نماز اوّل وقت خانہ کعبہ ہی میں ادا کرتے ہیں۔ اس بات کا شہرہ پورے مکہ معظمہ میں ہوا۔ جسے دہلی کے حاجیوں نے بھی سُنا۔ لیکن حضرتؒ کی عظمت و جلال کی وجہ سے آپؒ سے کوئی اس بات کو دریافت کرنے کی جرأت نہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ جب

حضرتؒ اپنے حجرے میں تھے۔ آپؒ کا ایک مرید وضو کے لئے پانی لئے ہوئے حجرے کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ جب کافی دیر ہو گئی تو وہ یہ سمجھا کہ حضرت اوپر چھت پر تشریف فرما ہوں گے۔ یہ سمجھ کر وہ حجرے کے اندر گیا۔ لیکن وہاں بھی حضرتؒ موجود نہ تھے۔ پھر وہ چھت کے اوپر گیا۔ وہاں بھی نہ پایا۔ ناچار حجرے کا دروازہ بند کر کے بدستور کھڑا ہو گیا کہ اسی وقت حضرتؒ نے وضو کے لئے پانی طلب فرمایا۔ اسی اثنا میں اور مرید بھی آ گئے تھے۔ نماز ادا کرنے کے بعد اس مرید نے عرض کیا کہ یا حضرتؒ! میں چھت پر گیا تھا۔ مگر آپؒ وہاں بھی تشریف نہیں رکھتے تھے۔ لیکن جب میں باہر آیا تو آپؒ نے پانی طلب فرمایا۔ مجھے یقین ہے کہ آپؒ نماز کی ادائیگی کے لئے کعبہ شریف گئے ہوں گے اور جو کچھ اس مرید نے حاجیوں سے سُنا تھا عرض کر دیا۔ اس پر حضرتؒ نے چشم پُرآب ہو کر فرمایا کہ میں اس قابل کب ہوں۔ مگر یہ رحمت پروردگار ہے کہ ایک سانڈنی غیب سے پیدا ہو کر مجھے حجرے کی چھت سے اپنے اوپر سوار کر کے کعبہ میں لے جاتی ہے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد واپس پہنچا جاتی ہے۔

○

بادشاہ شاہجہان لاہور تشریف لائے تو جمعہ کے روز علی الصباح حضرت میاں میر صاحبؒ کی زیارت کو بھی تشریف لے گئے اور پچاس ہزار روپیہ پیش کیا۔ حضرتؒ نے رقم قبول نہ کی۔ اس پر شاہجہان نے کہا اگر آپؒ کو اپنے لئے لینے میں کوئی عذر مانع ہے تو اسے اہلِ خانقاہ میں تقسیم فرما دیجئے۔ آپؒ نے فرمایا کہ مالِ سلطنت مشکوک ہوتا ہے۔ اور جس چیز کو میں اپنے لئے منظور نہیں کرتا۔ اسے اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے لئے کس طرح قبول کر لوں۔ مجبوراً بادشاہ وہاں سے رخصت ہوا۔ اور ایک بزرگ جو ان دنوں لاہور میں قیام فرما تھے ان کے پاس گیا۔ اور وہ رقم ان کی نذر کی۔ ان بزرگ نے اپنے خدام سے فرمایا کہ رکھ لو۔ جب دوسرے جمعہ کو پھر شاہجہان میاں میر صاحبؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو پوچھا کہ آپؒ نے تو وہ روپیہ قبول نہ فرمایا لیکن فلاں حضرتؒ نے قبول فرما لیا۔ اس پر آپؒ نے فرمایا کہ وہ درویش مثل دریا کے ہیں اور میں مثلِ کوزہ ہوں کہ اگر اس میں ناخن ڈوب جائے تو اس کا پانی مکروہ ہو جاتا ہے۔ الغرض آپؒ سے رخصت ہو کر بادشاہ پھر ان ہی بزرگ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ آپؒ نے میری نذر قبول فرمالی۔ لیکن میاں میر صاحبؒ نے قبول نہیں فرمائی تھی۔ اس میں کیا اسرار ہیں۔ بزرگ نے فرمایا کہ میاں میر صاحبؒ کا ارتقاء بڑھا ہوا ہے۔

اِتقاء

حضرت شاہ سلیمان قادریؒ جب موضع منجر میں رہتے تھے تو آپؒ کا قیام ایک موچی کے یہاں تھا۔ آپؒ ہر وقت مراقبے میں رہتے تھے۔ اس موچی کا ایک ہمسایہ تھا جو مسخرے پن سے اکثر آپؒ کی نقلیں اتارا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ آپؒ کہیں چلے جا رہے تھے۔ وہ شخص بھی مسخرے پن سے گردن جھکائے آپؒ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ آپؒ نے اسے دیکھا اور کہا کہ فقیروں کے حال کی نقل کرنا اور پھر مسخرہ پن کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ اس حرکت سے باز آ ورنہ سزا پائے گا۔ اس نے گستاخی سے کہا کہ تجھ سے فقیر بہت دیکھے ہیں آپؒ نے فرمایا کہ جس طرح تو میرے پیچھے نقل کرتا ہے اگر اسی طرح رُوبرو بھی کرے تو دیکھوں۔ اس نے بے باکی سے آپؒ کے مراقبے کی نقل کی۔ پھر جو گردن اُٹھانا چاہی تو نہ اُٹھ سکی۔ تمام زندگی ٹیڑھی کی ٹیڑھی رہی۔ اس قصبے میں ایک سردار تھا۔ اس کے چار بیٹے تھے۔ سب سے چھوٹے بیٹے نے جب آپؒ کی کرامت سنی تو خدمت میں حاضر ہُوا اور چالیس روپے نذرانہ کے طور پر پیش کئے۔ جب اس کے باپ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے بیٹے کو جھڑکتے ہوئے کہا کہ تو نے اسے چالیس روپے کیوں دیئے۔ وہ تو موچی کے ہاں رہتا ہے۔ اگر دینے ہی تھے تو چار روپے دے دیتا۔ جب وہ لڑکا دوبارہ خدمتِ عالیہ میں عالیہ میں حاضر ہُوا تو آپؒ نے چار روپے رکھ کر باقی روپے لوٹا دیئے اور فرمایا کہ تیرے باپ کی اجازت صرف چار روپے کی ہے۔

○

حضرت امیر خسرو دہلویؒ جب پیدا ہوئے تو حضرتؒ کے والد حضرتؒ کو ایک مجذوب کی خدمت میں لے گئے۔ حضرتؒ کو دیکھتے ہی مجذوب نے فرمایا کہ یہ لڑکا طوطیٔ ہند اور ملک الشعراء یگانۂ روزگار ہوگا۔ جب حضرت خسروؒ نو برس کے ہوئے تو سلطان المشائخؒ سے بیعت کی۔ ایک روز ایک فقیر سلطان المشائخؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور دستِ سوال دراز کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ آج جو کچھ آئے گا تجھ کو دوں گا۔ اُس روز کچھ نہ آیا۔ پھر فرمایا کہ کل جو کچھ آئے گا تجھ کو دوں گا۔ کل بھی کچھ نہ آیا۔ حضرتؒ نے اپنے جُوتے اس درویش کو دیئے اور رخصت کیا، فقیر جوتے لے کر چلا، اتفاقاً حضرت خسروؒ راستے میں فقیر سے ملے۔ حضرت خسروؒ نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو، اُس نے کہا دہلی سے۔ حضرتؒ نے پوچھا سلطان المشائخؒ کا کیا حال ہے، درویش نے کہا خیریت سے ہیں، حضرتؒ نے کہا تیرے پاس سے بُوئے شیخ آتی ہے۔ شاید کوئی چیز اُن کی تیرے پاس ہے۔ درویش نے کہا کہ کفش خواجہؒ میرے پاس ہیں۔ سلطان المشائخؒ نے مجھے عطا کئے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کیا اس کو

تم فروخت کرنا چاہتے ہو، فقیر نے کہا ہاں! حضرتؒ نے پانچ لاکھ روپے اُس درویش کو دے کر کفش خواجہؒ اس سے حاصل کر لئے۔ اور اُن کو سر پر رکھے ہوئے سلطان المشائخؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سُلطان المشائخؒ نے فرمایا کہ خسروؒ! یہ کفش تو نے سستی خریدی ہیں۔ آپؒ نے عرض کیا کہ یا حضرتؒ! اس درویش نے اسی پر اکتفا کیا، اگر وہ تمام جان و مال اس کفش کے بدلے طلب کرتا تو مَیں سب کچھ دے کر لے لیتا۔

○

حضرت خواجہ بہاءالدین زکریاؒ ایک روز گاڑی میں سوار ہو کر جامع مسجد تشریف لے جا رہے تھے کہ ملتان کے بازار سے حضرتؒ کی سواری گزری حضرتؒ نے ایک فقیر کی صدا سُنی جو ایک حلوائی کی دُکان کے سامنے اپنا کاسۂ گدائی ہاتھ میں لئے حلوائی سے کہہ رہا تھا، میرا کاسہ بھر دے ورنہ مَیں کاسہ اوندھا کر دوں گا اور ملتان شہر اوندھا ہو جائے گا۔ حضرتؒ نے اس فقیر کی صدا سن کر مراقبہ کیا۔ مراقبے میں معلوم ہُوا کہ فقیر کی دھمکی بے اثر ہے، اگر حلوائی نے اس کی ضد پوری نہ کی تو اندیشے کی کوئی بات نہیں ہے۔ حضرتؒ کی سواری آگے بڑھ گئی۔ اتنے میں فقیر نے پھر وہی صدا لگائی۔ حضرتؒ نے پھر مراقبہ کیا، تاکہ معلوم کریں کہ اس کے مرشد میں کیا ایسی روحانی قوت موجود ہے جس کے بل پر یہ فقیر صدا لگا رہا ہے۔ اس مرتبہ بھی مراقبے میں حضرتؒ کو یہی معلوم ہُوا کہ اس کا پیر بھی بالکل خالی ہے۔ حضرتؒ کو یک گونہ اطمینان ہُوا، اور حضرتؒ کی سواری اور آگے بڑھ گئی۔ فقیر نے پھر صدا لگائی۔ حضرتؒ نے گاڑی کو روکنے کا حکم دیا اور پھر مراقبہ فرمایا تو معلوم ہُوا کہ اس فقیر کا دادا پیر بارگاہِ رب العزت میں سر بسجود ہے اور عرض کر رہا ہے، باری تعالیٰ میرے مرید کا مرید ایک ضد کر بیٹھا ہے، تجھے سب قدرت ہے اور میری لاج تیرے ہاتھ ہے۔ اجازت عطا فرما کہ ملتان کو اوندھا کر دوں۔"

حضرتؒ مراقبے میں یہ کیفیت دیکھ کر فوراً حلوائی کی دُکان پر لوٹے۔ حلوائی حضرتؒ کو دیکھتے ہی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور مجمع پر خاموشی چھا گئی۔

حضرتؒ اس فقیر کی طرف بڑھے اور اس کے ہاتھ سے کاسہ لے لیا۔ کاسہ لیتے وقت ایک زلزلہ سا محسوس ہُوا جس نے ملتان کی ساری زمین ہلا دی۔ حضرتؒ نے حلوائی سے وہ کاسہ بھروا کر فقیر کو دے دیا اور فرمایا آئندہ ایسی حرکت کرو گے تو تباہ ہو جاؤ گے۔ جاؤ توبہ کرو، اور ضد کرنا چھوڑ دو۔

حضرت ابوالقاسم جنید رحؒ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ہمراہ کوہ طور پر تھا ہم ایک چشمہ پر پہنچے جو دیر نصاریٰ کے متصل تھا ہمارے ہمراہ ایک قوال بھی تھا اُس نے گانا شروع کیا اور ہمارے ساتھیوں پر وجد طاری ہوا اور وہ کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے۔ اس دیر کا راہب ہمیں دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا قسم ہے اللہ کی قسم ہے دینِ حنفی کی میرے پاس آجاؤ۔ اس خوش وقتی میں ہم میں سے کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو وہ راہب آیا اور کہنے لگا تم میں مُرشد کون ہے سب نے میری طرف اشارہ کیا۔ راہب نے کہا جو کچھ تم سماع اور رقص کر رہے تھے کیا یہ تمہارے دین کے ساتھ مخصوص ہے یا عام ہے۔ میں نے کہا مخصوص ہے اور ترکِ دُنیا اور پرہیزگاری بھی شرط ہے۔ وہ راہب اُسی وقت مسلمان ہُوا۔

○

حضرت عبداللہ بن مُبارک رحؒ بزرگی اور ولایت کے بلند درجہ پر پہنچنے سے قبل دنیاوی عیش و عشرت میں مبتلا تھے۔ آپؒ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپؒ ایک کنیز پر عاشق ہو گئے اور اس عشق کے آزار کی وجہ سے ہر لمحہ بے قرار رہنے لگے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک رات جب سردی بلا کی پڑ رہی تھی آپؒ اپنی معشوقہ کے مکان کی دیوار کے نیچے صبح تک کھڑے رہے۔ تمام رات برف باری ہوتی رہی۔ اور آپؒ کا سارا جسم تقریباً شل ہونے لگا تھا۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو آپؒ کی خود فراموشی کا یہ عالم تھا کہ یہ خیال ہُوا کہ شاید عشا کی اذان ہوئی ہے۔ جب آفتاب طلوع ہُوا اور کائنات روشنی سے منوّر ہونے لگی۔ تب کہیں جا کر آپؒ کو خیال گذرا کہ آپؒ نے ساری رات تو معشوقہ کے انتظار میں گذار دی۔ آپؒ نے اپنے آپ سے کہا "اے مبارک کے فرزند! تجھے شرم آنی چاہیے کہ ایسی مبارک رات تو نے نفس کی خاطر کھڑے کھڑے گذار دی۔ اس کی بجائے اگر تو امام کے ساتھ نماز میں ہوتا اور وہ کوئی لمبی سورت پڑھتا ہوتا تو دیوانہ ہو جاتا اور شور برپا کرتا۔ یہ خیال آتے ہی آپؒ کے دل میں ایک درد پیدا ہُوا۔ چنانچہ اسی دم آپؒ نے توبہ کی اور عبادت میں مشغول ہو گئے اور بہت ہی مختصر عرصے میں خدا نے آپؒ کو ایسا بلند درجہ عنایت ہُوا کہ ایک روز آپؒ کی والدہ ماجدہ باغ میں تشریف لے گئیں تو دیکھا کہ آپؒ گلاب کے پودے کے نیچے سوئے ہوئے ہیں اور ایک سانپ مُنہ میں شاخِ نرگس لئے ہوئے آپؒ کے اُوپر پنکھا کر رہا ہے۔

○

حضرت حبیب عجمی رحؒ ابتدا میں مالدار تھے آپؒ اہلِ بصرہ کو سود پر روپے دیا کرتے تھے اور

جن سے کچھ لینا ہوتا تھا۔ جب تک لے نہ لیتے وہاں سے نہ ٹلتے۔ اس سود کی رقم پر آپ گزارہ کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک شخص کے ہاں جب سود کی رقم وصول کرنے پہنچے تو وہ شخص گھر پر موجود نہ تھا۔ بلکہ اس کی بیوی گھر پر موجود تھی۔ اس نے کہا میرا شوہر تو باہر گیا ہوا ہے میرے پاس کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ ایک بکری ذبح کی تھی۔ لیکن اس کی سری کے سوا اور کوئی چیز باقی نہ رہی۔ اگر آپ اسے لینا پسند کریں تو حاضر کر دوں۔ آپؒ نے کہا چلو یہی دے دو۔ چنانچہ بکری کی سری لے کر گھر واپس آئے اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ یہ سود میں ملی ہے اسے پکاؤ۔ اہلیہ محترمہ نے کہا کہ گھر میں روٹی اور لکڑی بھی تو نہیں ہے۔ آپؒ نے کہا تم فکر نہ کرو۔ میں روٹی اور لکڑی بھی سود میں لے آتا ہوں۔ چنانچہ آپؒ باہر گئے اور اسی طرح روٹی اور لکڑی بھی سود میں لے آئے۔ اہلیہ نے سالن چولہے پر چڑھا دیا۔ جب ہانڈی تیار ہو گئی۔ اور آپؒ نے چاہا کہ اسے برتن میں انڈیلیں کہ عین اُسی وقت دروازے پر ایک فقیر نے صدا بلند کی۔ اور کھانے کے لیے کچھ طلب کیا۔ آپؒ نے جواب دیا کہ جا تجھے کوئی چیز نہیں پہنچتی اور اگر ہم تجھے تھوڑا سا دے بھی دیں اس سے تو کچھ امیر نہ ہو جائے گا۔ بلکہ ہم غریب ہو جائیں گے۔ فقیر نا امید ہو کر واپس چلا گیا۔

آپؒ کی اہلیہ نے جب ہانڈی میں سے گوشت نکالنا چاہا تو وہ سب خون ہو گیا تھا۔ اُنھوں نے شوہر کو آواز دی اور کہا کہ دیکھیے سختی اور جبر سے حاصل کیا ہوا مال کیا ہو گیا۔ آپؒ نے جب آ کر دیکھا تو دل کی حالت متغیّر ہو گئی۔ آپؒ نے اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ میں اپنی سب برائیوں سے توبہ کرتا ہوں۔ دوسرے روز آپؒ گھر سے باہر تشریف لے گئے تاکہ قرض داروں سے جا کر روپیہ واپس لے آئیں اور پھر سود کے لین دین کا خاتمہ کریں۔ اُس روز جمعہ کا دن تھا۔ جب آپؒ سڑک سے گذرے تو لڑکے کھیل رہے تھے۔ انھوں نے ایک دوسرے سے کہا حبیب سود خور آ رہا ہے۔ ذرا دُور ہٹ جاؤ تاکہ اس کے پاؤں کی گرد ہم تک نہ پہنچے۔ مبادا ہم بھی اسی طرح ہو جائیں۔ آپؒ نے جب یہ سُنا تو دل بھر آیا۔ اور حضرت حسن بصریؒ کی مجلس کی طرف چلے۔ حسن بصریؒ نے آپؒ سے چند کلمات ایسے کہے کہ آپؒ کے دل کی حالت متغیر ہو گئی اور آپؒ نے توبہ کر لی۔ جب آپؒ حسن بصریؒ کی مجلس سے واپس ہوئے تو ایک قرض دار آپؒ کو دیکھ کر بھاگنے لگا۔ آپؒ نے اس سے فرمایا مت بھاگو۔ اب تو مجھے تم سے بھاگنا چاہیے۔ لڑکوں نے آپؒ کو آتے دیکھ کر ایک دوسرے سے کہنا شروع کیا "حبیب تائب آ رہا ہے دور ہٹ جاؤ تاکہ ہماری گرد اس پر نہ پڑے۔ اور ہم خدا کے نزدیک گنہگار ہو جائیں۔"

نگاہِ مردِ مومن
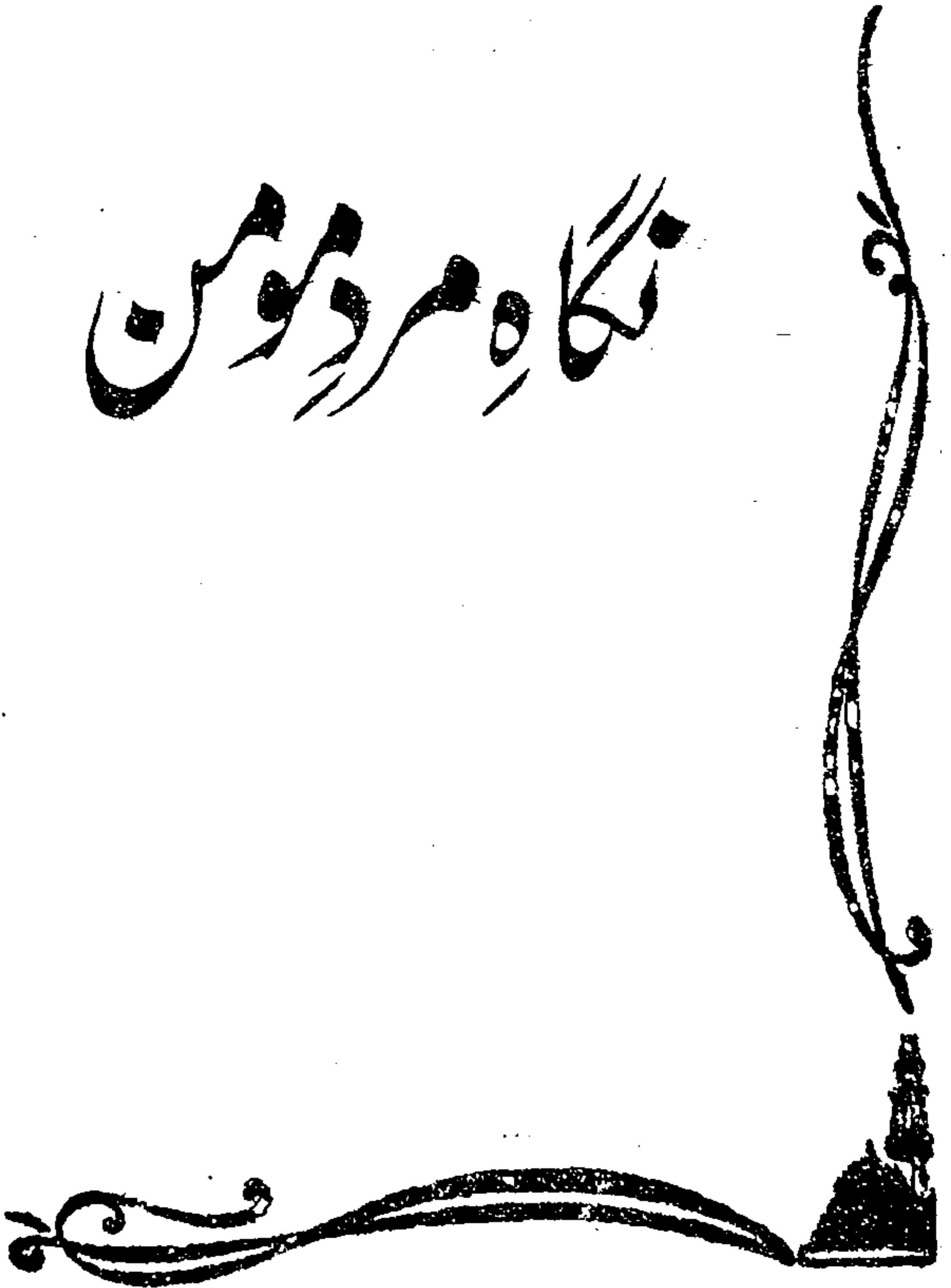
حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اپنے دورانِ سفر میں تبریز سے ۶۶ میل کے فاصلے پر ایک مقام پر حصار شاداں میں دو ہفتے قیام فرمایا، وہاں ایک بہت متمول شخص ہاشم بن عتیق رہتا تھا جو بے حد فاسق و فاجر اور اہلِ معرفت کا سخت مخالف تھا۔ حصار شاداں کے جنوبی حصے میں اس کا ایک باغ تھا جس میں وہ کبھی کبھی سیر و تفریح کے لیے آیا کرتا تھا، حضرت خواجہ اجمیریؒ نے ایک خاص ارادے کے ساتھ اسی باغ میں قیام کیا۔ ابھی آپؒ کو قیام کئے ہوئے تین روز گزرے تھے کہ ہاشم بن عتیق اپنے امیرانہ جاہ و جلال کے ساتھ اس باغ میں آیا۔ حضرتؒ اس وقت تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول تھے کہ باغ کے پاسبان نے عرض کیا:

حضرتؒ باغ کا مالک بہت سنگ دل، ظالم اور گستاخ ہے۔ مصلحت یہ ہے کہ حضرتؒ کسی دوسری جگہ پر قیام فرمائیں۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اس درخواست کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور تلاوتِ قرآن پاک میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ ہاشم بن عتیق باغ میں داخل ہوگیا، وہ حوض کے کنارے سے چہل قدمی کرتا ہوا حضرتؒ کی طرف بڑھا، تو حضرتؒ نے ایک قہر آفریں نگاہ سے اس کی طرف دیکھا اور وہ کانپنے لگا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ کچھ دیر کے بعد وہ ہوش میں آیا تو حضرتؒ نے فرمایا۔ ظلم و ستم سے توبہ کرو۔

اس نے فوراً توبہ کی، حوض پر جا کر وضو کیا، دو رکعت نماز ادا کی اور حضرتؒ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور اس کے لئے دعا کی، اور چند روز کے بعد وہی فاسق و فاجر امیر تقویٰ و پرہیز گاری کے آسمان پر ماہِ درخشاں بن کر چمکا اور اس سے ہزاروں آدمیوں کو فائدہ پہنچا۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ بہ تعمیل اشارۂ ربانی اجودھن تشریف لے گئے، آپؒ کی بزرگی اور کرامات کا شہرہ ہر جگہ ہو چکا تھا اور ہر چہار طرف سے بڑے بڑے غیر مسلم جوگی آپؒ کی آزمائش کے لیئے آتے تھے، ایک جوگی اجودھن میں بھی مقیم تھا، اور وہاں کے لوگ بکثرت اس کے معتقد تھے۔ یہ جوگی اپنے طریقے کے مطابق جوگ کی بہت سی مشقیں کر چکا تھا اور حبس دم میں بھی ماہر تھا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ وہ ہفتے میں صرف ایک بار گائے کا دودھ پیتا تھا۔ اس کے بے شمار معتقدین آٹھویں دن اس کے لئے دودھ لاتے تھے اور وہ شخص اتنی مشق بہم پہنچا چکا تھا کہ جس قدر دودھ آتا تھا سب پی جاتا تھا۔ اس کے بہت سے چیلے اور شاگرد بھی اس کے پاس رہتے تھے، جوگ میں اگرچہ بہت کچھ حاصل کر چکا تھا مگر وہ اس سے مطمئن نہ تھا اور کسی ایسے اُستاد کا متلاشی تھا، جو اسے اور کچھ کمالات سکھلائے۔ حضرت بابا صاحبؒ کی تشریف آوری کا اسے علم ہُوا تو ایک دن اپنے تمام شاگردوں اور چیلوں کی جماعت ہمراہ لے کر آپؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادے سے روانہ ہُوا۔ راہ میں اس نے اپنے دل میں حضرت بابا صاحبؒ کی بزرگی اور کرامت کا ایک امتحان یہ مقرر کیا کہ اگر حضرتؒ کامل ہیں تو میرے کانوں سے سونے کی مندریاں خود بخود نکل کر گر پڑیں گی۔ جب وہ آپؒ کی خدمت میں پہنچا، تو حضرت بابا صاحبؒ پر فضلِ الٰہی سے اس کے دل کا حال منکشف ہو گیا اور آپؒ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تو فوراً اس کے دونوں کانوں کی مندریاں نکل کر زمین پر گر گئیں۔ پہلے امتحان میں یہ حال دیکھ کر اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ حضرت بابا صاحبؒ کی کرامت اب اس میں ہے کہ یہ مندریاں یہیں پیوندِ زمین ہو جائیں اور تخم کی طرح پھوٹ آئیں اور ان میں شاخیں بھی نکل آئیں، خدا کے فضل سے حضرتؒ کو یہ خیال بھی معلوم ہو گیا اور مندریاں زمین میں دھنس گئیں اور آنِ واحد میں وہاں پودے اُگ آئے اور ان میں شاخیں نکل آئیں۔ ان دونوں امتحانات کے بعد وہ جوگی آپؒ کا معتقد ہو گیا اور جس منزل میں خود تھا اس سے آگے کی دریافت کے ارادے سے اس نے حضرت بابا صاحبؒ سے عرض کیا کہ مَیں ایک امتحان اور لینا چاہتا ہوں، مَیں خود غائب ہوتا ہوں آپؒ مجھے تلاش کر کے لے آئیے، مَیں مر یہ ہو جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ زمین پر چت لیٹ گیا اور حبسِ دم کی مشق کے ذریعے اس نے اپنی روح جسم سے نکال دی، رُوح پرواز کرنے لگی۔ آپؒ نے فوراً مراقبہ کیا تو دیکھا کہ جوگی کی رُوح عالمِ ملکوت کی سیر کر چکی تھی، آپؒ نے فوراً اس کی رُوح کو روک لیا اور اس روح سے فرمایا، اب اور آگے بڑھنے کی جرأت نہ کر، یہاں تک تیری رسائی محض اس وجہ سے ہو سکی کہ تجھے حق کی تلاش ہے۔ اس مقام سے آگے بڑھنے کی اجازت

صرف اہلِ ایمان کو ہے اور وہ چیز تجھے حاصل نہیں ۔ مناسب یہی ہے کہ واپس لوٹ آ۔ یہ سُن کر اس کی رُوح واپس آگئی، جوگی اُٹھ بیٹھا اور ہوش میں آتے ہی آپؒ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور دولتِ ایمان سے مالامال ہوگیا۔

○

حضرت خواجہ احرارؒ فرماتے ہیں کہ ہمت سے مراد دل کو ایک امر پر اس طرح جمع کرنا ہے کہ اُس کے خلاف دل میں پھر کوئی خیال نہ آئے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ اوائل جوانی میں جبکہ ہم مولینا سعدالدین کاشغریؒ کے ساتھ ہرات میں تھے اور سیر کیا کرتے تھے تو کبھی کشتی لڑنے والوں کے اکھاڑے میں جا پہنچتے، اور اپنی قوت اور توجہات کا امتحان کرتے، دونوں پہلوانوں میں سے ایک کی طرف توجہ مبذول کرتے تو وہ غالب آتا۔ پھر مغلوب کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ غالب ہوجاتا۔ اِس طرح کئی بار اتفاق ہُوا۔

حضرت خواجہ احرارؒ کے مخلصوں میں سے ایک بزرگ نقل کرتے ہیں کہ سمرقند میں میرا ایک غلام غائب ہوگیا۔ اُس غلام کے سوا میرا مال و متاع اور کچھ بھی نہ تھا، چار مہینے میں نے اُس کی تلاش کی، سمرقند کے قرب و جوار میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں مَیں کئی بار نہ گیا۔ پہاڑ اور صحرا میں پھرا، مگر کہیں اُس کا نشان نہ پایا۔ اس پریشانی میں ناگاہ حضرت خواجہؒ مجھے صحرا میں ملے۔ حضرتؒ کے ساتھ حضرتؒ کے احباب و خدام بھی تھے۔ مَیں نے حالتِ اضطراب میں حضرتؒ کے گھوڑے کی باگ تھام لی، اور نیازمندی سے عرض کیا کہ میرے غلام کا نشان نہیں ملتا ۔۔۔ حضرتؒ نے فرمایا ہم تو دہقانی آدمی ہیں ایسی باتوں کو کیا جانیں، مَیں نے سُنا ہُوا تھا کہ اولیاء اللہ ایسا تصرّف کیا کرتے ہیں کہ غائب کی خبر دے دیتے ہیں، بلکہ غائب کو حاضر کردیتے ہیں اس لئے مَیں نے اصرار کیا اور گھوڑے کی باگ نہ چھوڑی، جب حضرتؒ نے کوئی چارہ نہ دیکھا تو ایک لحظہ سکوت کے بعد فرمایا یہ گاؤں جو سامنے نظر آرہا ہے، کیا اس میں بھی تم نے اُسے تلاش کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں تو اُسے بارہا اس گاؤں میں تلاش کرچکا ہوں ۔ مگر ناکام واپس آیا ہوں ۔ فرمایا، "پھر تلاش کرو مل جائے گا"۔ یہ کہہ کر حضرتؒ نے گھوڑے کو تیز دوڑایا، جب میں اُس گاؤں کے نزدیک پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ غلام پانی کا گھڑا بھرا ہُوا رکھے حیران کھڑا ہے۔ مَیں نے اُسے دیکھ کر خوشی کا نعرہ مارا ۔ حضرت خواجہؒ کا یہ تصرّف دیکھ کر میرا حال بدل گیا۔ میں نے غلام کو آزاد کیا اور خود حضرتؒ کا غلام بن گیا۔

○

حضرت شیخ شاہ کلیم اللہ شاہجہان آبادیؒ ایک دن مراقبہ فرما رہے تھے کہ محمد تقی برہان آپؒ کی

خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرتؒ اسی طرح اپنے عالم کیف و استغراق میں رہے یہاں تک کہ اس مراقبے سے فارغ ہوئے تو نظرِ بندہ نواز محمد تقی برہان پر پڑی اور آپؒ نے برجستہ ان سے ارشاد فرمایا' محمد تقی برہان! آپ یہاں غریب خانے پر کیسے تشریف فرما ہیں' آپ کی جگہ بازار خانم کی یہ حویلی نہیں ہے۔ آپ کے بیٹھنے کی جگہ تو قصرِ شاہی ہے اور حضرت شیخؒ مسکرانے لگے۔ محمد تقی برہان اس بات کو سمجھے بھی نہیں اور یونہی تھوڑی دیر حاضر رہ کر خالی الذہن حضرت شیخؒ سے رخصت ہوئے' گھر پہنچے تو فرخ سیر کا قاصد موجود تھا' قاصد کے ساتھ قصرِ شاہی میں آئے' جہاں فرخ سیر نے معتمد خاص کا خصوصی عہدہ آپ کے پیش کیا۔ محمد تقی برہان حضرت شیخؒ کے اس روحانی تصرف پر حیران رہ گئے کہ صرف حضرتؒ کی توجہ گرامی سے بغیر کسی کوشش و محنت کے یہ گراں مایہ اعزاز حاصل ہُوا۔

○

حضرت شیخ شاہ کلیم اللہ ولی شاہجہاں آبادیؒ کی خدمت میں ایک مفلس و نابینا نوجوان حاضر ہُوا اور با ادب گزارش کی کہ حضرتؒ! کوئی سرمایہ تو پہلے سے بھی نہیں تھا لیکن والد تھے جو کسی نہ کسی طرح اتنا کما لیتے تھے کہ اس سے گزر اوقات ہو جاتی تھی' لیکن اب ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ چار چھوٹے بہن بھائی ہیں' والدہ ضعیف ہیں اور میں نابینا ہوں' انتہائی عسرت ہے' آپؒ ہی سے فریاد ہے۔ حضرت شیخؒ نے کمالِ شفقت کے ساتھ اس سے باتیں کیں' اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کی تلقین کی' پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اپنا لعابِ دہن اس کی آنکھوں کو لگایا۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس کی بینائی عود کر آئی۔ وہ اپنے کاروبار میں مشغول ہُوا اور حضرتؒ کی دُعا سے اُس کا افلاس بھی جاتا رہا۔ سچ ہے ؎

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

○

حضرت شمس تبریزیؒ کی پہلی ملاقات کے بعد حضرت مولانا رومیؒ نے آپؒ کو کھانے پر مدعو کیا' مولانا رومیؒ کے جاہ و جلال کی ہیبت سارے قلمرو ہی پر تھی' بادشاہ خود آپؒ کا احترام کرتے تھے عالی شان مکان' دروازے پر پہرہ دار' راحت و آسائش کا ہر سامان میسر تھا۔ مولانا رومیؒ کے شایانِ شان آپؒ کی ایک عظیم الشان لائبریری تھی' جس میں نادر و نایاب کتب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ حضرت شمس تبریزیؒ مکان پر پہنچے تو مولاناؒ لائبریری میں موجود تھے۔ آپؒ نے ان کو وہیں بلوایا' مولانا فلسفے کی ایک ایسی کتاب ملاحظہ فرما رہے تھے جس کا نسخہ صرف ان ہی کی لائبریری میں موجود تھا۔ مطالعہ کی محویت و دلچسپی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ آنے والے مہمان کو رسمی طور پر خوش آمدید کہنے کے بجائے حضرت مولاناؒ

پھر مطالعے میں محو ہو گئے۔ حضرت شمس تبریزیؒ نے مولاناؒ سے پوچھا "این چیست" تو مولانا رومیؒ کا پندارِ علم برجستہ بول اُٹھا۔ "این علمے است کہ تو نمے دانی"۔

بادۂ روحانیت سے اکتسابِ فیض کا وقت آ ہی گیا تھا، حضرت شمس تبریزیؒ نے معنی خیز تبسم کے ساتھ خاموشی اختیار کر لی اور جب مولانا رومیؒ کسی ضرورت کی وجہ سے کمرے سے باہر گئے تو حضرت تبریزیؒ نے فلسفے کی وہی کتاب اُٹھائی اور مکان کے حوض میں ڈال دی۔ مولاناؒ واپس تشریف لائے تو اسی کتاب کا خیال تھا، دیکھا تو کتاب موجود نہیں تھی۔ اِدھر اُدھر تلاش کیا لیکن جتنا وقت گذرتا جاتا تھا، مولاناؒ کی پریشانی بڑھتی ہی جاتی تھی۔ آخر حضرت شمس تبریزیؒ نے پوچھا اور مولاناؒ نے اپنی پریشانی کا سبب بتایا تو حضرتؒ نے بہت اطمینان و سکون سے فرمایا "وہ کتاب تو میں نے حوض میں ڈال دی ہے"۔

مولاناؒ برافروختہ ہوئے اور اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر سخت باتیں کیں، حضرتؒ نے فرمایا اس میں خفا ہونے اور افسوس کرنے کی کون سی بات ہے، اگر وہ کتاب تمھیں بے حد پسند ہے تو آؤ منگوا دیتے ہیں۔

حضرت مولانا رومیؒ بے حد ہنسے کہ پانی سے بھرے ہوئے حوض میں نایاب قلمی کتاب کا یوں پھینک دینا ہی کتنی بڑی خلافِ عقل و ہوش بات تھی، اور اب دوسری یہ بات اس سے بھی خلافِ دانش یہ کہہ رہے ہیں کہ آؤ کتاب لے آئیں۔ حضرت شمس تبریزیؒ نے فرمایا تم اپنے علم کے مطابق تو ٹھیک ہی کہتے ہو لیکن تمھارا اس میں نقصان بھی کیا ہے، تمھارے نزدیک تو کتاب ضائع ہو ہی چکی ہے، تلاش کر لینے میں ہرج کیا ہے۔ مولانا رومیؒ راضی ہو گئے اور حضرتؒ ان کو لے کر حوض پر پہنچے اور آپؒ نے حوض کی مچھلیوں کو خطاب کر کے فرمایا "آؤ ہمارے مولوی کی کتاب لا دو"۔ چند ہی لمحوں کے بعد کچھ مچھلیاں تو یوں ہی تیرتی ہوئی سامنے آ کر رک گئیں لیکن ان میں سے ایک مچھلی آئی جس کے منہ میں وہی نایاب کتاب تھی اور اس نے حوض کے کنارے پر وہ کتاب چھوڑ دی، حضرت تبریزیؒ مسکرا رہے تھے اور حضرت مولاناؒ حیرت سے خاموشی کا مجسمہ بن گئے تھے۔ حضرت تبریزیؒ نے کتاب اُٹھا کر مولاناؒ کے حوالے کی۔ جب انھوں نے دیکھا کہ پانی کی تہہ میں پڑی ہوئی کتاب جب حوض سے باہر آئی تو اس پر پانی کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ مولانا رومیؒ اس واقعہ سے بے حد متاثر ہوئے اور آخر اس ایک منظر نے ان کے دل کی دُنیا ہی بدل ڈالی۔

حضرت **سلطان الہند خواجہ غریب نواز** اور شیخ احد الدین کرمانیؒ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ایک جگہ بیٹھے گفتگو فرما رہے تھے کہ سامنے سے ایک لڑکا تیر و کمان ہاتھ میں لئے ہوئے گذرا سرکار غریب نوازؒ نے فرمایا مجھے لوحِ محفوظ پہ دیکھ کر معلوم ہوا ہے کہ یہ لڑکا دہلی کا بادشاہ ہوگا۔ حضرتؒ کی پیش گوئی حرف بحرف صادق آئی۔ وہ لڑکا سلطان شمس الدین التمش تھا۔ جو دہلی کا جلیل القدر شہنشاہ بنا۔

ایک روز ایک شخص بغل میں چھری دبا کر قتل کے ارادے سے خدمتِ عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے سرکار کی قدم بوسی کا بے حد اشتیاق تھا۔ حضرتؒ نے فرمایا تو جس کام کے لئے آیا ہے وہ کام کر، میں تیرے سامنے موجود ہوں۔ یہ سن کر وہ شخص خوف کے مارے تھر تھر کانپنے لگا۔ عرض کیا یا حضرتؒ! میں بے قصور ہوں۔ مجھے فلاں شخص نے آپؒ کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ للّٰہ معاف فرمائیے۔ یہ کہہ کر اُس نے چھری حضرتؒ کے آگے ڈال دی۔ حضرتؒ نے کمال خندہ پیشانی سے اُسے معاف فرما دیا۔ وہ فوراً تائب ہو کر حضرتؒ کے دستِ حق پر بیعت ہو گیا۔

○

حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتی ایک مرتبہ کوہستان کی سیاحت فرما رہے تھے۔ اچانک ایک بلند پہاڑ سے گذر ہوا تو دیکھا۔ ایک ہندو فقیر آنکھیں بند کئے دھیان میں مصروف ہے۔ تھوڑی دیر تک آپؒ اس کے پاس کھڑے رہے۔ پھر اپنے قلب سے اس کے قلب کو حرکت دی۔ چونکہ وہ بھی اپنے فن میں کامل تھا۔ آنکھیں کھولیں اور اپنے سامنے آپؒ کو کھڑے دیکھا۔ اس نے یہ سمجھ کر کہ یہ بھی کامل درویش ہیں اپنی جھولی سے ایک پتھر نکال کر حضرتؒ کو دیا اور کہا کہ یہ پارس ہے اور اس پر لوہا لگنے سے لوہا فوراً سونا بن جاتا ہے۔ حضرتؒ اس پتھر کو دیکھ کر مسکرائے اور پھر اسے ایک گہرے غار میں پھینک دیا۔ یہ غار برساتی پانی سے بھرا ہوا تھا۔ وہ فقیر یہ دیکھ کر سخت حیران ہوا اور بولا کہ اے شخص میں نے تو یہ پتھر بڑی ریاضت اور عمل کے ساتھ حاصل کیا تھا اور تو نے اسے سنگِ بے مایہ سمجھ کر پھینک دیا۔ میں نے تو تیری بھلائی کے لئے یہ تجھے دے دیا تھا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ جو چیز تو نے بخشی وہ میری ملک تھی اور میں نے جو بہتر سمجھا وہ کیا۔ اب تجھے اس سے کیا غرض۔ مگر وہ فقیر مطمئن نہ ہوا اور بولا کہ نہیں وہ پتھر تو مجھے واپس کر دے۔ ورنہ تیری رستگاری نہیں ہوگی۔ حضرتؒ نے فرمایا میرے لئے ایسے پتھر پیدا کر دینا تو کوئی مشکل بات نہیں ولی اللہ کی نگاہیں تو جس پتھر پہ پڑ جاتی ہیں وہ پارس بن جاتا ہے۔ لیکن جوگی پھر بھی نہ مانا تو وہ اسے لے کر اس نالے پر پہنچے اور اس سے کہا کہ تو اس میں سے اپنا پتھر پہچان لے۔ جب جوگی پانی میں اُترا تو اس نے

اس طرح کے بے شمار پتھر پڑے ہوئے دیکھے - اور اس کے لیئے اپنا پتھر پہچان لینا مشکل ہوگیا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ لوہا لگا کر دیکھ - جب اس نے لوہا لگایا تو وہ سونا بن گیا - اب وہ جس پتھر کو لوہا لگاتا سونا بن جاتا - بڑی تلاش کے بعد اسے اپنا پتھر بھی مل گیا - لیکن اتنے پتھروں کو دیکھ کر لالچ غالب آگیا اور اس نے چپکے سے ایک پتھر اور ساتھ رکھ لیا - حضرتؒ نے نورِ باطن سے اسے دیکھ لیا اور فرمایا کہ تو نے ایک پتھر زیادہ کیوں لے لیا - یہ کرامت دیکھ کر وہ معتقد ہوگیا اور دونوں پتھر حضرتؒ کے سامنے رکھ قدمبوس ہوگیا اور عرض کیا کہ مجھے بھی معرفت کی کچھ نعمت عطا فرمایئے - آپؒ نے فرمایا کہ یہ نعمت بغیر اسلام کے حاصل نہیں ہوتی - وہ اسی وقت اسلام قبول کر کے حضرتؒ کا مرید ہُوا - اور ان کی توجہ سے چند روز میں ولی کامل ہُوا -

○

حضرت خواجہ بزرگ معین الدین چشتیؒ عظمائے اولیاء و بڑے مشائخ چشت سے ہیں - حضور رسولِ مقبولؐ کے حکم سے اجمیر تشریف لے گئے اور اسلام کا بول بالا کر دیا - اہلِ اجمیر نے جب یہ کیفیت دیکھی تو حضرت خواجہؒ کے کرامات کو جادو سمجھ بیٹھے - جے پال جوگی جو جادو میں اپنا مدِ مقابل نہ رکھتا تھا، رائے پتھورا کے بلانے پر اجمیر آیا - جب حضرت خواجہ چشتیؒ کو علم ہُوا تو حضرت خواجہؒ نے وضو کیا اور اپنے ہمراہیوں کے گرد عصا مبارک سے دائرہ بنا دیا اور ارشاد فرمایا کہ انشاءاللہ تعالےٰ دُشمن اس دائرے کے اندر نہ آسکیں گے چنانچہ جب جے پال نزدیک آیا اس کے ہمراہیوں کا پَیر دائرے کے اندر پڑا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے، جے پال نے یہ بندوبست کیا کہ حضرت خواجہ چشتیؒ کے ہمراہیوں کو اناساگر سے پانی نہ لانے دیں - جونہی حضرت خواجہؒ کو ان لوگوں کی اس حرکت کا علم ہُوا، حضرت خواجہؒ نے شادی دیو کو حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو ایک پیالہ پانی اس تالاب میں سے لے آئے - حضرت خواجہؒ کے حکم کے مطابق شادی نے تالاب سے پیالہ بھر لیا - پیالہ کے بھرتے ہی تالاب کا پانی ایسا خشک ہُوا کہ جیسے کبھی اس میں پانی ہی نہیں تھا - پیالے کی یہ کیفیت تھی کہ ہر چند اس میں سے پانی خرچ ہوتا تھا مگر پانی پیالے میں جُوں کا توں رہتا - پانی کے خشک ہو جانے سے جے پال کے ساتھیوں کو بہت تکلیف ہوئی - جے پال یہ دیکھ کر قریب دائرہ حصار کے آیا اور کھڑے ہو کر آواز دی کہ بندگانِ خدا پیاسے مرے جاتے ہیں - اور آپؒ تماشہ دیکھ رہے ہیں - فقیر کو رحم و کرم کرنا چاہیئے نہ کہ ظلم، فقیروں کا کام بندگانِ خدا کی پیاس بُجھانا ہے حضرت خواجہ چشتیؒ نے جے پال کی منّت وزاری پر شادی دیو کو حکم دیا کہ پانی کا پیالہ تالاب میں ڈال دو ڈالتے ہی معاً تالاب بدستور پانی سے بھر گیا - جادوگروں نے تالاب کو پانی سے بھرا ہُوا دیکھ کر پھر جادو کرنا شروع

گیا۔ پہاڑ سے ہزارہا سیاہ سانپ نکل کر حضرت خواجہؒ کی طرف آنے شروع ہوئے۔ مگر جو سانپ قریب دائرے کے آیا، دائرے کی لکیر پر سر رکھ کر رہ گیا۔ جب یہ عمل بھی کارگر نہ ہوا تو پھر آسمان سے آگ برسنی شروع ہوئی۔ آگ کے ڈھیر لگ گئے، ہزاروں درخت جل گئے مگر دائرہ حصار میں کچھ آسیب نہ پہنچا۔ آخر جے پال حضرت خواجہؒ کے قدموں میں گر پڑا۔ اور روتے ہوئے صدق دل سے توبہ کی، اور مسلمان ہو گیا۔ حضرت خواجہؒ سے دُعا کا طالب ہوا کہ میرے لئے دعا کیجئے کہ میں امر ہو جاؤں، حضرت خواجہؒ نے اس کے لئے دعا فرمائی اور خدا تعالےٰ نے جے پال کو حیاتِ دائمی بخشی۔

حضرت شمس الدینؒ ایک مرتبہ ایک گاؤں میں پہنچے دیکھا کہ تمام گاؤں والے اپنا اپنا سامان اٹھائے بھاگ رہے تھے۔ حضرتؒ نے ان لوگوں سے پوچھا کیوں بھائی! تم لوگ اس گاؤں کو کیوں چھوڑ رہے ہو، انھوں نے عرض کیا کہ حاکم خراج بہت زیادہ مانگتا ہے۔ اور اس دیہات میں کئی سال سے پیداوار نہیں ہو رہی ہے اس لئے ہم لوگ یہ گاؤں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا گاؤں کے نمبردار کو ہمارے روبرو لاؤ۔ جب گاؤں والوں نے نمبردار کو حضرتؒ کی خدمت میں حاضر کیا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ اس گاؤں کا بیع نامہ ہمارے نام لکھ دو۔ اور نمبردار تم ہی رہو، اس نے بیع نامہ لکھ دیا، اس وقت حضرتؒ نے فرمایا کہ تمام لوہے کے آلات جن سے تم کھیتی باڑی کرتے ہو۔ اکھٹے رکھ کر اس انبار کو آگ لگا دو اور صبح ان کو نکالنا۔ اس حیلے سے تم سرکاری لگان بھی ادا کر سکو گے اور تمھیں گاؤں چھوڑ کر جانا بھی نہیں پڑے گا۔ گاؤں والوں نے حضرتؒ کے ارشاد کے مطابق ایسا ہی کیا۔ حضرتؒ رات کو چپکے سے وہاں سے چلے گئے۔ صبح جب گاؤں والوں نے اپنے ہل اور دیگر لوہے کا سامان راکھ کے ڈھیر سے نکالا تو یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کیونکہ وہ سب سامان سونے کا بن گیا تھا۔ تمام گاؤں والے بہت خوش ہوئے اسے بیچ کر سرکاری لگان ادا کیا اور پھر اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگے۔

○

حضرت معروف کرخیؒ ایک مرتبہ کچھ لوگوں کے ہمراہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں آپؒ نے چند لوگوں کو آپس میں لڑتے جھگڑتے ہوئے دیکھا۔ جب آپؒ ان کے پاس سے گذرے اور دجلہ کے کنارے پہنچے تو آپؒ کے ساتھیوں نے آپؒ سے عرض کیا کہ شیخ! دُعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ ان سب کو غرق کر دے تاکہ ان کی بدبختی کا خاتمہ ہو۔ لوگوں کو چین و سکون میّسر ہو اور ان کے فساد کا اثر دوسروں تک نہ پہنچے۔ حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا، تم سب لوگ دُعا کے لیے اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔ سب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو آپؒ نے فرمایا یا الٰہی جیسے تو نے ان لوگوں کو اس دُنیا میں عیش و آرام

مرحمت فرمایا ہے۔ اسی طرح آخرت میں بھی ان کو عیش و عشرت سے سرفراز فرما۔
احباب کو اس پر سخت تعجب ہُوا اور انھوں نے بادب و آداب عرض کیا کہ اے شیخ! یہ حکمت ہماری سمجھ سے بعید ہے۔ آپؒ نے فرمایا۔ صبر سے کام لو یہ راز تم پر ابھی منکشف ہُوا جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد حضرتؒ ان تمام اصحاب کرام کی معیت میں واپس اس راستے سے آئے اور ان لوگوں کی نگاہ آپؒ کے روئے مبارک پر پڑی۔ انھوں نے اُسی وقت اپنی لڑائی بند کر دی۔ شراب کے پیالے پھینک دیئے۔ اور آپؒ کے قدمِ بابرکت میں آگرے اور گناہوں سے توبہ کی۔
حضرتؒ نے اپنے احباب سے مخاطب ہو کر فرمایا تم نے دیکھا کہ بجائے غرق ہونے کے ان کی مُرادیں پوری ہو گئیں۔ اور یہ نیکوں کے زُمرے میں شامل ہو گئے۔

○

ایک دن حضرت خواجہ حسن بصریؒ جامع ابوعاصم میں اعلانِ حق کی فضیلت بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں حجاج بن یُوسف وعظ کی محفل میں آیا، اور ایک امتیازی شان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ "اس محفل میں بعض آدمی ایسے موجود ہیں جو اپنی شخصیت کو مرتبۂ انسانیت سے بالاتر سمجھتے ہیں اور عام انسانوں کو ایک حقیر مچھّر سے بھی زیادہ ذلیل سمجھتے ہیں، ان کے سامنے غریب آدمیوں کا بیٹھنا ممنوع ہے۔ ان کے سامنے بولنا گناہ ہے اور ان کے کسی فعل پر ادنےٰ سا اعتراض کرنا موجبِ قتل ہے، اے فنا ہونے والے انسانو! کیوں تم اپنی ان فانی قوتوں پر ناز کرتے ہو"
حاضرین محفل کو یقین تھا کہ اس بے باکانہ تقریر پر حجاج بن یوسف حضرت خواجہؒ کے قتل کا حکم صادر کر دے گا۔ مگر وہ خاموش بیٹھا ہُوا آپؒ کی تقریر سُنتا رہا اور پھر اُٹھ کر چلا گیا۔
ایک ہفتہ بعد حجاج بن یُوسف نے حضرت خواجہؒ کو ایک خط تحریر کیا، اور ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ حضرتؒ نے اس خط کو لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا "جس چیز کو ایک ظالم کے ہاتھوں نے مس کیا ہے میں اس کو چھُونا نہیں چاہتا۔ اور اس خط کی پشت پر لکھوا دیا۔ "خدا کے منحرف بندے حجاج کو معلوم ہو کہ غریب تیرے ظلم سے تنگ آ گئے ہیں۔ میں تجھ سے ملاقات پسند نہیں کرتا۔" (حجاج نے ظلم سے توبہ کی اور وہ حضرتؒ کی نگاہِ کرم سے مردِ مومن بن گیا۔)

○

حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رح متبحر عالم اور نہایت خلیق اور شیریں زبان۔ ادنےٰ و اعلےٰ سے نہایت متانت اور نرمی سے گفتگو کرتے تھے اور کسی کو حقیر نگاہوں سے نہ دیکھتے تھے۔ آپ رح کے ہر انداز سے ذوقِ معرفت اور عشقِ الٰہی کا اظہار ہوتا تھا۔ راتیں اشکباری و بے قراری کے لئے وقف تھیں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ ہمیشہ غریبوں اور اپاہجوں کی مدد کرتے تھے اور بیماروں کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک غریب طالب علم نے حضرت خواجہ رح سے امیرِ سمرقند کی شکایت کی کہ وہ بے حد مغرور اور سنگدل ہے، حضرت خواجہ رح ان الفاظ کو سن کر اس امیر کے مکان پر تشریف لے گئے اور انتہائی بے باکی سے کہا "میں نے سُنا ہے کہ تم اپنی ہستی کو مرتبۂ انسانیت سے بالاتر سمجھتے ہو۔ اگر یہ سچ ہے تو میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ تمھاری شمعِ حیات بجھنے والی ہے اور شہرِ خموشاں کے رہنے والے تمھارے انتظار میں ہیں، اگر تم اچھے اعمال کا سرمایہ لے کر جاؤ گے تو آغوشِ رحمت میں جگہ ملے گی، ورنہ یاد رکھو کہ اپنی جگہ سے سیدھے جہنم میں جاؤ گے۔

حضرت خواجہ رح کے یہ الفاظ امیرِ سمرقند کے دل میں تیر و نشتر کی طرح اُتر گئے اور وہ تائب ہو کر حضرت خواجہ رح کے قدموں پر گر پڑا۔

○

بصرے کے ایک رئیس حضرت رابعہ رح کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اس نے کہا میں کچھ نصیحت چاہتا ہوں۔ آپ رح نے فرمایا، اگر کوئی شخص تجھ سے یہ دریافت کرے کہ تو اللہ کو دوست رکھتا ہے تو خاموش ہو جا، کیونکہ اگر تو انکار کرے گا تو کافر ہو جائے گا، اور اگر تو اقرار کرے گا تو یہ غلط بیانی ہے۔ یہ اس لئے کہ تیرے افعال دوستوں جیسے نہیں۔ یہ الفاظ اثر آفریں ثابت ہوئے۔ رئیس اشکبار ہُوا۔ اس نے گناہوں سے توبہ کی۔ اس کے اندر تمام خوبیاں پیدا ہو گئیں جو ایک مومن کے لئے لازم و مخصوص ہیں۔

○

وادیٔ فاطمہ میں ایک شخص نے حضرت رابعہ رح سے عرض کیا، میری دُعا قبول نہیں ہوتی، اس کا کیا سبب ہے۔ آپ رح نے ارشاد فرمایا، تم اللہ تعالےٰ کو جانتے ہو، لیکن اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ کو پہچانتے ہو، مگر ان کی پیروی نہیں کرتے۔ قرآن کریم پڑھتے ہو، مگر اس پر عمل نہیں کرتے، اللہ کی دی ہوئی نعمت کھاتے ہو، مگر اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔ جس شخص کا طرزِ عمل یہ

ہے اس کی دعا کس طرح قبول ہو سکتی ہے' وفادار بن جاؤ اور وفاداری کا انعام حاصل کرو۔

حضرت عثمان بصریؒ لکھتے ہیں۔ حضرت رابعہؒ ایک روز دجلہ کے کنارے بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہاں چند یتیم بچے کھیل رہے تھے۔ ایک بچہ بہت کم سن اور غریب تھا۔ ایک مزدور اس سے گزرا اور اس نے اپنے رومال سے بچے کا منہ صاف کر دیا۔ حضرت رابعہؒ کو یہ رحم دلی پسند آئی۔ آپؒ نے مزدور سے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا میں ایک غریب مزدور ہوں' اس بچے کو دیکھ کر مجھے رحم آ گیا۔ آپؒ نے فرمایا' تم نے اس بچے کا منہ صاف کیا ہم نے تمھارا دل صاف کر دیا۔

ایک روز آپؒ بستان العابدین میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ باغ کے مالک نے ایک انار پیش کیا' آپؒ نے وہ قبول فرما لیا' اسی روز اس باغ کے تمام انار شیریں ہو گئے۔

ایک دفعہ آپؒ ایک کشتی میں سفر کر رہی تھیں۔ یکایک سمندر میں طوفان آ گیا۔ آپؒ نے فوراً قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا اور آنکھیں بند کر کے کہا' پروردگار ایسی حالت میں ہمیں غرق کرے گا' جب کہ ہم تیری کتاب پڑھ رہے ہیں۔ اسی وقت طوفان ختم ہو گیا۔

ایک دفعہ آپؒ کشتی میں سوار ہونا چاہتی تھیں۔ لیکن آپؒ کے پاس کرایہ ادا کرنے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ ملاح نے ایک دینار طلب کیا۔ آپؒ نے دو رکعت نماز ادا کر کے حق تعالیٰ سے کہا' مالک! ملاح کچھ مانگتا ہے اور میرے پاس کچھ نہیں ہے' اُسی وقت دریا کا ریت سونا بن گیا اور آپؒ نے ایک مٹھی بھر کر ملاح کو دے دیا۔

ایک مرتبہ ایک طالب علم آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس نے کہا' مائی صاحبہ! "مجھے سبق یاد نہیں ہوتا' آپؒ نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیر دیا۔ اسی دن سے وہ بے حد ذہین ہو گیا۔

○

۷ حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ کی صاحبزادی بڑی حسین و جمیل تھی۔ شاہ کرمان کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے عجز و نیاز کے ساتھ نکاح کی درخواست کی حضرتؒ نے فرمایا کہ تین دن کے بعد جواب دوں گا۔ اور اس کے بعد ممدوح مساجد میں ارباب تقویٰ کی جستجو کرنے لگے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز بہت خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتا ہے۔ آپؒ نے اس سے پوچھا "کہو تمھاری شادی ہو چکی ہے؟" اس نے عرض کیا "حضرتؒ! مجھے کون لڑکی دے گا' میرے پاس صرف تین درم ہیں" حضرتؒ نے فرمایا۔ میں تمھیں اپنی لڑکی دیتا ہوں۔ بے زری کی پرواہ نہ کرو۔ تمھارے پاس جو تین درم ہیں ان میں سے

ایک درم میں کھانے، ایک درم میں خوشبُو اور ایک درم میں شیرینی کا انتظام کر لو۔ مَیں تمھارا نکاح کئے دیتا ہوں"۔ اس شخص نے حکم کی تعمیل کی اور حضرتؒ نے اپنی صاحبزادی سے اس کا نکاح کر دیا۔ وہ صاحبزادی کو ہمراہ لے کر اپنی جھونپڑی میں آیا۔ صاحبزادی نے دیکھا کہ چٹائی کا ایک ٹکڑا جھونپڑی میں پڑا ہے۔ ایک طرف ایک مٹی کا کوزہ رکھا ہے۔ اور اس پہ ایک سُوکھی روٹی رکھی ہوئی ہے۔ صاحبزادی نے یہ عالم دیکھ کر شوہر سے پوچھا "یہ کیا ہے؟" شوہر نے جواب دیا۔ یہ کل کی بچی ہوئی روٹی ہے جسے میں نے آج کے لئے رکھ چھوڑا ہے"۔ یہ سُن کر صاحبزادی اُٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے باپ کے گھر واپس جانے کا ارادہ کیا۔ شوہر یہ دیکھ کر غم زدہ ہُوا اور کہنے لگا "یہ تو مَیں پہلے ہی جانتا تھا کہ ایک شاہزادی مجھ فقیر بے نوا کے گھر میں نہیں رہ سکتی"۔ شاہزادی یہ سُن کر ٹھہر گئی اور اس نے کہا "مَیں آپ کے افلاس و غربت کی وجہ سے نہیں جا رہی ہوں بلکہ میرے والد بزرگوار نے فرمایا تھا کہ مَیں تجھے ایک پرہیزگار کے عقد میں دیتا ہوں۔ لیکن آپ کے ہاں آکر مَیں نے جو باتیں دیکھیں وہ پرہیزگاری کے خلاف ہیں۔ کیا ایک پرہیزگار کی شان یہی ہے کہ وہ دوسرے دن کے لئے کھانا اُٹھا کر رکھے اور خدا پہ اتنا بھروسہ بھی نہ کرے کہ وہ پروردگارِ عالم دوسرے دن بھی اسے رزق دے گا"۔ صاحبزادی کی زبان سے یہ الفاظ سُن کر وہ بہت محجوب ہُوا۔ معذرت چاہی اور کہنے لگا کہ "اس گناہ کے کفارہ کی بھی کوئی صورت ہے؟" صاحبزادی نے کہا "بس ایک ہی صورت ہے، یا مَیں اس جگہ رہ سکتی ہوں یا روٹی رہ سکتی ہے۔ فقیر نے اسی وقت وہ روٹی اُٹھا کر ایک گدا کے حوالے کر دی۔ اُس دن سے وہ صحیح معنوں میں مومن بن گیا۔

○

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ متقدمین اولیاء اللہ میں نہایت بلند پایہ اور خدا رسیدہ بزرگ ہیں۔ آپ کا طریقۂ عبادت اور مجاہدۂ نفس عقلِ بشری سے بالاتر تھا۔ اس لئے اہلِ مصر آپؒ کو زندیق کہتے تھے اور آپؒ کی ولایت کے قائل نہ تھے۔ دربارِ خلافت میں حضرتؒ کے حالات کی شکایت کی گئی اور خلیفہ متوکل عباسی کے حکم سے آپؒ پا بجولاں مصر سے بغداد لائے گئے۔ اثنائے راہ میں ایک عورت نے آپؒ کو ہدایت کی "ذوالنونؒ! خبردار، حکومت کے ظلم سے نہ ڈرنا۔ خلیفہ بھی تیری ہی طرح خدا کا ایک عاجز بندہ ہے اور بندہ کا بندے سے ڈرنا کیا معنی؟ بندہ ہر وقت مجبور ہے وہ کچھ نہیں کر سکتا"

آپؒ دربارِ خلافت میں پیش کئے گئے تو خلیفہ نے آپؒ کو جیل خانے بھیجنے کا حکم دیا۔ چالیس شبانہ روز آپؒ اسیرِ زندان رہے۔ اس دوران میں حضرت بشر حافیؒ کی ہمشیرہ ہر روز ایک روٹی لے جا کر

آپ کو پیش کرتی رہیں۔ جس دن آپؒ کو باہر نکالا گیا تو محافظِ زنداں نے وہ چالیس روٹیاں آپؒ کے حکم سے فقراء کو تقسیم کیں۔ جس وقت یہ خبر حضرت بشر حافیؒ کی بہن کو پہنچی کہ حضرت ذوالنون مصریؒ نے میری دعوت مسلمہ کو رد کر دیا۔ اور ایک دن بھی وہ روٹی نہیں کھائی۔ تو انھیں بے حد صدمہ ہُوا، دل شکستہ و آزردہ خاطر حاضرِ خدمت ہوئیں۔ اور فرمایا "حضرت! آپؒ کو علم ہے کہ یہ روٹیاں کسبِ حلال کی تھیں اور خدا گواہ ہے کہ اس کے ذریعے آپؒ پر کوئی احسان کرنا بھی مقصود نہ تھا۔ پھر آپؒ نے انھیں کیوں قبول نہیں کیا؟"

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا "وہ روٹیاں بے شک حلال تھیں، مَیں جانتا ہوں، مگر وہ داروغۂ جیل کے ناپاک ہاتھوں کے ذریعے آئی تھیں، اس لئے میرے لئے حلال نہ تھیں۔" یہ تھا اولیاء اللہ کا تقویٰ۔

بشری حیثیت سے چالیس روز تک کچھ نہ کھانے سے کمزوری و ناتوانی اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ جب آپؒ کو زنداں سے نکالا گیا تو آپؒ فرطِ نقاہت سے زمین پر گر پڑے۔ سر پھٹ گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اس طور پہ اظہار ہُوا کہ حضرت ذوالنونؒ کے کپڑوں پر کوئی چھینٹ بھی خون کی نہ تھی اسی طرح زمین پر بھی کوئی قطرۂ خون نظر نہ آتا تھا۔ جس قدر خون مجروح پیشانی سے نکلا قدرت نے اپنے دامنِ رحمت میں جذب کر لیا۔

حضرت ذوالنونؒ کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا تو دربارِ عام میں خلیفہ نے چند سوالات آپؒ سے کئے۔ آپؒ نے نہایت فصاحت و خطابت اور جرأت و دلیری سے خلیفۂ بغداد کے سوالات کا جواب اس طرح دیا کہ خلیفہ اور درباری لوگوں پہ رقت طاری ہو گئی۔ خلیفہ متوکل عباسی نے اسی وقت آپؒ کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ آپؒ کو مصر واپس بھیج دیا گیا۔

سچ فرمایا گیا ہے۔ "مَن کانَ لِلّٰہِ کانَ اللّٰہُ لہٗ" (جو اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ اس کا ہو جاتا ہے)

ایک طرف دشمنانِ حق اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کی ایذا دہی اور توہین کے درپے ہیں اور بغض و کینہ کے سفلی جذبات سے مجبور ہو کر حکومت سے شکایت کرتے ہیں۔ اور سزا دلوا کر آتشِ حسد کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی یہ ہے کہ اپنے ولی کی آزمائش تحمّل و توکّل کے بعد یہ عزت افزائی فرمائی گئی ہے۔ کہ حکومت کے اقتدار اعلیٰ کو حضرت ذوالنون مصریؒ کے قدموں پہ جھکا دیتی ہے۔

محمدؒ بن سماکؒ فرماتے ہیں کہ عہدِ بنی امیہ میں موسیٰ بن محمدؒ بن سلیمان ہاشمی بہت عیاش اور بے فکر انسان تھا۔ دن رات کھانے، پینے اور کنیزوں میں گھرے رہنے کے علاوہ اُسے اور کوئی کام نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے حُسنِ صورت کے ساتھ ہر طرح کی دُنیاوی نعمتوں سے بھی نوازا تھا، سال بھر میں تین لاکھ دینار کی آمدنی ہوتی تھی اور وہ اس دولت کو عیش و عشرت میں لُٹا دیتا تھا۔ اُس نے اپنے رہنے کے لئے ایک شاندار محل بنوایا تھا۔ اس محل کے دونوں طرف کھڑکیاں تھیں۔ ایک طرف کی کھڑکیاں شارع عام کی طرف کھلتی تھیں اور وہ شام کے وقت ان کھڑکیوں سے شارع عام پر آنے جانے والوں کو دیکھتا اور سیر کرتا رہتا۔ محل کے دوسری طرف جو کھڑکیاں تھیں وہ باغ کی طرف کھلتی تھیں، جس وقت سیرِ گلستان کی خواہش ہوتی وہ ان کھڑکیوں کو کھول کر باغ کی سیر کرتا۔

ہاشمی نوجوان عموماً نہایت قیمتی لباس زیب تن کرتا اور محل کے اندر چاندی سونے سے مرصع ہاتھی دانت کے ایک تخت پر بیٹھتا تھا۔ اور ہر وقت اس کے اطراف دوستوں، نوکروں اور غلاموں کا ہجوم رہتا۔ محل میں جس جگہ پر ہاشمی نوجوان کی محفل منعقد ہوتی تھی، اس کے ساتھ ہی گانے ناچنے والیوں کے لئے جگہ بنائی گئی تھی، اس نوجوان اور گانے ناچنے والیوں کے درمیان صرف ایک پردہ حائل تھا۔ جب نوجوان کا دل گانا سُننے کو چاہتا تو وہ پردہ ہلا دیتا۔ وہ گانا شروع کر دیتیں اور جب دل بھر جاتا تو وہ پردے کی طرف اشارہ کر دیتا۔ وہ گانا بند کر دیتیں۔ غرض اسی طرح رات گذر جاتی۔ رات کو جب اُس کے دوست احباب اپنے اپنے گھر کو چلے جاتے تھے تو وہ بھی خلوت گاہ میں چلا جاتا اور حسینوں میں رات بسر کر دیتا۔ غرض کہ اس نوجوان کی محفل میں کوئی شخص بیماری، موت یا غم و ملال کا ذکر نہ کرتا تھا۔ ہر وقت عجیب و غریب حکایات اور کہانیاں سُنتا رہتا، ہر وقت محفل میں قہقہے گونجتے رہتے۔ اسی طرح اس نوجوان کی زندگی کے ستائیس برس گذر گئے۔

ایک رات حسبِ معمول وہ نوجوان لہو و لعب میں مشغول تھا کہ ایک نہایت دردناک آواز اُس کو سُنائی دی۔ جیسے کوئی انتہائی درد میں ڈوبا ہُوا کلام پڑھ رہا ہو۔ اس آواز کے سُننے سے اُس کے دل پر چوٹ لگی اور وہ عیش و عشرت چھوڑ کر اُس آواز کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گیا۔ مطربوں کو حکم دیا کہ گانا بند کر دیا جائے۔ محل کی کھڑکیوں سے اُس نے جھانک کر دیکھنے کی کوشش کی کہ کون شخص ہے جو اتنی رات گئے دردناک آواز میں کچھ پڑھ رہا ہے لیکن اُسے کوئی شخص

نظر نہ آیا۔ اُس نے نوکروں کو آواز دی کہ اُس شخص کو تلاش کر کے لے آؤ جس کی دردناک آواز نے ہمیں بے چین کر دیا ہے۔ غلام اُس شخص کی تلاش میں نکلے اور اُس شخص تک پہنچے جو مسجد میں کھڑا ہُوا اپنے پروردگارِ عالم کے سامنے مناجات کر رہا تھا۔ وہ نوجوان نہایت دُبلا پتلا تھا۔ اس کی گردن بالکل سُوکھ گئی تھی، رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ بال پریشان تھے، دو پھٹی پُرانی چادروں سے اُس نے اپنے جسم کو چُھپایا ہُوا تھا۔ ہاشمی نوجوان کے غلام اُس شخص کو لے جا کر اپنے آقا کے سامنے حاضر ہوئے۔ ہاشمی نے پُوچھا "یہ کون ہے؟" غلاموں نے عرض کیا: سرکار! یہی وہ شخص ہے جس کی آواز نے آپ کو بے چین کر دیا۔ ہاشمی نے پُوچھا یہ شخص کہاں تھا اور کیا کر رہا تھا۔ غلاموں نے کہا یہ مسجد میں کھڑا قرآن کریم پڑھ رہا تھا۔ ہاشمی نوجوان نے اُس شخص سے پُوچھا: تم کیا پڑھ رہے تھے؟ اُس نے جواب دیا میں کلام اللہ پڑھ رہا تھا۔ ہاشمی نوجوان نے کہا ذرا ہم کو بھی سُنا۔ اُس نے بسم اللہ پڑھ کر قرآن کریم پڑھنا شروع کیا (ترجمہ) (بے شک نیک بندے آرام میں ہوں گے۔ تختوں پر بیٹھے سیر کر رہے ہوں گے، اُن کے چہروں پر نعمت کی تازگی ہوگی اور اس میں تسنیم کی حلاوت ہوگی۔ وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے مقرب بندے پیتے ہیں) یہ آیت پڑھ کر اور ترجمہ سُنا کر اُس نے کہا۔ اے ہاشمی نوجوان! تم کس دھوکے میں پڑے ہو، وہاں کی نعمتوں کا ان نعمتوں سے کیا مقابلہ، تیرا یہ محل، یہ مجلس، یہ عیش و عشرت اُن نعمتوں کے آگے سب بے کار ہے۔ وہاں مرصّع تخت ہوں گے، اُن پر پُرتکلف بستر ہوں گے اور قیمتی تکیوں کا سہارا لیئے جنتی لوگ بیٹھے ہوں گے، وہاں ہر طرح کے میوے ہوں گے جو کبھی ختم نہ ہوں گے۔ حور، غلام اُن کی خدمت کریں گے۔ اور وہ لوگ جو دُنیا میں عیش و عشرت کے خواہاں ہوں گے اُن کے لیئے آگ کا گھر ہوگا۔ جس میں سدا وہ رہیں گے اور عذاب کبھی اُن پر کم نہ ہوں گے۔

جب ہاشمی نوجوان نے یہ سُنا تو اُس نوجوان سے لپٹ کر رونے لگا اور اپنے سب دوست احباب سے کہا تم سب یہاں سے چلے جاؤ اور خود اُس جوان کو لے کر محل میں گیا اور اپنی بیتی ہوئی زندگی کا افسوس کرنے لگا۔ اُس نوجوان کی تھوڑی دیر کی صحبت نے ہاشمی نوجوان کی کایا پلٹ دی اور اُس نے اپنا تمام مال و دولت راہِ خدا میں خیرات کر دیا، تمام نوکر، غلام آزاد کر دیئے اور خود موٹے کپڑے پہن کر اپنے گناہوں کی تلافی کے لیئے دن رات عبادت اور ریاضت میں مشغول رہنے لگا۔ بڑے بڑے صلحاء اس ہاشمی نوجوان کی زیارت کو آتے۔

آخر کچھ عرصہ بعد وہ ہاشمی نوجوان پا پیادہ حج کے لئے گیا، حج کیا اور اقامت گزیں ہوا، مکّے میں قیام کے دوران اس نوجوان کی حالت یہ تھی کہ رات کو حجرِ اسود کے پاس جا کر روتا اور گڑگڑاتا اور افعال یاد کر کے روتا رہتا اور کہتا اے میرے پروردگار! اے میرے مولا!! میں کس طرح تجھے مُنہ دکھاؤں گا، اے میرے مولا! مجھے اپنے فضل و کرم کے صدقے بخش دے۔ کچھ عرصہ بعد ہاشمی نوجوان مکّے ہی میں انتقال کر گیا۔

○

ابو العباسؒ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایک شکاری کو دیکھا، وہ ساحل پہ مچھلی کا شکار کر رہا تھا اور اُس کے پہلو میں اس کی چھوٹی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ جب مچھیرا کوئی مچھلی پکڑتا تو ٹوکری میں ڈال کر اس لڑکی کے پاس رکھ دیتا تھا اور لڑکی مچھلی کو ٹوکری سے نکال کر پانی میں چھوڑ دیتی تھی۔ کافی دیر تک مچھلی کا شکار کرنے کے بعد جب اُس نے ٹوکری میں دیکھا تو ٹوکری میں کچھ نہ تھا۔ لڑکی سے پوچھا۔ مچھلیاں کیا ہوئیں، لڑکی نے جواب دیا ابّا جان کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ حضور رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو مچھلی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتی ہے، وہ کانٹے میں پھنستی ہے یہ سُن کر وہ شخص رونے لگا کہ اتنی عمر ہو گئی لیکن مجھے اس بات کا وہم بھی نہ ہوا تھا۔

○

ابو العباسؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں انہیں ایک قافلہ ملا، وہ بھی اُس کے ساتھ ہو لئے، قافلے میں تمام لوگ امیر کبیر اور مالدار تھے۔ ان کے پاس قیمتی ساز و سامان، اونٹ اور کھانے پینے کے لئے بے شمار سامان موجود تھا۔ حضرت ابو العباسؒ بھی اس قافلے کے ساتھ سفر کرنے لگے۔ راستہ میں ایک خستہ حال درویش بھی اس قافلے میں آن ملا، جب لوگوں نے اس کی خستہ حالت اور بے سروسامانی دیکھی تو آپس میں کہنے لگے کہ نہ تو اس کے پاس سواری ہے اور نہ کھانے کے لئے کچھ ہے اور نہ پہننے کے لئے۔ یہ شخص کس طرح اتنا طویل سفر کر سکے گا۔ درویش نے ان لوگوں کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولا، اے لوگو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ خدا کی نعمتوں کے تم ہی حق دار ہو اور میرے حصّہ میں کچھ نہیں آیا، اہلِ قافلہ نے کہا ہمیں تو یہی کچھ نظر آتا ہے۔ درویش نے کہا تمہاری آنکھوں پہ دنیا داری کی پٹّی بندھی ہوئی ہے۔ آؤ تمہیں دکھاؤں کہ میرے حال پر اللہ تعالیٰ کتنا مہربان ہے۔ یہ کہہ کر درویش چل پڑا۔ لوگوں نے دیکھا کہ بے شمار اونٹ بہترین ساز و سامان سے آراستہ درویش کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔ لیکن درویش اُن کی طرف ایک نظر دیکھتا بھی

گوارا نہیں کرتا۔ یہ حال دیکھ کر اہلِ قافلہ دوڑ کر درویش کے تعاقب میں گئے لیکن درویش انہیں کہیں نظر نہیں آیا۔ اُسی وقت تمام اہلِ قافلہ نے اپنا تمام مال و متاع راہِ خدا میں لُٹا دیا اور پیدل حج کے لئے چل پڑے، حضرت ابوالعباسؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے تھوڑے سے عرصے میں تمام فاصلہ طے کر لیا اور خانہ کعبہ پہنچے، وہ درویش خانہ کعبہ میں نظر آیا سب نے اُس درویش کے ہاتھوں پر بیعت کی اور درویشی کا لبادہ اوڑھ لیا۔

حضرت طاہر مقدسیؒ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ابدال کی تلاش میں عسقلان سے غزہ کی طرف جا رہا تھا، ناگاہ اس شخص پر نظر پڑی جو ساحل پر میلی چادریں اوڑھے ہوئے تھا، میں نے اُس کی خستہ حالت دیکھ کر اُس کی طرف توجہ نہیں دی۔ لیکن اُس شخص نے میری طرف توجہ کی اور کہا اے شیخ! میرے پھٹے پُرانے کپڑے دیکھ کر مجھ سے دُور رہنے کی کوشش نہ کر کیونکہ موتی صدف ہی کے اندر ہوتا ہے، میرا عمل نیا ہے اگرچہ لباس پُرانا ہے۔ اچھا لباس تکبر کی نشانی ہے۔ یہ سُن کر حضرت مقدسیؒ نے اُس شخص کی طرف رجوع کیا اور جس مقصد کے لئے انہوں نے سفر اختیار کیا تھا پُورا ہو گیا۔ اُس شخص نے حضرتؒ کو ایک ہی نظر میں کئی مدارج طے کرا دیئے۔

حضرت شیخ عبداللہ دینوریؒ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک دن ایک فقیر آیا، اُس کے چہرے پر نقاہت کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ نقاہت فاقوں کی وجہ سے ہے چنانچہ اس خیال کے آتے ہی میں نے فقیر کے کھانے کا بندوبست کرنا چاہا لیکن گھر میں کچھ موجود نہ تھا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اپنی نعلین رہن رکھ کر اس کے کھانے پینے کا بندوبست کروں لیکن نفس نے منع کیا کہ اگر نعلین رہن رکھ دو گے تو ننگے پاؤں کس طرح رہو گے۔ پھر میں نے اپنا لوٹا رہن رکھنے کا ارادہ کیا، نفس نے پھر منع کیا اور کہا وضو کس سے کرو گے، میں نے رومال رہن رکھنے کا ارادہ کیا۔ نفس نے پھر منع کیا اور کہا ننگے سر کیسے رہو گے، اتنے میں فقیر عصا تھامے اُٹھ کھڑا ہوا اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا: اے عبداللہؒ! اپنا رومال سنبھال کر رکھو، میں نے اللہ سے عہد کر لیا ہے کہ جب تک اس سے ملاقات نہ کروں روٹی نہیں کھاؤں گا۔ نقل ہے کہ حضرت عبداللہؒ اس کے بعد تیس سال زندہ رہے اور روٹی نہیں کھائی۔

ایک بزرگ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سفر کے دوران ایک کم سن لڑکی کو دیکھا، میں نے لڑکی سے دریافت کیا تم کہاں منزل کرتی ہو کہنے لگی جنگل میں۔ میں نے دریافت کیا کیا تمہیں وحشت نہیں ہوتی، لڑکی نے کہا۔ اے نالائق اللہ سے اُنس رکھنے والے کسی سے نہیں ڈرتے۔ میں نے دریافت کیا تم کہاں سے کھاتی ہو، کہنے لگی اللہ جانتا ہے یہاں سے اپنے بندوں کو روزی پہنچاتا ہے۔ وہ اپنے منکرین کو بھی روزی دیتا ہے۔ پھر ایمان والے اس سے کیونکر محروم رہ سکتے ہیں، پھر لڑکی کہنے لگی جو دل معرفتِ الٰہی میں زندہ ہیں اور اس کی وحدانیت کے گرویدہ ہیں اس کی محبت میں فنا ہیں اُن کی غذا اللہ کی محبت اور اُنس ہے اور اس کے جمال و کمال کا مشاہدہ وہ لوگ اللہ والے ہیں جو روحانی طاقت والے ہیں اور دن رات تسبیح کرتے ہیں کبھی نہیں تھکتے۔ لڑکی کی اس گفتگو سے بزرگ نے محسوس کیا ہے کہ جو مدارج انہوں نے طے کیے تھے وہ ابھی ابتدائی ہیں۔ چنانچہ وہ دنیا سے منہ موڑ کر ہمہ تن عبادت میں مصروف ہو گئے۔

حسن بصریؒ سے کسی نے کہا اے ابوسعید یہاں ایک شخص ہے ہم نے اسے ہمیشہ تنہا درختوں کی آڑ میں بیٹھا ہوا دیکھا ہے۔ ایک دن حسن بصریؒ اس طرف تشریف لے گئے اور اُس شخص سے فرمایا: اے شخص! تم خلوت پسند معلوم ہوتے ہو کیا وجہ ہے کہ لوگوں سے نہیں ملتے۔ اُس شخص نے کہا میں ایک ایسے کام میں مشغول ہوں جو لوگوں سے ملنے کی مہلت نہیں دیتا، حسن بصریؒ نے فرمایا یہاں جو حسن بصریؒ رہتے ہیں اُن کے پاس تو جایا کرو اور اُن کے پاس بیٹھا کرو، اس شخص نے کہا جس کام کی وجہ سے لوگوں سے نہیں مل سکتا اُسی وجہ سے حسن بصریؒ سے بھی نہیں مل سکتا۔ حسن بصریؒ نے کہا ایسا کیا کام ہے، اُس شخص نے کہا جب صبح ہوتی ہے تو اللہ کی نعمتیں اور اپنے گناہ دیکھتا ہوں، نعمتوں کا شکر اور گناہوں سے استغفار کرتا ہوں۔ حسن بصریؒ نے کہا اے عبداللہ! تو حسنؒ سے بھی زیادہ سمجھدار ہے۔ میں تیری محفل میں آیا کروں گا۔

حضرت ابی علی دقاقؒ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بشر حافیؒ ایک طرف سے گذرے جہاں کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ وہ لوگ آپس میں کہہ رہے تھے کہ یہ شخص رات کو تمام رات جاگتا ہے اور تین دن میں ایک مرتبہ افطار کرتا ہے، یہ سن کر حضرت ابی علی دقاقؒ رونے لگے اور کہنے لگے کہ مجھے یاد نہیں کہ میں کبھی ساری رات جاگا ہوں اور جب کبھی روزہ رکھتا ہوں تو اسی دن شام کو افطار کر لیتا ہوں،

اس کے بعد انہوں نے بھی شب بیداری اختیار کی اور کئی کئی دن بعد روزہ افطار کرنے لگے۔

○

حضرت فاطمہ بنت احمد شیخ ابی علیؒ کی بہن سے مروی ہے کہتی ہیں کہ بغداد میں دس جوان تھے، اور ہر ایک کے ساتھ ایک ایک لڑکا تھا۔ انہوں نے ایک لڑکے کو کسی کام سے بھیجا، لڑکے کو گئے ہوئے کافی دیر ہوگئی تو یہ لوگ غصہ میں اسے برا بھلا کہنے لگے۔ اتنے میں وہ لڑکا ہنستا ہوا آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک خربوزہ تھا۔ ان لوگوں نے غصہ سے کہا، اتنی دیر کرکے آئے ہو اور پھر ہنس رہے ہو، لڑکے نے کہا میں ایک عجیب چیز لایا ہوں، اُن لوگوں نے پوچھا ایسی کیا عجیب چیز لائے ہو۔ لڑکے نے خربوزہ دکھاتے ہوئے کہا حضرت بشرؒ نے اس خربوزہ پر اپنا دستِ مبارک رکھا تھا میں نے بیس درہم میں اُسے خریدا ہے۔ سب نے اُس خربوزہ کو لے کر آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دیا، اُن میں سے ایک نے کہا کس چیز نے بشرؒ کو اس مرتبہ پر پہنچایا ہے۔ اوروں نے کہا یہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کا نتیجہ ہے۔ سب نوجوانوں نے ایک دوسرے کو گواہ رکھ کر توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوگئے اور اسی حالت میں انتقال کر گئے۔

○

شیخ یمن سے مروی ہے کہ وہ مقام زبید سے ساحل کی جانب چلے جو ہلاب کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے ہمراہ ان کا ایک شاگرد بھی تھا، راستہ میں ایک مقام پر بید کا جنگل نظر آیا۔ شیخ نے شاگرد سے کہا کہ جاؤ ایک بید توڑ لاؤ، شاگرد نے شیخ کا حکم بجالایا، لیکن دل ہی دل میں سوچتا تھا کہ اس بید کو پاس رکھنے سے حضرت شیخ کا مقصد کیا ہے، چنانچہ چلتے چلتے شیخ اور اُن کا شاگرد ایک ایسے گاؤں میں پہنچے جہاں سناکم قوم کے لوگ رہتے تھے، یہ لوگ مُردار کھاتے، نشہ کرتے اور نماز و روزہ سے غافل رہ کر دن رات رقص و سرود میں مشغول رہتے تھے۔ شیخ نے شاگرد سے کہا اس لمبے بوڑھے کو میرے پاس لے آؤ جو طبلہ بجا رہا ہے۔ شاگرد نے اُس شخص سے جاکر کہا کہ تمہیں شیخ بلا رہے ہیں اُن کی خدمت میں چلو، وہ شخص اُسی وقت شاگرد کے ہمراہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب شیخ کے سامنے آیا تو شیخ نے شاگرد سے کہا اسے بید مارو، شاگرد نے اسے حدِ ضرب لگائی، پھر شیخ نے فرمایا ہمارے آگے آگے چلو، وہ ہمارے ساتھ سمندر کے کنارے پر پہنچا۔ شیخ نے کپڑے پاک صاف کرنے اور غسل کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی طریقہ بھی بتایا، جب اُس نے کپڑے پاک صاف کرکے غسل کیا تو شیخ نے وضو کا طریقہ سکھایا اور پھر نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا اور آگے بڑھ کر شیخ نے

دونوں کو نماز پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو شیخ نے کھڑے ہو کر اپنا مصلیٰ پانی پہ بچھایا اور فرمایا آگے بڑھو اور اس مصلیٰ پر کھڑے ہو جاؤ۔ وہ شخص سجادہ پہ کھڑا ہو کر پانی پہ چلنے لگا۔ یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ شاگرد نے شیخ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا نہایت افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ مجھے آپ کی خدمت میں رہتے ہوئے ایک عرصہ گذر چکا ہے لیکن اب تک یہ بات حاصل نہ ہوئی اور اسے ایک لحظہ میں ہو گئی اور ایسی بڑی کرامت اس سے ظاہر ہوئی۔ شیخ نے رو کر فرمایا: اے بیٹے! میں کیا چیز ہوں یہ تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے ساتھ سلوک کیا ہے۔ مجھے تو یہ ارشاد ہوا تھا کہ فلاں ابدال کا انتقال ہوا ہے اس کی جگہ فلاں شخص کو ابدال بنادو ——

○

حضرت بشر ابن حارثرح سے مروی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ آپ رح کی ابتدائی حالت کیا تھی کیونکہ تمہارا نام ایسا روشن ہوا ہے جیسا کہ انبیاء کو درجہ ملا ہے۔ حضرت بشر رح نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میں ایک چالاک آدمی تھا عصبیت اور فخر کا عادی تھا۔ ایک دن میں نے سڑک پہ ایک پرچہ پڑا پایا۔ جس پہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا۔ میں نے اُسے صاف کر کے جیب میں رکھ لیا، ان دنوں میرے پاس صرف دو درہم تھے، اور ان کے سوائے میرے پاس کوئی دولت نہیں تھی۔ ان دو درہم کا میں نے عطار سے عطر خرید کر اس پرچہ پہ ملا، جب رات کو سویا تو میں نے خواب میں ندا سنی، اے بشر رح! تو نے میرے نام کو خوشبو سے مہکایا ہے، ہم بھی تیرا نام دنیا اور آخرت میں خوشبودار اور مشہور کر دیں گے۔

○

حضرت ابراہیم ابن ادہمرح کا ایک راستے سے گذر ہوا۔ جہاں ایک شرابی کو بے ہوش پڑے دیکھا۔ اُس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔ حضرت ابراہیم ادہم رح نے اُس کی زبان دھوئی اور فرمانے لگے کیسی زبان کو یہ آفت پہنچی جو اللہ کا ذکر کرتی تھی، جب اُسے ہوش آیا تو لوگوں نے ابراہیم ادہم رح کے سلوک کا ذکر کیا تو وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور توبہ کی، حضرت ابراہیم ادہم رح کو خواب میں بشارت ہوئی کہ تو نے ہمارے واسطے اس کی زبان پاک کی ہم نے تیری وجہ سے اس کا قلب پاک کیا۔

○

بغداد میں ایک تاجر رہتا تھا جو ہمیشہ بزرگانِ دین کی بُرائی کرتا تھا۔ ایک شیخ فرماتے ہیں کچھ

عرصہ بعد میں نے اسے بزرگانِ دین کی صحبت میں بیٹھے دیکھا۔ اُس تاجر نے اپنا سارا مال و متاع ان بزرگانِ دین کی خدمت پر خرچ کر دیا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تم تو بزرگانِ دین اور صوفیہ کرام سے بغض رکھتے تھے، پھر یہ انقلاب کیسا؟ تاجر نے جواب دیا میں جو کچھ ان لوگوں کے متعلق سوچا کرتا تھا وہ غلط تھا۔ شیخ نے پوچھا کہ تم نے یہ کیونکر جانا؟ تاجر نے جواب دیا، میں نے ایک دن جمعہ کی نماز پڑھی، میں نے بشرؒ کو دیکھا کہ سرعت کے ساتھ جامع مسجد سے نکل کر جا رہے تھے، میں نے اپنے جی میں کہا کہ دیکھوں اس شخص کو جو بہت بڑا صوفی مشہور ہے اور ایک لحظہ مسجد میں نہیں ٹھہرتا، یہ کہاں جاتا ہے۔

اُس نے بازار میں نان بائی سے نرم نرم روٹیاں خریدیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ صوفی ہیں اور نرم نرم روٹیاں خریدتے ہیں۔ پھر کبابی سے ایک درہم کے کباب خریدے۔ میرا غصہ اور زیادہ ہوا، وہاں سے وہ حلوائی کی دکان پر آیا اور ایک درہم کا فالودہ خریدا۔ میں نے سوچا کہ جب یہ کھانے بیٹھے گا تو اس پر عیش تلخ کر دوں گا۔ اُس نے جنگل کا راستہ لیا۔ مجھے خیال آیا کہ اُسے سبزہ زار کی تلاش ہے، وہاں بیٹھ کر کھائے گا۔ چنانچہ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ وہ عصر تک چلتا رہا۔ عصر کے وقت ایک گاؤں میں پہنچا اور ایک مسجد میں داخل ہوا۔

مسجد میں ایک مریض تھا، اس کے سرہانے بیٹھ کر بڑی مروّت سے اُسے کھلانے لگا۔ میں گاؤں دیکھنے کے ارادے سے مسجد سے باہر نکلا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس لوٹا تو انہیں نہ پایا۔ میں نے اس مریض سے پوچھا کہ بشرؒ کہاں ہیں۔ اُس نے کہا کہ وہ بغداد کو لوٹ گئے۔ میں نے دریافت کیا کہ بغداد کا یہاں سے کس قدر فاصلہ ہے؟ اُس نے کہا چالیس فرسخ یعنی پانچ منزل۔ میں نے کہا اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ میں نے اپنے اوپر یہ کیا مصیبت ڈال لی۔ نہ میرے پاس اتنے دام ہیں کہ کوئی سواری کرایہ پر کروں، نہ اتنی طاقت ہے کہ اتنی دور چل سکوں۔ اُس مریض نے کہا ان کے واپس آنے تک یہاں قیام کرو۔ چنانچہ آئندہ جمعہ تک وہاں پڑا رہا۔ بشرؒ عین اُسی وقت پہنچے اور ان کے پاس مریض کے لیئے اسی طرح کی خوراک تھی۔ جب مریض کو کھانا کھلا چکے تو اُس نے کہا اے ابونصر! یہ شخص تمہارے ساتھ گذشتہ جمعہ آیا تھا۔ اور ہفتہ بھر سے یہاں مقیم ہے۔ اسے ٹھکانے پر پہنچا دو۔ سوداگر کہتا ہے کہ انہوں نے غصے سے مجھے گھورا اور کہا تو کیوں میرے ساتھ آیا تھا؟ میں نے کہا خطا ہو گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا: اٹھو چلو۔ میں اُن کے پیچھے

مغرب تک چلا۔ جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تیرا محلہ کون سا ہے۔ میں نے کہا فلاں محلہ ہے۔ اس پر فرمایا، اچھا جاؤ پھر کبھی ایسا نہ کرنا۔ جب سے میں نے توبہ کی اور ان کی صحبت اختیار کی۔

○

بعض علما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ہم شہر مصیصہ میں تھے وہاں دو شخص رہتے تھے جو خلوت میں اللہ تعالیٰ سے کلام کرتے تھے۔ جب وہ وہاں سے جانے لگے تو ایک نے دوسرے سے کہا اس علم کا کوئی ثمرہ نکالیں جو ہم پر حجت نہ ہو۔ دوسرے نے کہا جو چاہو ارادہ کر لو میں بھی وہی کروں گا۔ اُس نے کہا میں عزم کرتا ہوں کہ مخلوق کی بنائی ہوئی کوئی چیز نہ کھاؤں گا۔ راوی کہتا ہے میں بھی اُن کے پیچھے چلا اور کہا میں بھی اسی شرط پر چلوں گا۔ پھر وہ دونوں کوہ لکام پر چڑھے اور مجھے ایک غار بتلا کر کہا کہ اس میں عبادت کرو۔ میں اس میں داخل ہوا اور وہ دونوں میری قسمت کی روزی میرے پاس پہنچاتے تھے۔ ایک مدت تک میں وہاں رہا۔ پھر میں نے کہا کہ کب تک یہاں قیام کروں گا۔ اب طرطوس جاؤں اور مالِ حلال کما کر کھاؤں اور لوگوں کو علمِ دین کی تعلیم کروں اور قرآن سکھاؤں۔ چنانچہ میں وہاں سے چل کر طرطوس آیا اور ایک سال وہاں رہا۔ ناگاہ میں نے اُن میں سے ایک کو دیکھا کہ میرے پاس کھڑا ہوا کہہ رہا ہے کہ تو نے عہد شکنی اور وعدہ خلافی کی۔ اگر تو ہماری طرح صبر کرتا تو جو کچھ ہمیں عطا کیا گیا ہے تجھے بھی دیا جاتا۔ میں نے اُن سے دریافت کیا کہ تمھیں کیا ملا۔ انھوں نے جواب دیا۔ ہمیں تین چیزیں ملیں:

ایک تو یہ ہے کہ ایک قدم میں مشرق سے مغرب تک قطع کر لیتے ہیں۔ دوسرے پانی پر چل سکتے ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ جب چاہیں دوسروں کی نظر سے غائب ہو جاتے ہیں۔ اتنا کہہ کر وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا۔ میں نے گھبراہٹ میں پکار کر کہا قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس نے تجھے یہ حال عطا کیا ہے، مجھ پر ظاہر ہو جا میرا دل بے قرار ہو رہا ہے۔ پھر وہ شخص ظاہر ہوا اور کہا کیا کہتے ہو کہو۔ میں نے عاجزی سے کہا کیا میں ویسا ہی پھر کر سکتا ہوں؟ اُس نے جواب دیا خائن کے پاس امانت کوئی سپرد نہیں کرتا۔ میں اس سے لاجواب ہو گیا۔

○

یوسف ابن حسین رحؒ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی کہ ذوالنون مصریؒ اسمِ اعظم جانتے ہیں۔ میں انھیں سے ملنے کی غرض سے مکہ معظمہ سے چلا اور مصر کے ایک لنگر خانے میں

ان سے ملاقات ہوئی۔ جب انھوں نے مجھے ابتداً دیکھا تو میری داڑھی لمبی تھی اور ہاتھ میں ایک بڑا لوٹا تھا اور ایک لنگی باندھے اور ایک اوڑھے، پاؤں میں تسمہ دار جوتے پہنے تھا۔ جب انھوں نے دیکھا تو یہ صورت انھیں مکروہ معلوم ہوئی۔ جب میں نے انھیں سلام کیا تو وہ میرے ساتھ حقارت سے پیش آئے اور میں نے ان کو بشاش نہ دیکھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں کہاں آپھنسا۔ تاہم میں ان کے پاس بیٹھ گیا۔

دو تین دن کے بعد ان کے پاس ایک متکلم نے آکر مناظرہ کیا اور ان پر غالب آگیا۔ مجھے اس کا بہت رنج ہوا اور آگے بڑھ کر میں نے اُس متکلم سے گفتگو شروع کی اور اُس مناظر کو اپنی طرف مائل کر لیا اور مناظرہ میں اُسے خاموش کر دیا۔ پھر اور بھی دقیق گفتگو شروع کی جس کو مناظر سمجھ بھی نہ سکا۔ یہ دیکھ کر ذوالنون رح متعجب ہوئے اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر مجھ سے آملے۔ حالانکہ وہ مجھ سے بڑے تھے۔ اور فرمانے لگے کہ میں نے تمہارا اعلیٰ مرتبہ نہ پہچانا تھا۔ اور معذرت آمیز لہجے میں کہا کہ اب میرے پاس سب سے زیادہ پڑھے ہوئے تم ہی ہو۔ اس کے بعد اپنے سارے ساتھیوں اور مریدوں سے میری زیادہ قدر کرتے تھے۔

اسی حال سے میں پورا ایک سال اُن کی خدمت میں رہا۔ سال کے بعد میں نے عرض کیا: حضرت رح! میں مسافر ہوں اور اب اپنے اہل و عیال سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔ میں آپ رح کی خدمت میں سال بھر رہ چکا ہوں اور آپ رح پر میرا حق بھی ہے اور آپ رح نے میری آزمائش بھی کر لی ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ آپ رح کو اسمِ اعظم معلوم ہے اگر یہ بات صحیح ہے تو براہِ کرم مجھے بھی سکھا دیجئے۔ یہ سن کر حضرت رح خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید آپ رح نے سکھا دیا ہو اور مجھے بتلایا نہ ہو کہ یہی اسمِ اعظم ہے۔ اور چھ ماہ تک یہی حالت رہی —

بعد ازاں ایک دن مجھ سے کہا اے ابو یعقوب! ہمارے فلاں دوست کو (ان کا نام کیا) تم نہیں جانتے جو ڈیرے میں رہتا ہے اور ہمارے پاس آیا جایا کرتا ہے؟ میں نے کہا جانتا ہوں۔ پھر ایک طبق میرے پاس لے آئے جس پر سرپوش ڈھکا ہوا اور رومال لپٹا ہوا تھا۔ اور فرمایا یہ اُس شخص کے ڈیرے میں پہنچا آؤ۔ میں نے طبق ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ وہ بہت ہلکا تھا۔ گویا اس میں کچھ تھا ہی نہیں۔ لنگر خانے اور خیمے کے درمیان پل پر پہنچ کر مجھے یہ خیال آیا کہ اسے ضرور دیکھوں۔ چنانچہ رومال کھول کر سرپوش اُٹھایا ہی تھا کہ اس میں سے ایک چوہا نکل کر بھاگ گیا۔ حضرت نے فرمایا تم معمولی امانت نہیں سنبھال سکے پھر اسمِ اعظم کیسے سنبھال سکو گے۔

رموز و نکات
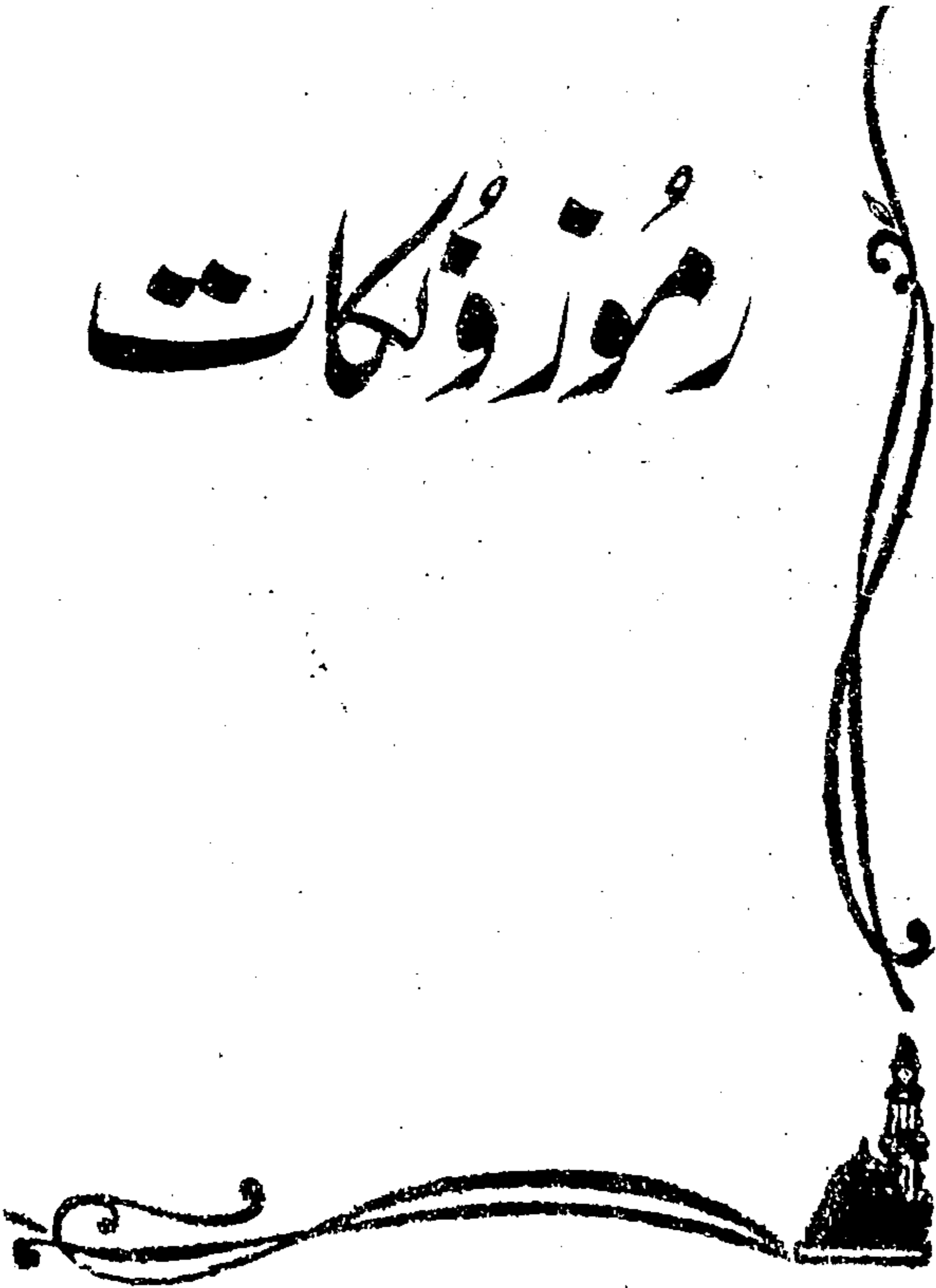
فتح موصلیؒ کے بعض مصاحبین سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک دن میں فتحؒ کے یہاں گیا تو انہیں روتا ہوا پایا۔ اُس کے آنسو زردی مائل تھے۔ میں نے کہا تمہیں قسم ہے اللہ کی کیا خون رہے ہو؟ فرمایا اگر تو قسم نہ دیتا تو میں نہ بتاتا۔ میں آنسو بھی رو رہا ہوں اور خون بھی۔ میں نے کہا آنسو کیوں روئے ہو؟ فرمایا اللہ تعالیٰ سے دُور رہنے پر۔ میں نے پھر عرض کیا کہ خون کیوں روئے؟ فرمایا: اس لئے کہ شاید یہ رونا مقبول نہ ہو۔ راوی کہتے ہیں، جب اُن کی وفات ہوئی تو میں نے انہیں خواب میں دیکھا۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا، فرمایا۔ مجھے بخش دیا۔ اور اللہ میاں نے فرمایا: اے فتحؒ! تم یہ سارا رونا کیوں روتے تھے؟ عرض کیا پروردگار! اس لئے کہ شاید میری گریہ زاری قبول نہ ہوئی ہو۔ فرمایا: اے فتحؒ! یہ تو نے کیوں کیا۔ تیرے محافظ فرشتے چالیس سال تک تیرا صحیفہ میرے پاس لاتے رہے اور اس میں تیرا کوئی گناہ نہ تھا۔ واللہ اعلم۔

○

بعض بزرگوں سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ میں اپنی ایک ضرورت سے سفر کر رہا تھا کہ ناگاہ جنگل میں ایک شخص نظر آیا جو ایک کانٹے دار درخت کے گرد گھوم کر کھجوریں توڑتا اور کھاتا تھا۔ میں نے اُسے سلام کیا۔ اُس نے وعلیکم السلام کہہ کر مجھے کھجوریں کھانے کی دعوت دی۔ میں اپنے اونٹ سے اُترا اور درخت کی طرف بڑھ کر کھجوریں توڑنے لگا۔ جب میں کوئی کھجور توڑتا تھا تو میرے ہاتھ بجائے کھجور کے کانٹا ہو جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ شخص مسکرایا اور کہنے لگا۔ افسوس! اگر تو خلوت میں اُس کی اطاعت کرتا تو جنگلوں میں تجھے کھجوریں کھلاتا۔ پھر اُس

بندۂ خدا نے مجھے اپنے پاس سے کھجوریں مرحمت فرائیں جنھیں میں کھاتے ہی نورِ ایمان سے منور ہو گیا۔

○

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں حضرت ذوالنون مصریؒ کے ہمراہ جنگل میں تھا کہ ہم نے کیکر کے درخت کے نیچے قیام کیا۔ ہم نے کہا یہ کیا ہی اچھی جگہ ہے۔ کاش! یہاں کھجوریں ہوتیں۔ حضرت ذوالنونؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: کیا کھجور کھانے کو جی چاہتا ہے' یہ کہہ کر انھوں نے درخت کو پکڑ کر ہلایا اور کہا اے درخت! تجھے اُس ذاتِ پاک کی قسم ہے' جس نے تجھے پیدا کیا اور درخت بنایا ہے' ہم پر عمدہ عمدہ کھجوریں گراؤ۔ پھر اُسے ہلایا تو اُس سے واقعی نہایت عمدہ کھجوریں گریں۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھائیں اور سو رہے۔ بیدار ہونے پر جب ہم نے اُس درخت کو ہلایا اور سوائے کانٹوں کے کچھ نہ گرا۔ ہم سمجھ گئے کہ یہ حضرت ذوالنونؒ کی کرامت تھی۔

○

محمدؐ ابنِ مبارک صوریؒ فرماتے ہیں کہ میں ابراہیم ادہمؒ کے ہمراہ تھا۔ اور ہم بیت المقدس کی طرف سفر کر رہے تھے۔ قیلولہ کے وقت ہم ایک انار کے درخت کے نیچے پہنچے۔ ہم نماز پڑھ رہے تھے کہ اس پیڑ کی جڑ میں سے آواز آئی کہ اے ابو اسحاقؒ! ہم سے کچھ تناول کر کے ہماری عزت افزائی کرو۔ ابراہیم ادہمؒ نے اپنا سر جھکا لیا۔ اسی طرح تین بار آواز آئی۔ پھر کہا اے محمدؐ! تم سفارش کرو کہ کچھ ہم سے تناول کرے۔ میں نے کہا اے ابو اسحاق! آپؒ نے سُنا۔ انھوں نے کھڑے ہو کر دو انار توڑے۔ ایک تو خود کھا لیا اور ایک مجھے دیا۔ میں نے کھایا تو وہ ترش تھا۔ وہ درخت ابھی بہت چھوٹا تھا۔ جب ہم زیارت سے فارغ ہو کر واپس لوٹے تو وہ درخت بہت بڑھ چکا تھا۔ اور اُس کے انار میٹھے ہو گئے تھے۔ اور اس میں ہر سال دو بار پھل آتا تھا اس لئے اس کا نام (رمانۃ العابدین) یعنی عابدوں کا انار ہو گیا۔ اس کے سایے میں عابد لوگ ٹھہرا کرتے تھے۔

○

حکایت ہے کہ ابو تراب نخشبیؒ اپنے ایک مرید سے بہت خوش تھے اور اس کی خدمت کرتے تھے اور اس کی ضروریات کو خود پورا کرتے تھے اور وہ عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ ایک دن آپؒ نے اُس سے

کہاکہ اگر تم ابویزیدؒ کے پاس جاتے تو اچھا ہوتا۔ اُس نے کہا میں اُن سے مستغنی ہوں جب آپؒ نے بہت کہا تو اُس نے جوش میں آکر کہاکہ میں ابویزیدؒ کو لے کر کیا کروں میں نے اللہ کو دیکھ لیا جس نے مجھے ابویزیدؒ سے مستغنی کر دیا۔ حضرت ابوترابؒ فرماتے ہیں اُس وقت مجھے بھی جوش آگیا اور میں بے قابو ہو گیا اور کہہ بیٹھا کہ اللہ پر غرور کرتا ہے اگر تو ایک مرتبہ ابویزیدؒ کو دیکھے تو ستر دفعہ اللہ کے دیکھنے سے بہتر ہے۔ یہ سُن کر وہ شخص حیرت میں رہ گیا اور اس قول سے انکار کیا اور کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا اس وجہ سے کہ تو حق تعالٰے کو اپنے پاس دیکھتا ہے تو اپنی مقدار کے موافق دیکھتا ہے اور جب ابویزیدؒ کو دیکھے گا تو اُن کو اللہ کے نزدیک دیکھے گا، تو تجھ پر اُن کا حق تعالٰے کے مرتبہ کے موافق انکشاف ہوگا مؤلف فرماتے ہیں کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ ان کے پاس تجھ پر حق تعالٰے شانہٗ کے صفات جلالیہ وجمالیہ کا اظہار بقدر ان کے حال کے ہوگا حضرت ابوترابؒ فرماتے ہیں کہ وہ شخص میری بات سمجھ گیا اور کہا مجھے ان کے پاس لے چلو۔ پھر جانے کا قصہ بیان کیا تو اخیر میں فرمایا کہ ہم ایک پہاڑی پر ان کے انتظار میں کھڑے ہوئے تاکہ وہ جنگل سے ہماری طرف آئیں کیونکہ وہ شیروں کے جنگل میں رہتے تھے۔ وہ اپنی پوستین اُلٹی پشت پر ڈالے ہوئے ہمارے پاس سے گذرے۔ میں نے اس سے کہا یہی ہیں ابویزیدؒ۔ انھیں دیکھو۔ اس نے دیکھا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ میں نے اُسے ہلایا تو وہ مرا ہوا تھا۔ میں نے ابویزیدؒ سے کہا۔ اے حضرتؒ! آپؒ نے میرے مرید کو مار ڈالا یہ کہا کہ آپؒ کی طرف نظر بھر کر دیکھنے سے وہ قتل ہو گیا فرمایا: نہیں۔ یہ وجہ نہیں ہے بلکہ وہ صادق تھا اور اس کے قلب پر ایک سر کا انکشاف نہیں ہوتا تھا جب اُس نے مجھے دیکھا تو وہ سر منکشف ہو گیا اور اس کا تحمل نہ کر سکا کیونکہ وہ ضعیف مریدوں کے مرتبہ میں تھا اور اسی وجہ سے مر گیا۔

○

حضرت شیخ صفی الدینؒ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ محمد ازہری عجمیؒ بڑے ہی صاحب سیاحت تھے۔ ان کی کرامتوں اور حکایتوں سے عقل متحیّر رہ جاتی ہے شیخ ابوعبداللہؒ کے شاگرد شیخ کبیرؒ فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ عجمیؒ نے تین سو ساٹھ ایسے جہانوں میں داخل کیا جو عالم سماوات والارض کے ماسوا تھے، اور فرمایا مجھے ایک مرتبہ کوہ قاف پر پہنچایا، اور ایک سانپ دکھایا، جو پہاڑ پر حلقہ باندھے بیٹھا تھا اور اس کا سر دُم پر رکھا تھا، اور اس سانپ کا رنگ سبز تھا، شیخؒ جب مجھے کسی امر خارق کی طرف لے جاتے یا زمین لپٹی جاتی تو میں ان کے ہمراہ اس موجودہ حس سے غائب رہتا تھا۔ ایک دن حضرت شیخؒ دمشق سے نکلے، میں ان کے ہمراہ تھا، ہم طبریہ پہنچے اور حضرت سلیمانؑ کی قبر پر پہنچے۔ میں نے حضرت شیخؒ سے دریافت کیا، کیا یہ قبر حضرت سلیمانؑ کی ہے، تو شیخؒ نے فرمایا، یوں ہی کہا

جاتا ہے۔ پھر ہم آگے بڑھے اور میں حضرت شیخؒ کے پیچھے پیچھے ہوا پر معلق چلا جا رہا تھا، تو مجھے ایک خوفناک مکان نظر آیا، وہاں سے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے حضرت شیخؒ کو سلام کیا اور شیخؒ کی دُعا اور برکت حاصل کی اور آگے آگے چلے۔ میں نے ان لوگوں میں وحشت دیکھی، شیخؒ نے میری جانب التفات کی اور فرمایا اے علی اپنے کو بچاؤ اور میرے ساتھ مشغول رہو، ان لوگوں کے ساتھ مشغول نہ ہو جن کو تم دیکھ رہے ہو، یہ لوگ جن ہیں اور ہم حضرت سلیمانؑ کی قبر پر جا رہے ہیں، چنانچہ جب ہم شہر میں پہنچے تو حضرت شیخؒ کی ایک دوسری قوم سے ملاقات ہوئی اور وہ لوگ ہمیں ایک مکان میں لے گئے، وہ ایک بہت ہی بڑا محل تھا۔ حضرت شیخؒ آگے آگے جا رہے تھے۔ اور میں ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ مکان کے اندر ایک شخص کو کھڑے دیکھا، جن کے چہرے پر بڑا نور تھا اور ان کے ہاتھ میں عصا تھا، شیخؒ نے فرمایا، یہ حضرت سلیمانؑ ہیں۔ پھر آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا، ان کے ایک ہاتھ میں انگوٹھی تھی، پھر پیچھے ہٹے تو حضرت سلیمانؑ کے خدام جنوں نے حضرت شیخؒ کو ہاتھوں ہاتھ ایک مکان میں پہنچا دیا، جہاں مہمان نوازی کا سارا سامان موجود تھا۔ وہاں کھانا پیش کیا گیا، شیخؒ نے اور میں نے کھانا کھایا، حضرت شیخؒ کو حضرت سلیمانؑ کے ذخائر اور خزانے دکھانے اور سیر کرانے لے گئے، حضرت شیخؒ کو ایک فرش پر لا کر کھڑا کیا، اتنے میں ہوا آئی اور اس فرش کو بچھا دیا، آپؒ نے اسے دیکھا، یہ تختِ بلقیس کے پاس لے گئے۔ وہ بھی شیخؒ نے دیکھا۔ جب ذخائرِ سلیمانؑ شیخؒ نے دیکھ لیئے تو ایک غار میں گئے، جہاں سے بھنبھناہٹ کی آواز اور بدبو آ رہی تھی، جنات نے عرض کیا یا شیخؒ یہ ابلیس کا قید خانہ ہے، وہ اس غار میں حضرت سلیمانؑ کے زمانے سے قید ہے، جب شیخؒ نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو حضرت شیخؒ کے واسطے تخت حاضر کیا گیا۔ حضرت شیخؒ نے میری جانب اشارہ فرمایا تو میرے واسطے بھی ایک تخت لایا گیا۔ جب ہم ان پر سوار ہوئے تو وہ تخت ہمیں لے کر ہوا پر اڑے، ہم یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ ہمیں کون لوگ اڑائے لیئے جا رہے ہیں۔ ہوا ہی ہوا پر سمندر کے پار تک پہنچے اور ایک جگہ پر پہنچ کر تخت زمین پر اترے، ہم ان پر سے اُتر گئے اور وہ تخت اسی طرح ہوا میں بلند ہو گئے، وہاں سے شیخؒ چلے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا اس طرح ہم اکٹھے دمشق واپس آئے۔

○

ایک روز حضرت بابا اللہ گنجؒ نے فرمایا۔ شریعت و طریقت میں وہ بندہ صادق ہے جو روزی سے دل نہ لگائے، بلکہ اپنے مولا کی طاعت میں مشغول رہے اور یہ جان لے کہ جو کچھ میرے مقدر میں ہے مجھے مل جائے گا، اس لیئے اگر سالہا سال انسان مارا مارا پھرے تو جو رزق قسمت میں لکھا جا چکا ہے

وہی ملے گا، جس طرح موت انسان کو ڈھونڈتی پھرتی ہے۔ اسی طرح رزق بھی انسان کو ڈھونڈتا پھرتا ہے جہاں کہیں انسان جاتا ہے۔ رزق اس کے ہمراہ جاتا ہے۔"

نیز فرمایا کہ یہ سمجھنا بھی گناہ ہے کہ انسان رزق کے لئے غمگین ہو اور کہے کہ آج تو کھا لیا ہے۔ کل شاید مجھے کھانے کو نہ ملے، حالانکہ اسے طالبِ مولا بننا چاہیئے۔ تاکہ دُنیا اس کے پیچھے بھاگے اور وہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔

فرمایا ایک شخص کئی سال تک روزگار کے لئے مارا مارا پھرا۔ لیکن جو اس کی روزی تھی اس میں ذرّہ برابر بھی اضافہ نہ ہوا۔ البتہ بہت پریشان ہوا اور حالت اور بُری ہوگئی۔

فرمایا ایک اور شخص نے روزگار کی تلاش میں اپنا وطن چھوڑ دیا، ایک بزرگ سے ملا، اس نے پوچھا "کہاں جاتے ہو؟" بولا۔ اس شہر کو چھوڑتا ہوں، شاید روزگار میں ترقی ہو جائے۔" بزرگ نے کہا "جہاں جاؤ وہاں کے خدا کو میرا بھی سلام کہہ دینا۔" وہ چونک کر بولا "حضرت خدا تو سب جگہ ایک ہے۔" بزرگ نے کہا۔" پھر اے نادان! جب تو یہ جانتا ہے کہ رزّاق سب جگہ کا ایک ہی ہے تو پھر کہاں جاتا ہے۔ جا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دل لگا اور دیکھ کہ وہ تجھے کیا کیا نعمتیں عطا کرتا ہے جو شخص اللہ تعالےٰ کی عبادت دل لگا کر کرتا ہے اور اپنی روزی کے لئے اندیشہ نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کے لئے غیب سے روزی کا سامان فراہم کر دیتا ہے۔

فرمایا ایک مرتبہ ایک بزرگ کے پاس پہنچا، وہ پہاڑ میں جنگل کے اندر رہتا تھا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ جنگل میں رہتا ہے اسے خوراک کہاں سے ملتی ہوگی؟

اس بزرگ نے کہا، "شاید آپ خدا تعالیٰ کو رزّاق نہیں مانتے۔ خیر یہاں بیٹھ جائیے اور دیکھئے پھر مجھ سے کہا۔ یہ پتھر جو سامنے پڑا ہے، اسے توڑ ڈالیں۔" میں نے اس پتھر کو اٹھا کر دے مارا۔ وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں اس پتھر کے اندر ایک کیڑا ہے جس کے منہ میں سبز پتّہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کیڑے کو پتھر میں روزی دیتا ہے وہ کیا مجھے بھول جائے گا۔"

فرمایا، میں رات بھر ان کے پاس ٹھیرا۔ افطار کے وقت ایک آدمی دو روٹیاں اور حلوہ لے کر آیا جسے ہم دونوں نے مل کر کھایا اور خدا تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔ اس بزرگ نے مجھ سے کہا۔

"آج تیس سال ہو گئے ہیں کہ مجھے اسی طرح غیب سے روزی ملتی ہے۔ اور جو میرے پاس آتا ہے اسے بھی کھانے کو مل جاتا ہے۔"

حضرت حبیب عجمیؒ جو حسن بصریؒ کے شاگردوں میں خاص امتیازی حیثیت کے حامل گذرے ہیں فقر و ولایت میں نوجوانی کے عالم سے ہی یگانۂ روزگار تھے۔ ایک زمانہ آپؒ کی زندگی میں ایسا بھی آیا جب گھر میں کوئی سامان خورد و نوش باقی نہ رہا۔ آپؒ کی اہلیہ محترمہ نے ایک روز آپؒ سے فرمایا کہ ہمیں کھانے اور پہننے کے لئے کوئی نہ کوئی انتظام کرنا ہی چاہیئے۔ ورنہ کیسے گذرے گی۔ آپؒ نے فرمایا کہ اچھا میں مزدوری کرنے جا رہا ہوں۔ آپؒ گھر سے تشریف لے گئے اور تمام دن ایک خاموش جگہ پر بیٹھ کر عبادتِ خداوندی میں گذار دیا۔ جب رات کو گھر واپس آئے تو اہلیہ محترمہ نے پوچھا کہ آپؒ کچھ لائے نہیں؟ آپؒ نے فرمایا کہ میں نے جس شخص کی مزدوری کی ہے۔ وہ نہایت کریم ہے۔ ایسے کرم والے سے مجھے مزدوری مانگتے ہوئے شرم آتی تھی۔ وہ وقت آنے پر خود ہی دے دے گا۔ وہ کہتا ہے کہ میں ہر ایک کو دس روز میں مزدوری دیا کرتا ہوں۔

چنانچہ ہر روز آپؒ آخرت کی اس مزدوری کے لئے نکل جاتے اور تمام دن عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔ اسی طرح دس دن گذر گئے دسویں روز آپؒ کو فکر ہوئی کہ آج رات میں گھر میں کیا لے کر جاؤں گا اسی خیال میں مستغرق ہو گئے۔ حق تعالیٰ نے ایک مزدور کو ایک بوری آٹا اور دوسرے مزدور کے ساتھ ایک نو بوحہ بکری، اور تیسرے مزدور کے ساتھ شہد اور گھی دے کر حضرتؒ کے گھر روانہ کیا۔ ان کے ساتھ ہی ایک نوجوان، ان تینوں مزدوروں کے ہمراہ تین سو درم کی تھیلی لئے ہوئے حضرتؒ کے مکان پر آیا اور تمام اشیا اور رقم اہلیہ محترمہ کے حوالے کرتے ہوئے بولا۔ کہ یہ تمام اشیا اس نے بھیجی ہیں۔ حضرت حبیبؒ جس کا کام کرتے ہیں۔ انہیں کہیئے گا کہ اپنے کام میں ترقی کریں تاکہ مزدوری میں بھی ترقی کردی جائے۔ یہ کہہ کر وہ نوجوان اور دوسرے مزدور رخصت ہو گئے

جب رات ہوئی تو حضرتؒ شرمسار گھر واپس آئے۔ دروازے پر ہی پہنچے تھے۔ کہ گھر کے اندر سے لذیذ کھانوں کی خوشبو محسوس کی۔ جب آپؒ گھر میں داخل ہوئے تو آپؒ کو دیکھتے ہی اہلیہ محترمہ نے فرمایا کہ آپؒ کس کی مزدوری کرتے ہیں وہ تو نہایت کریم النفس اور سخی دل معلوم ہوتا ہے۔ اس نے آج یہ تمام چیزیں ہمارے ہاں بھیجی ہیں اور آپؒ کو کام میں ترقی کرنے کے لئے کہا ہے۔ تاکہ آپؒ کی مزدوری میں بھی ترقی ہو۔ آپؒ نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ میں نے اس کی صرف دس دن خدمت کی۔ اور اس نے مجھے یہ نعمتیں عطا فرمائیں۔ اگر اس سے زیادہ محنت کروں تو نہ جانے وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ پھر آپؒ دُنیا سے بے پرواہ ہو گئے۔ اور اللہ کی عبادت کو سب سے مقدم تصور کرنے لگے۔

حکایاتِ شبریں

ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصریؒ کی خدمت میں ایک لڑکا حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا حضرتؒ مجھے اپنے والد کی رحلت کے بعد ترکہ میں ایک لاکھ دینار ملے ہیں، میری خواہش ہے کہ وہ سب آپؒ کی خدمت میں صرف کر دوں۔ حضرتؒ نے لڑکے سے دریافت فرمایا کہ کیا تو بالغ ہے لڑکے نے جواب دیا۔ نہیں میں ابھی بالغ نہیں ہوں حضرتؒ نے لڑکے سے فرمایا کہ جب تک تم سن بلوغ کو نہیں پہنچ جاتے اس وقت تک ان دیناروں کو خرچ نہیں کر سکتے۔

جب وہ لڑکا بالغ ہو گیا۔ تو اس نے حضرتؒ کے ہاتھ پر توبہ کی اور اپنے تمام دینار درویشوں پر صرف کر دیئے یہاں تک کہ اس کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ اور اس کے دل میں خدمت کا جذبہ ہنوز موجود تھا۔ ایک روز وہ لڑکا درویشوں کے پاس آیا۔ درویشوں کو کچھ چیزوں کی ضرورت تھی۔ اور اس کے لئے کچھ رقم درکار تھی۔ اس نوجوان نے ایک سرد آہ بھری اور کہا کاش! میرے پاس ایک لاکھ دینار اور ہوتے تو میں وہ بھی ان درویشوں پر خرچ کر ڈالتا۔ اتفاق سے حضرتؒ کا ادھر سے گذر ہوا۔ اور یہ بات حضرتؒ کے کانوں میں بھی پڑ گئی حضرتؒ نے دل میں خیال کیا کہ ابھی یہ حقیقتِ کار کو نہیں پہنچا ہے۔ حضرتؒ نے اس نوجوان کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ فلاں عطار کی دکان پر جاؤ۔ اور میری طرف سے کہو کہ تین درم کے عوض مجھے فلاں دوا دے دو۔ وہ جوان حکم کی تعمیل میں اسی وقت عطار کی دکان پر گیا اور حضرتؒ کا مجوزہ نسخہ لے آیا۔ حضرتؒ نے نوجوان سے فرمایا کہ اس دوا کو ہاون دستہ میں ڈال دو اور خوب باریک کر دو۔ اور جب باریک ہو جائے تو اس میں روغن حل کر کے اس کی تین گولیاں بنا ڈالو۔ اور پھر ہر گولی میں سوئی سے سوراخ کر کے میرے پاس لے آؤ۔ نوجوان حضرتؒ کی ہدایت کے مطابق گولیاں تیار کر کے لے آیا۔ آپؒ نے انھیں ہاتھوں میں لے کر ملا اور کچھ دم کیا تو وہ یاقوت کے تین ٹکڑوں میں تبدیل ہو گئے۔ اس نوجوان نے آج تک ایسے یاقوت نہیں دیکھے تھے۔ حضرتؒ نے اس سے فرمایا اب انہیں بازار لے جاؤ۔ اور ان کی قیمت دریافت کرو۔ لیکن یاد رہے کہ انہیں فروخت نہ کرنا۔ وہ نوجوان تینوں ٹکڑوں کو لے کر بازار گیا۔ اور ایک جوہری کی دکان پر جا کر اس نے ان کی قیمت دریافت کی۔ جوہری نے ہر دانہ کی قیمت ایک لاکھ دینار بتائی۔ وہ نوجوان واپس حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ان تینوں ٹکڑوں کو ہاون دستہ میں ڈال دو۔ اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ اور پھر پانی میں ڈال دو۔ پھر حضرتؒ نے اس سے فرمایا کہ یہ درویش روٹی کے بھوکے نہیں بلکہ ان کی یہ حالت ان کی خود اختیار کردہ ہے۔ یہ اللہ کے فقیر ہیں دُنیا کے فقیر نہیں ہیں۔

حضرت ابو حفص خدادہ کی ابتدائی حالت یہ تھی کہ آپؒ اپنی ایک کنیز پر عاشق ہو گئے۔ آپؒ کا صبر و قرار جاتا رہا۔ لوگوں نے آپؒ سے کہا کہ نیشاپور کے گاؤں میں ایک جادوگر رہتا ہے جو یہودی ہے' آپؒ اس کے پاس تشریف لے جائیں۔ ممکن ہے کہ وہ آپؒ کی کوئی صورت پیدا کر سکے۔ چنانچہ آپؒ نیشاپور تشریف لے گئے اور اس یہودی سے ملے اور اپنا حالِ زار بیان فرمایا۔ یہودی نے آپؒ سے عرض کیا کہ اگر آپؒ چالیس روز تک عبادت و ریاضت نہ کریں اور نہ ہی کوئی نیک خیال دل میں لائیں تو پھر میں عمل کروں اور اپنے جادو کے وصف سے آپؒ کو مقامِ مقصود تک پہنچاؤں گا۔ آپؒ نے یہودی کی بات پر رضامندی ظاہر کی۔ چنانچہ وہاں سے چلے آئے اور اس کی ہدایت پر قائم رہے۔ جب چالیس دن گذر گئے تو آپؒ اس یہودی کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ تمہارا طلسم تو بالکل غیر موثر ثابت ہوا۔ یہودی نے کہا کہ آپؒ نے اس چالیس روز کے اندر ضرور کوئی نہ کوئی نیک کام کیا ہے۔ اور اسی وجہ سے میرا طلسم باطل ہو گیا ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ ان چالیس دنوں میں ظاہری طور پر تو مجھ سے کوئی بھی نیکی عمل میں نہیں آئی ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہوا ہے کہ میں ایک دفعہ راستہ میں جا رہا تھا تو میں نے راہ سے ایک پتھر اٹھا کر کنارے پر رکھ دیا تھا تاکہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے۔ اس پر یہودی نے کہا کہ اس خدا کو آزردہ نہ کر کہ جس کی نافرمانی چالیس دن تک کرے اور وہ اپنی مہربانی سے تیرے اس معمولی عمل کو بھی ضائع نہ ہونے دے۔

اس بات سے آپؒ کے دل میں ایک آگ سی لگی۔ اور آپؒ نے وہیں توبہ کی۔ اور خدا کے راستہ پر گامزن ہو گئے۔

○

حضرت بشر حافی جب ولایت و کمال کے درجہ کو نہیں پہنچے تھے۔ اس موقعہ کا ذکر ہے کہ آپؒ نے راستہ میں ایک کاغذ کا ٹکڑا گرا ہوا دیکھا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تھا۔ آپؒ نے اسے اٹھایا۔ عطر سے کاغذ کو معطر کیا اور پھر نہایت تعظیم کے ساتھ اٹھا کر کاغذ کو ایک اونچی جگہ پر رکھ دیا۔ اسی رات کا واقعہ ہے کہ ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ حق تعالیٰ کی طرف سے بشر حافیؒ کو یہ پیغام دیا جا رہا ہے کہ جاؤ بشر حافیؒ سے کہہ دو کہ جس طرح تم نے میرے نام کی تعظیم کی اور اسے معطر کیا اور پھر نہایت احترام کے ساتھ اسے ایک بلند جگہ پر رکھا۔ اسی طرح ہم بھی تمہیں پاک کریں گے۔ اور تمہارے مرتبہ کو بلند کریں گے۔ جب بزرگ خواب سے بیدار ہوئے تو انھوں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ بشر حافیؒ تو فاسق آدمی ہیں۔ شاید میں نے وہ خواب غلط دیکھا۔ چنانچہ انھوں نے وضو کیا' نماز ادا کی اور پھر سو گئے۔ دوسری مرتبہ پھر خواب میں یہ پیغام

سنائی دیا۔ حتیٰ کہ تین مرتبہ سنائی دیا۔ صبح کے وقت بزرگ بیدار ہوئے تو انھوں نے ایک شخص کو بشر حافیؒ کے مکان پر بھیجا کہ وہ بُلا لائے لیکن معلوم ہوا کہ بشر حافیؒ مکان پر موجود نہیں بلکہ کسی شراب کی مجلس میں بیٹھے ہیں۔ چنانچہ بزرگ آپؒ کے پاس گئے۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہیں۔ بزرگ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ میں ان کے لئے ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔ لوگوں نے ان سے یہ بات کہی کہ ان سے دریافت کرو کہ کس کا پیغام لائے ہیں۔ بزرگ نے اطلاع کرائی کہ حق تعالیٰ کا پیغام لایا ہوں۔ یہ سن کر آپؒ رو پڑے اور کہا کہ خدا جانے یہ عتاب کا پیغام ہے یا عذاب کا۔ آپؒ نے اسی وقت تمام دوستوں کو رخصت کیا اور ان سے کہا کہ اب میں جاتا ہوں۔ اب تم مجھے ان افعال میں کبھی نہ دیکھو گے۔

پھر آپؒ باہر تشریف لائے اور تمام گناہوں سے توبہ کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے وہ منصب دینی عطا کیا کہ جو ایک روز گمراہی میں ڈوبا تھا، اب دوسروں کے لیے چراغِ ہدایت بن گیا۔

آپؒ نے طریقۂ زہد اختیار کر لیا اور مشاہدہ حق کا ایسا غلبہ ہوا کہ پھر تمام عمر جوتی نہ پہنی اور برہنہ پائی کے سبب خلق میں حافیؒ مشہور ہوئے۔ لوگوں نے آپؒ سے پوچھا کہ آپؒ جوتی کیوں نہیں پہنتے تو آپؒ نے فرمایا کہ جس روز میری نیکی سے صلح ہوئی تھی اس وقت میں پابرہنہ تھا اس لئے اب شرم معلوم ہوتی ہے کہ پاؤں میں جوتی ڈالوں۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا ہے۔ اور بادشاہوں کے فرش پر جُوتی پہن کر جانا خلافِ ادب ہے۔

(۸)

روایت ہے کہ رے میں ایک قاضی غنی نامی رہتے تھے۔ ان کے پاس عاشورہ کے روز ایک فقیر آیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عزت دے۔ میں عیال دار ہوں اور عاشورہ کے روز آیا ہوں۔ اس مبارک دن کے طفیل مجھے کچھ کھانے کو دو۔

قاضی صاحب نے ظہر کے وقت آنے کو کہا۔ وہ ظہر کے بعد آیا تو اسے عصر کے وقت آنے کو کہا۔ وہ عصر کے وقت آیا تو پھر فقیر سے عصر کے بعد آنے کو کہا۔ اس وقت بھی اُسے کچھ نہ دیا۔ وہ شخص مایوس ہو کر چلا گیا۔ راستے میں ایک نصرانی کو دیکھا۔ اس سے سوال کیا اور عاشورہ کا واسطہ دیا۔ نصرانی نے فوراً اس کا سوال پورا کیا۔ اس کے بال بچوں کے لئے بھی کھانا دیا اور کہا کہ میرے ہاں سے ہر مہینے یہ سامان آ کر لے جایا کرو۔

اسی رات قاضی غنی نے خواب میں دیکھا کہ سونے چاندی کے محلات کھڑے ہیں۔ دو قصر

یہ محل کیسے ہیں ؟ جواب ملا - یہ ان کے رہنے کے لئے ہیں جو فقیر کی حاجت پوری کرتے ہیں۔ کبھی یہ تیرے رہنے کے لئے تھے لیکن اب فلاں نصرانی کی ملکیت ہیں۔ قاضی صاحب بہت پریشان ہوئے۔ دن نکلتے ہی اس نصرانی کے ہاں گئے اور اس سے اپنا خواب بیان کیا کہ وہ نیکی جو فلاں فقیر کے ساتھ تم نے کی ہے، میرے ہاتھ بیچ ڈالو۔ نصرانی بہت خوش ہوا۔ اور جی میں سوچا کہ اس آدمی کو میری اس نیکی کا حال خواب سے معلوم ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کیسے منصف حاکم ہیں کہ مجھ پر اتنا بڑا کرم کیا۔ فیصلہ کیا کہ وہ آج ہی مسلمان ہو جائے گا۔ قاضی صاحب سے کہا کہ جس اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ اتنی بڑی عنایت کی ہو میں اس کی عنایت کو دنیا کی دولت کے عوض کھو دوں۔ یہ مجھ سے نہ ہوگا۔ قاضی صاحب مایوس لوٹ آئے اور وہ نصرانی دولتِ اسلام سے مالا مال ہو گیا۔

○

روایت ہے کہ ایک نیک بخت دہقانی عورت نے ایک روٹی سائل کو دی اور دوسری روٹی اپنے خاوند کے لئے کھیت پر لے کر چلی۔ اس کے ہمراہ اس کا بچّہ بھی تھا۔ اس کا شوہر بہت دور کھیت میں کام کرتا تھا۔ راستے میں ایک اجاڑ جگہ پر ایک بھیڑیئے نے بچّہ پر حملہ کیا اور اسے دبوچ لیا۔ اُسی وقت ایک ہاتھ نمودار ہوا جس نے بھیڑیئے کا گلا پکڑ لیا اور بچّہ کو چھین کر اس عورت کے حوالہ کیا۔ عورت کو آواز سنائی دی کہ جا ہم نے ایک روٹی کے عوض اس بھیڑیئے کا لقمہ چھین کر تیرے حوالے کیا۔

○

۱۷۵۷ کا ذکر ہے کہ دہلی کے بادشاہ کی جانب سے ایک ہندو کو بنڈولی کا حاکم مقرر کیا گیا۔ یہاں حضرت جلال الدین کبریا الاولیاءؒ کے آستانہ مبارک کے مجاوروں کے لئے وقف زمین تھی۔ اسے اس حاکم نے ضبط کر لیا۔ اس کے علاوہ دو چھوٹے مواضع بھی ضبط کر لئے۔ جب اس سے بھی اسے اطمینان نہ ہوا تو اس شخص نے وہ خاص زمین بھی ضبط کرنا چاہی جو خاص قصبہ میں واقع تھی۔ اور جس سے آستانہ شریف کے اخراجات پورے کئے جاتے تھے۔ اہالیانِ قصبہ نے ہر طرح اس حاکم کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ اپنے ناپاک ارادوں سے باز آجائے لیکن اس پر کفر کا ایسا غلبہ تھا کہ اس نے ان کی کوئی پروا نہ کی۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر زمین کی پیمائش کے لئے آیا۔ اور پیمائش شروع کر دی۔ آستانہ عالیہ کے خدّام یہ کیفیت دیکھ کر مجبور ہو گئے۔ اور ان میں سے ایک حضرتؒ کے روضۂ مبارک پر آیا فریاد کی کہ یا حضرتؒ اس کم بخت نے ہماری روٹی چھینی سو چھینی اب آستانہ کی زمینِ خاص کی بھی پیمائش کر رہا ہے۔ مدد کیجئے۔ مجاور کہتے ہیں کہ اس نے آستانہ کے اندر سے غضب ناک شور کی

آواز سنی۔ ادھر پیمائش کرتے وقت حاکم کا گھوڑا زور سے بدکا، وہ نیچے گرا اور ہوا پر معلق ہو گیا۔ اس کے خادم نے اسے ہوا میں معلق دیکھ کر عرض کیا کہ یا حضرتؒ اس کو ہوا میں کیوں لٹکا رکھا ہے۔ زمین پر دے ماریئے عین اسی وقت وہ زمین پر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ اس کے آدمی اسے اٹھا کر آستانہ میں لائے۔ وہ اندر آتے ہی زور زور سے چلانے لگا کہ مجھے یہاں سے جلد باہر لے چلو۔ میرے سر پر زور زور سے مار پڑ رہی ہے۔ کہتے ہیں وہاں سے آدمی اسے نکال کر باہر لائے۔ اور ایک چارپائی پر لٹا دیا۔ چارپائی پر لیٹتے ہی اس کی آپ ہی آپ مشکیں بندھنے لگیں۔ اور وہ چارپائی سے اچھل کر نیچے گر پڑتا تھا۔ آخر مجبور ہو کر خدام سے معافی چاہی۔ ان لوگوں نے آستانہ پر آ کر استدعا کی کہ یا حضرتؒ اسے سزا مل چکی ہے۔ اب اس کی خطا معاف کر دیجئے۔ اسی وقت مشکیں کھلیں اور چند روز کے بعد اسے دوبارہ صحت ہو گئی۔

○

ایک مرتبہ **حضرت میاں میرؒ** باغ زین خاں میں عبادت گذاری میں مشغول تھے کہ آپؒ نے قریب ہی ایک فاختہ کو نہایت ہی خوش الحانی کے ساتھ "حق سرہٗ" کا ورد کرتے ہوئے سنا۔ آپؒ کی طبیعت بہت شادکام ہوئی۔ ذکرِ حق سے بڑھ کر اور کیا شادمانی کا سبب ہو سکتا تھا۔ اتنے میں اچانک کہیں سے شکاری آ گیا اور اس نے چڑیا کو تاک لیا۔ اسی وقت اس نے غلہ سنبھالا اور گولی پھینکی۔ چڑیا مر گئی اور نیچے آ گری۔ شکاری نے جب چڑیا کو اٹھا کر دیکھا کہ وہ ذبح کرنے کے لائق نہیں رہی بلکہ مر چکی ہے تو اس نے اسے وہیں چھوڑ دیا اور واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد حضرتؒ نے اپنے خادم سے فاختہ کو اٹھا کر لانے کے لئے کہا۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی۔ اور مردہ فاختہ لے آیا۔ جب حضرتؒ نے فاختہ کو ہاتھ میں تھام کر اس پر دستِ شفقت پھیرا تو اسی وقت فاختہ نے آنکھیں کھول دیں۔ اور اڑ گئی۔ وہ اڑ کر پھر اسی جگہ جا بیٹھی اور پھر "حق سرہٗ" کی خوش الحانی کے ساتھ ورد کرنے لگی۔ شکاری نے جب دوبارہ اس کی آواز سنی تو پھر غلہ اٹھائے اس درخت کے نیچے آ پہنچا اور غلہ سنبھال کر گولی پھینکنا ہی چاہتا تھا کہ حضرتؒ نے اسے منع کیا کہ وہ فاختہ کو نہ مارے۔ لیکن شکاری نے حکم کی تعمیل نہ کی۔ اور غلہ سے گولی پھینکنا ہی چاہتا تھا کہ اس کے ہاتھوں میں اس شدت کا درد اٹھا کہ وہ وہیں زمین پر گر کے تڑپنے لگا۔ آپؒ نے اس کے پاس جا کر فرمایا کہ اے بے درد! یہ درد تیری بے دردی کا نتیجہ ہے۔ میں نے اسی لئے تجھے منع کیا تھا مگر تو باز نہ آیا۔ وہ شخص بہت سخت نادم ہوا۔ اور قدم بوس ہو کر معافی طلب کی اور شکار سے توبہ کی۔ حضرتؒ نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور اس کا درد

نکل جاتا رہا۔ یہ فضل و کرامت دیکھ کر وہ شخص معتقد ہوگیا اور اسی وقت حضرتؒ کے ہاتھوں پر بیعت کی۔

○

حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے دربار میں ایک دفعہ ایک عورت اپنے قریب المرگ گوشہ جگر کو لئے حاضر ہوئی اور حضرت شیخؒ سے طالبِ دُعا ہوئی۔ حضرتؒ کے دادا نے فرمایا کہ جو منظورِ خدا ہوگا وہی ہوگا۔ چنانچہ بچہ مرگیا اور وہ عورت مایوس و نامراد اپنے گھر کو جانے لگی۔ اتفاق سے گھر کے باہر حضرت رکن الدینؒ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ جب اس عورت کی یہ حالت دیکھی تو کھیل چھوڑ کر اس کے پاس پہنچے اور دریافت کیا کہ وہ اس طرح کیوں رو رہی ہے۔ عورت نے کہا کہ تمہارے دادا جان کے دربار میں گئی تھی کہ میرے اس مرتے ہوئے بچے کو دوبارہ زندگی حاصل ہو جائے۔ مگر افسوس کہ ناکام لوٹنا پڑا۔ حضرتؒ نے فرمایا۔ "مگر دیکھو تو سہی مجھے تو بچہ زندہ لگتا ہے"۔ خدا کی شان ملاحظہ ہو کہ جب عورت نے بچے کے منہ سے کپڑا اُٹھا کر دیکھا تو سچ مچ بچہ مُسکرا رہا تھا۔ وہ عورت خوشی خوشی گھر چلی گئی۔ جب حضرتؒ کے دادا نے یہ واقعہ سُنا تو حضرتؒ کو منع فرمایا کہ بیٹا اہلِ طریقت کے نزدیک ایسی دلیری پسندیدہ نہیں۔

حضرتؒ کو خداوندِ پاک سے وہ بزرگی اور عظمت فطری طور پر حاصل ہوئی تھی کہ دس سال کی ہی مختصر سی عمر میں مجاہدہ و مراقبہ میں اس قدر جوش اور جفا کشی ظہور میں آئی کہ کشفِ قلوب، کشفِ قبور، طے لسانی، طے ارض کے رموز و نکات، حضرتؒ پر بخوبی ظاہر ہوگئے۔ بارہ سال کی عمر میں قرآنِ پاک کو حفظ کر لیا۔ علمِ فقہ و تفسیر و حدیث پر اس قدر عبور حاصل ہوا کہ عام عقل و ہوش کے انسان کو میسر نہیں آسکتا۔

حضرتؒ کی طبیعت میں حلم، انکسار کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ خلقِ خدا کو حضرتؒ کی ذاتِ بابرکات سے ہمیشہ فیض بے پایاں پہنچتا تھا۔ کوئی حاجت مند خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوتا تو نامراد واپس نہ جاتا اس کا مطلب حل ہو جاتا تھا۔ چنانچہ فرطِ حاجت روائی کے باعث مخلوق نے آپؒ کو حضرت قبلہ حاجات مشہور کر دیا تھا۔ حضرتؒ کی وضع اور روش حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کی وضع اور روش سے ملتی جلتی تھی۔ حضرتؒ کی مجلس میں حاضرین کے دل میں جو بات ہوتی تھی۔ وہ سب حضرتؒ پر روشن ہو جاتی تھی۔ سبحان اللہ! اس سے زیادہ اور کیا بزرگی ہوگی کہ حضرتؒ کے مریدوں میں حضرت، سید جلال بخاریؒ المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ جیسے جلیل القدر بزرگ بھی شامل ہیں۔

حضرتؒ جب پہلی بار دہلی تشریف لائے تو عقیدت مند جوق در جوق حضرتؒ کی خدمت میں آئے اور عوام و خواص کے علاوہ، سلطان علاء الدین جیسا متکبر شخص بھی حضرتؒ کے استقبال کو گیا۔ اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنے ہمراہ دہلی لایا۔ خیر مقدم کے روز دو لاکھ تنکہ زر نقد شکرانہ میں حضرتؒ کی خدمت میں روانہ کئے اور پانچ لاکھ تنکہ رخصت کے وقت نذر کئے۔ حضرتؒ ایسی رقم کو اسی وقت دست بدست جس طرح چاہتے فقراء میں تقسیم فرما دیتے۔ دوسرے دن کے لئے اس میں کچھ بھی اپنے پاس نہ رکھتے۔

حضرتؒ کو شیخ نظام الدین اولیاءؒ سے بے حد محبت تھی۔ ۷۱۳اھ کا ذکر ہے کہ سلطان مبارک شاہ خلجی، حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ سے ناراض ہوگیا اور ان کے اثر و رسوخ کو کم کرنے کے لئے حضرتؒ کو بلوا بھیجا۔ جب حضرتؒ دہلی کے قریب پہنچے تو خود بادشاہ چند میل آگے چل کر حضرتؒ کے قدم بوس ہوا۔ اس سے پہلے حضرت محبوب الٰہیؒ حضرتؒ سے مل چکے تھے۔ بادشاہ نے پوچھا حدود دہلی میں داخل ہونے پر کون سا آدمی پہلے آپؒ کی ملاقات کو حاضر ہوا۔ حضرتؒ نے جواب دیا "جو اس وقت زمانہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا" بادشاہ اس جواب سے بہت خوش ہوا اور حضرت محبوب الٰہیؒ سے اس کی ناراضگی دور ہوگئی۔ حضرتؒ کو محبوب الٰہیؒ سے اس قدر محبت تھی کہ بارہا یہ فرمایا کہ میں ملتان سے دہلی کا سفر محض سلطان نظام الدین اولیاءؒ کی ملاقات و محبت کے شوق کی وجہ سے اختیار کرتا ہوں۔

دہلی کی خاک پُر انوار یوں تو ہمیشہ علم و ایمان کا مرکز رہی ہے اور نہ صرف مملکتی امور کے لئے اس سرزمین کو پایۂ تخت تسلیم کیا گیا بلکہ مذہبی امور کے لئے بھی اس مرکز کو فروغ حاصل ہوتا رہا۔ یہی وہ خطہ ہے، جہاں اسلام کے جری فرزندوں نے ایمان کی شمعیں روشن کیں جن کی حرارت و نور ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں دوڑ گئی۔ علمائے دین و فضلائے اسلام کے اس دیرینہ مرکز میں حضرتؒ نے بھی قدم رنجہ فرمایا اور مشتاقانِ دین کو اپنی تبلیغ سے گرمیٔ عمل کے لئے ابھارا اور اسلام کے وہ جامع فلسفے اور نکات سمجھائے کہ جذبۂ ایمان میں اور زیادہ پختگی پیدا ہوئی۔ حضرتؒ کا یہ وصف تو بزرگانِ دہلی بھی تسلیم فرماتے تھے کہ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل جہاں عقل انسانی مات اور شکست کھا جاتی تھی۔ کمال بے ساختگی کے ساتھ حل فرما دیتے تھے۔

○

حضرت عطارؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپؒ ایک بازار سے گزر رہے تھے۔ ایک جگہ سرِ عام مجمع سا نظر آیا۔ قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دیوانی لڑکی سرِ بازار فروخت ہو رہی ہے۔ آپؒ نے سات

دینار کے عوض اسے خرید لیا اور اپنے ساتھ گھر لے آئے۔
جب رات کا کچھ حصّہ گذرا تو آپؒ نیند سے بیدار ہوئے اور دیکھا کہ وہ لڑکی اپنے بستر سے اٹھی، وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑی ہو گئی۔ نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ رقّت اور آنسوؤں کے سیلاب سے اس کا دم گھٹا جا رہا تھا اور وہ درگاہِ الٰہی میں گڑگڑا کر یہ مناجات کرتی تھی کہ اے ربِ حقیقی! تجھے مجھ سے محبت رکھنے کی قسم، مجھ پر رحم فرما۔
اس کا یہ حال دیکھ کر حضرت عطارؒ پر اس کے جنون اور دیوانگی کے راز کا انکشاف ہوا۔ آپؒ نے اس کی مناجات سُن کر اس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "اے لونڈی! اس طرح نہ کہہ بلکہ یوں کہہ کر اے اللہ! تجھ کو میری محبت رکھنے کی قسم"۔
یہ سن کر وہ بولی "چل دُور ہو۔ مجھے قسم ہے اس معبود کی اگر اسے مجھ سے محبّت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ سُلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ رکھتا"۔ اس کے بعد وہ منہ کے بل فرش پر گر پڑی اور عربی میں یہ اشعار پڑھے جن کا یہ مطلب تھا۔
"اضطراب کا وصف جمع ہوتا ہے اور دل کا وصف جلنا۔ صبر علیحدہ چیز ہے۔ اور آنسو آگے بڑھنے والے ہیں۔ جس کو عشق اور شوق کے حملوں سے چین نہیں۔ اس کے لئے قرار بے معنی سی شے ہے۔ میرے رب! اگر کوئی شئے ہو کہ اس سے غم و حُزن رفع ہو تو جب تک کچھ جان باقی ہے اس سے مجھے ممنون فرما۔ اس کے بعد اُس نے بلند آواز سے کہا "اے معبُود! میرا اور تیرا معاملہ ابتک پوشیدہ رہا۔ مگر اب مخلوق کو خبر ہو چکی ہے۔ مجھے اپنے پاس بلا لے۔ یہ کہہ کر اس نے ایک چیخ بلند کی اور اس کی رُوح پرواز کر گئی"۔

○

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ اخلاص میں نے ایک حجام سے سیکھا۔
مکہ معظّمہ میں ایک حجام ایک شخص کے بال درست کر رہا تھا۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ پر میرے بال درست کر دو۔ حجام نے اس آدمی کو جس کی وہ حجامت بنا رہا تھا کہا کہ ذرا تم علیحدہ ہو جاؤ۔ جب اللہ کا نام آگیا تو پھر سب سے پہلے اللہ کا کام کرنا چاہیئے۔ پھر مجھ کو بیٹھا کر پہلے میرے سر کو بوسہ دیا۔ پھر میری حجامت کر کے ایک کاغذ دیا۔ جس میں چاندی کے ٹکڑے تھے۔ اور کہا اس کو اپنی حاجتوں میں صرف کر دو۔
اُس دن سے میں نے عہد کیا کہ اوّل جو فتوح مجھے ہوگی تو اسی حجام کو دوں گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد

بصرہ سے اشرفیوں کی ایک تھیلی میرے پاس آئی۔ وہ تھیلی لے کر میں حجام کے پاس گیا۔ اس نے پوچھا یہ کیا ہے۔ میں نے اپنی نیت اور عہد کا ذکر کیا۔ اس نے کہا۔ مردِ خدا شرم نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر کام کرنے کے عوض مجھ کو معاوضہ دیتے ہو!

○

بصرہ کا ایک عابد بازار سے لکڑیاں خریدنے جا رہا تھا کہ راستہ میں نماز کی اقامت کی آواز سنائی دی۔ وہ فوراً مسجد کی طرف چل دیا۔ راستہ میں اس کی نظر ایک تھیلی پر پڑی۔ جس پر لکھا ہوا تھا کہ اس تھیلی میں سو دینار ہیں۔ عابد نے تھیلی کی طرف ذرا بھی توجہ نہ کی۔ اور مسجد میں داخل ہو کر نماز میں شریک ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر بازار سے لکڑیوں کا گٹھا خرید کر گھر واپس آ گیا۔ لکڑی کے گٹھے کی رسی کھولی تو اس کے اندر سے وہی تھیلی نکلی جو مسجد کے راستے میں پڑی ہوئی دیکھی تھی۔ عابد نے فوراً آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور کہا۔ اے اللہ! تو جس طرح اپنے بندوں کے رزق کو نہیں بھولتا۔ اسی طرح اپنے بندوں کو اپنی اطاعت سے غافل نہ رکھ۔

○

حضرت سیدنا امام زین العابدین علی ابن حسین رضؓ نماز تہجد میں مصروف تھے، ایک سیاہ زہریلا سانپ مصلّے پر بار بار پھن مارنے لگا، مگر آپ رضؓ بالکل متاثر نہ ہوئے، آخر اژدہے نے آپ رضؓ کو ڈسنا شروع کر دیا۔ زہر نے اثر کیا، شدتِ درد سے آپ رضؓ کو بہت تکلیف ہوئی، مگر آپ رضؓ نے نماز بدستور جاری رکھی، یہاں تک کہ آپ رضؓ سجدہ میں تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضؓ کے قلب پر منکشف کیا کہ یہ اژدہا نہیں ہے بلکہ سانپ کی صورت میں شیطان تمہاری نماز و عبادت کا امتحان لے رہا ہے۔ آپ رضؓ نے بارشادِ ربانی اس سانپ کے پھن پر طمانچہ مارا اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھا، ایک دھواں سا اٹھا اور ہوا میں غائب ہو گیا۔ اسی روز سے آپ رضؓ کا لقب زین العابدین رضؓ ہوا۔

○○○

حکایاتِ شیریں

○

اولیائے کرام کے رموز و نکات کا نادر مرقع

○

مرتّب

مدیر مجلہ آئینہ لاہور

○

ناشر

آئینہ بکڈپو ـــــ شاہ عالم گیٹ لاہور